دفاع امام حسین رضی اللہ عنہ

تصنیف

مصطفیٰ المصحفی

تقدیم

شیخ الاسلام
علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

امیر متحدہ جمعیت اہل حدیث پاکستان

شعبہ نشرواشاعت: مرکز الحسین رضی اللہ عنہ جھمرہ روڈ فیصل آباد 0300-8839749

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفاعِ
امام حسین
علیہ السلام

فہرست

۱	انتساب	۱۹
۲	عرضِ مولف	۲۱
۳	ایک تاثر ایک حقیقت	۲۹
۴	تقدیم	۳۱
۵	ولادت سیدنا امام حسین علیہ السلام	۴۲
۶	عظمتِ امام حسین علیہ السلام قرآن کریم کی روشنی میں	۴۵
۷	رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت کے انداز	۵۸
۸	عظمتِ حسنین کریمین علیہما السلام فرامین نبویہ کی روشنی میں	۶۳
۹	مقامِ حسنین کریمین علیہما السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں	۷۲
۱۰	عظمتِ امام حسین رضی اللہ عنہ ائمہ کرام و محدثین عظام کی نظر میں	۷۶
۱۱	سیدنا امام حسین علیہ السلام اور شرفِ صحابیت	۷۹
۱۲	صحابی کی تعریف محدثین کرام کی تحریرات کی روشنی میں	۸۳
۱۳	سیدنا امام حسین علیہ السلام اور روایتِ حدیث	۸۵
۱۴	سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں علیہ السلام کہنا کیسا ہے؟	۸۷
۱۵	سیدنا حسین علیہ السلام کو امام کہنا کیسا ہے؟	۹۵
۱۶	سیدنا امام حسین علیہ السلام کو سید الشہداء کہنا کیسا ہے؟	۱۰۷
۱۷	مقصدِ امام حسین علیہ السلام	۱۰۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفاعِ

امام حسین

علیہ السلام

۱۸	کیا سانحہ کربلا کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے	۱۱۷
۱۹	شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کے بارے میں مخبر صادق ﷺ کی پیش گوئی	۱۱۹
۲۰	سانحہ کربلا	۱۲۵
۲۱	قافلہ حسینی رضی اللہ عنہ پر پانی کی بندش	۱۳۲
۲۲	سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کب پہنچے؟	۱۳۸
۲۳	کیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر تن سے جدا کیا گیا؟۔	۱۶۲
۲۴	کیا خاتونانِ اہل بیت کو قیدی بنایا گیا؟۔	۱۶۹
۲۵	شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ پر رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے قراری	۱۷۲
۲۶	میدانِ کربلا میں صبر و استقلال	۱۷۵
۲۷	قاتلینِ حسین علیہ السلام قہرِ خداوندی کی زد میں	۱۸۰
۲۸	شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کے عالمِ دنیا پر اثرات	۱۸۹
۲۹	سانحہ کربلا کا ذمہ دار کون؟	۱۹۱
۳۰	سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا یزیدی فوج کے خلاف اٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یزیدی لشکر ہی قاتل تھا۔	۲۰۰
۳۱	سانحہ کربلا سے متعلقہ شبہات و اعتراضات اور ان کا ازالہ	۲۱۱
۳۲	خروج امامِ حسین سے متعلقہ شبہات و اعتراضات اور ان کا ازالہ	۲۲۲
۳۲	امیر کے خلاف خروج کا مسئلہ	۲۴۳
۳۳	سیدنا امامِ حسین علیہ السلام صلح جو تھے۔	۲۵۰

۳۴	لمحہ فکریہ	۲۷۲
۳۵	کیا بیعتِ یزید کا انکار صرف حضرتِ حسین علیہ السلام نے ہی کیا تھا؟	۲۷۴
۳۶	کیا دورِ یزید تاریخِ اسلام کا سنہری دور تھا۔	۲۹۲
۳۷	کردارِ یزید	۳۱۰
۳۸	عمار الدھنی کی روایت کی اصل حقیقت	۳۱۹
۳۹	تین شرائط والی روایت کے بارے میں فیصلہ کن بحث	۳۲۵
۴۰	سانحہ کربلا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔	۳۲۹
۴۱	تاریخ خود کو دہراتی ہے۔	۳۳۳
۴۲	اسوہ حسینی از مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۶
۴۳	اسوہ حسینی از اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۸
۴۴	اسوہ حسینی از سید ابو بکر غزنوی	۳۳۹
۴۵	قولِ فیصل	۳۴۱
۴۶	سلفی کون، یزیدی کون؟	۳۴۳
۴۷	محبِ الِ محمد	۳۴۴
۴۸	میں کیوں سوئے کربلا چلا؟	۳۴۹
۴۹	سانحہ کربلا میں پنہاں نصائح و عبرتیں	۳۵۳
۵۰	شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کے اسلامی تاریخ پر اثرات	۳۵۴
۵۱	علمائے کرام و خطبائے عظام کے تاثرات	۳۵۶

تفصیلی فہرست

۱	• انتساب	۱۹
۲	• عرضِ مولف	۲۱
۳	• ایک تاثر ایک حقیقت	۲۹
۴	• تقدیم	۳۱
۵	• ولادت سیدنا امامِ حسین علیہ السلام • جسدِ حسین جسد نبوی ﷺ کے مشابہ تھا • سرورِ کائنات خود ہی کان میں اذان کہتے ہیں۔ • نبی کریم ﷺ گھٹی دیتے ہیں اور دعائے خیر سے نوازتے ہیں۔ • نبی رحمت ﷺ خود ہی عقیقہ کرتے ہیں۔ • پیغمبرِ برحق ﷺ حسین نام رکھواتے ہیں۔ • چند اہم نکات	۴۲
۶	• عظمتِ امامِ حسین علیہ السلام قرآن کریم کی روشنی میں • رجس کی تعریف • علامہ راغب الاصفہانی کے قلم سے • ابو منصور محمد بن احمد الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع اور مختصر ترین تعریف • سیدنا امام حسین علیہ السلام اہل بیت میں سے ہیں۔ • اُن کا نقشِ قدم مشعلِ راہ ہدایت ٹھہرا	۴۵

	• اہل بیت سے بغض رکھنے والے کی کوئی عبادت اُسے جہنم سے بچانہ پائے گی۔ • میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ • حُبِ اہل بیت سے محروم دل دولتِ ایمان سے بھی محروم رہتا ہے۔ • بغضِ اہل بیت جہنم کاراستہ ہے۔ •	
۷	• رحمتہ للعالمین ﷺ کے حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت کے انداز • نبی کریم ﷺ خود حسن و حسین کو دم کیا کرتے تھے۔ • مجھ سے ان کا لڑکھڑا کر گرنا برداشت نہ ہو سکا۔ • نبی رحمت ﷺ سجدہ طویل کر دیتے ہیں۔ • تڑپ اٹھے حبیبِ خُدا پیاسے جو حسنین ہوئے۔	۵۸
۸	• عظمتِ حسنین کریمین علیہما السلام فرامین نبویہ کی روشنی میں • حسن و حسین تو میرے پھول ہیں۔ • اے اللہ حسین میرا محبوب ہے آپ بھی اسے اپنا محبوب بنا لیجئے۔ • حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے۔۔۔ • جو حسین سے محبت رکھے گا وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا۔ • حسن و حسین جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔	۶۳

	• جو مجھ سے محبت رکھنے والے پر واجب ہے کہ ان سے بھی محبت رکھے۔ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ • اے اللہ جو ان سے دشمنی رکھے تو بھی اس کا دشمن بن جانا۔ • جس سے تمہاری جنگ، اس سے میری جنگ	
۷۲	• مقامِ حسنین کریمین علیہما السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں • اصحابِ ثلاثہ تعظیم کرتے تھے۔ • سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تھے اشک بار ہو جاتے تھے۔ • سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قدموں سے گرد و غبار صاف کرتے ہیں۔ • سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سواری کی رقاب تھامتے ہیں۔	۹
۷۶	• عظمتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ ائمہ کرام و محدثینِ عظام کی نظر میں	۱۰
۷۹	• سیدنا امامِ حسین علیہ السلام اور شرفِ صحابیت • ناصبیوں کی طرف سے سیدنا حسین علیہ السلام کی صحابیت کا انکار • شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ • علامہ برہان الدین الابناسی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ • محدث عبد الرؤف مناوری رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ • جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ • علامہ جمال الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ	۱۱

	علامہ نواب صدیق الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ	
۱۲	• صحابی کی تعریف محدثین کرام کی تحریرات کی روشنی میں ابن حجر عسقلانی، امام بخاری، حافظ عراقی، علی المدینی رحمۃ اللہ علیہم کی تحریرات کی روشنی میں صحابی کی تعریف	۸۳
۱۳	• سیدنا امام حسین علیہ السلام اور روایتِ حدیث • حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف • علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف	۸۵
۱۴	• سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں علیہ السلام کہنا کیسا ہے؟ • محدث ابن جوزی، ابن قتیبہ، محمود بن عمر الزمخشری، عبد السلام بن تیمیہ، احمد بن حسین علی البیہقی، ابو بکر محمد ابراہیم الاصبہانی، عبد الباقی بن قانع، عبد الرحمن بن علی، احمد بن مسکویہ، یوسف بن یحییٰ المقدسی، امام عبد الرحمن السخاوی، قاضی ثناء اللہ، ابو جعفر النحاس المرادی، امام دار قطنی، علامہ ذہبی، امام بخاری، علامہ ناصر الدین البانی، ابن منظور افریقی، علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہم کا اپنی کتب میں سیدنا امام حسین کے بارے میں "علیہ السلام" کے الفاظ استعمال کرنا۔ • ناصبیوں کے چند شبہات اور ان کا ازالہ	۸۷
۱۵	• سیدنا حسین علیہ السلام کو امام کہنا کیسا ہے؟	۹۵

	• امام ذہبی، علامہ العصامی کی، علامہ ابن خلکان، علامہ محمود بغدادی، علامہ اسماعیل حقی، امام شوکانی، امام مقریزی، عبد الرحمن الجبرتی، علامہ المرادی، • امام یافعی، علامہ یاقوت حموی، قاضی سلمان منصور پوری، صدیق الحسن خان بھوپالوی، مولانا عبد لاول غزنوی، مولانا اسماعیل روپڑی، علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ کا سیدنا امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اپنی تحریرات میں لفظ امام کا استعمال کرنا۔ • ناصبیوں کے چند شبہات اور ان کا ازالہ	
۱۶	• سیدنا امام حسین علیہ السلام کو سید الشہداء کہنا کیسا ہے؟ • نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو احادیثِ مبارکہ سے استدلال	۱۰۷
۱۷	• مقصدِ امام حسین علیہ السلام • حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن تحریر • مقصد حسین علیہ السلام سیدنا مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی • مقصدِ حسین علیہ السلام بزبانِ حسین علیہ السلام • علامہ ثناء اللہ امر تسری، علامہ وحید الزماں و دیگر علماء کی نظر میں مقصد حسین علیہ السلام	۱۰۹
۱۸	• کیا سانحہ کربلا کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے	۱۱۷
۱۹	• شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی	۱۱۹

	• شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت • شہادتِ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سیدہ ام سلمہ علیہا السلام سے مروی روایت • ضروری تنبیہ • شہادتِ حسین علیہ السلام سے متعلقہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت • حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیرینہ ساتھی حضرت ارہریمہ کا مدفونانِ کربلا سے متعلقہ بیان	
۲۰	• سانحہ کربلا • اہل کوفہ پیغام بھیجتے ہیں۔ • سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کو بجانب کوفہ روانہ کرتے ہیں۔ • یزید ابنِ زیاد کو خط لکھتا ہے۔ • حالات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ • کوفہ میں تین قسم کے لوگ • لوگوں کا میلان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ • سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ • یزیدی گورنر کا ردِ عمل • سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مقام حاجر سے قاصد روانہ کرتے ہیں	۱۲۵

	• قیس بن مسہر کی شہادت • مقامِ زبالہ پر عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملتی ہے۔ • اہم اور فیصلہ کن بات • سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عذیب الہجانات پر • ترماح بن عدی سے ملاقات • اہم نکات • باپ بیٹے کا ایمان افروز مکالمہ • شب بھر چلتے رہے • ابن زیاد کے ظالمانہ احکامات	
۲۱	• قافلہ حسینی رضی اللہ عنہ پر پانی کی بندش	۱۴۲
۲۲	• سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کب پہنچے • عمرو بن سعد کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جانے سے انکار • ہر شخص کا عمرو بن سعد کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نہ جانے کا مشورہ • بھانجا بھی خدا کا واسطہ دے کر منع کرتا ہے۔ • عمرو ساری رات غور و فکر کرتا ہے • اہم نکات • عمرو بن سعد کی آخری ناکام کوشش • آخر کار دنیاوی لالچ غالب آ ہی گیا۔	۱۴۸

	• ابن زیاد کا خط عمرو بن سعد کے نام • قافلہ حسینی کی آخری رات • نواسۂ رسول ﷺ کا ہمراہیوں سے رقت آمیز خطاب • یہ تو وہ لوگ ہیں جو موت کے طلبگار ہیں۔ • ایسا بے مثل بہادر کبھی نہ دیکھا۔ • شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ	
۲۳	• کیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ • لشکرِ یزید کی سنگ دلی کا ایک منظر • سانحہ کربلا کی قیامت خیزیاں • خانوادہ رسالت ہجومِ غم میں	۱۶۲
۲۴	• کیا خاتونانِ اہل بیت کو قیدی بنایا گیا؟۔ • خاتونانِ اہل بیت کی مدینہ واپسی	۱۶۹
۲۵	• شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ پر رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے قراری • یہ امت اہل بیت کے بارے میں آزمائی جائے گی۔ • شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا ام المومنین سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو صدمہ • شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کا جنات کو صدمہ	۱۷۲
۲۶	• میدانِ کربلا میں صبر واستقلال	۱۷۵
۲۷	• قاتلینِ حسین علیہ السلام قہرِ خداوندی کی زد میں • شمر بن ذی الجوشن کا انجام	۱۸۰

	• وادی عیین کے قاتلین حسین کاانجام • عمرو بن الحجاج کاانجام • یزیدی گورنر ابن زیاد کا عبرت انگیز انجام • قہر خداوندی کااک انداز • گستاخ اہل بیت قہر خداوندی کی زد میں آکر اندھا ہو گیا • قاتل جل کر کوئلہ ہو گیا • قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ نشانِ عبرت بن گئے۔ • گستاخ کوڑھ زدہ ہو کر محتاج و فقیر ہو گیا۔ • قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ کاانجام حافظ ابن کثیر کے قلم سے	
۲۸	• شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے عالمِ دنیا پر اثرات • ہر پتھر کے نیچے سے تازہ خون نکلنے لگا۔ • آسمان جمے خون کی طرح ہو گیا۔ • سورج گہنا گیا۔	۱۸۹
۲۹	• سانحہ کربلا کاذمہ دار کون؟ • مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری • گھر کی گواہی • چند اہم شبہات اور ان کاازالہ	۱۹۱
۳۰	• سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا یزیدی فوج کے خلاف اٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یزیدی لشکر ہی قاتل تھا۔ • تحریک توابین کے سر کردہ امراء کا مختصر تعارف	۲۰۰

	• جلیل القدر صحابی کی زیرِ قیادت تابعین کرام کا ایمان افروز خروج • اہلِ نظر سے چند سوالات	
۳۱	• سانحہ کربلا سے متعلقہ شبہات و اعتراضات اور ان کا ازالہ	۲۱۱
۳۲	• خروج امامِ حسین سے متعلقہ شبہات و اعتراضات اور ان کا ازالہ	۲۲۲
۳۲	• امیر کے خلاف خروج کا مسئلہ • ناصبیوں کی طرف سے پیش کردہ دلائل کی اصل حقیقت • امام محمد بن ابراہیم ابن الوزیر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف	۲۴۳
۳۳	• سیدنا امامِ حسین علیہ السلام صلح جو تھے۔ • ناصبیوں کے مزید شبہات اور ان کا ازالہ	۲۵۰
۳۴	• لمحہ فکریہ	۲۷۲
۳۵	• کیا بیعتِ یزید کا انکار صرف حضرتِ حسین علیہ السلام نے ہی کیا تھا؟ • لوگوں کا بیعتِ یزید کو سخت ناپسند کرنا • سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور بیعتِ یزید • عرب نے یزید کی بیعت کرنے میں ناگواری کا مظاہرہ کیا۔ • محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔ • حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔	۲۷۴

- لوگوں نے بیعتِ یزید کو علی الاعلان ناپسند کیا۔
- سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کو بیعتِ یزید سے روکنے کے لیے طویل ترین سفر کرتے ہیں۔
- امیر معاویہ کا یزید کی ولیعہدی کے بارے میں اپنے گورنر زیاد سے مشورہ طلب کرنا اور اُس کا سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرنا۔
- یزید کی شبانہ روز بداعمالیوں کی وجہ سے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ کو یزید کی ولیعہدی سے روکنا۔
- امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کی گواہی کہ یزید کی بیعت کو حجاز کے اکثر لوگوں نے ناپسند کیا۔
- مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کی گواہی کہ یزید کی بیعت لوگوں نے مجبوراً کی تھی۔
- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کی گواہی کہ یزید پلید کے تسلط پر لوگ راضی نہ تھے۔
- مفسرِ قرآن مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور بیعتِ یزید
- علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یزید کی تخت نشینی کو اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی زوال کا سبب ٹھہرانا
- مولانا اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا یزید کی ولیعہدی کو خلافِ شرع اور غیر شورائی قرار دینا
- شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا یزید کی ولیعہدی کو قیصر و کسریٰ کی سنت قرار دینا

۳۶	• کیا دورِ یزید تاریخ اسلام کا سنہری دور تھا۔ • دورِ یزید کی مذمت صحیح حدیث سے • ساٹھ ہجری میں کس کی حکومت تھی؟ • حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما کا فیصلہ • دورِ یزید سے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا پناہ مانگنا • ابن حجر عسقلانی، شیخ حمزہ محمد قاسم، علامہ عبید اللہ مبارک پوری، امام السمھودی، علامہ عبدالکریم الحضیر، امام الحسین الکتانی، علامہ محمود بغدادی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ واقعتاً دورِ یزید سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ • یزیدی دور کو سنہری دور قرار دینا فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ • یزیدی دور میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدلی جارہی تھی۔ • شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کہ یزید شام میں گمراہی کا داعی بن چکا تھا۔ • دورِ یزید ناخلف اور بے عمل امراء کا دور تھا۔ • احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ساٹھ ہجری ہی کی مذمت ہے • سلطنت بنوامیہ ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	۲۹۲
۳۷	• کردارِ یزید • امام ذہبی کی نظر میں کردارِ یزید • امام شوکانی کی نظر میں یزید کی بدکرداریاں	۳۱۰

	• علامہ الہراسی بھی یزید کے تقوی و پرہیزگاری کی قلعی کھولتے ہیں۔ • شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا یزید کو فاسق قرار دینا۔ • مجدد الف ثانی کا بھی یہی گواہی دینا کہ یزید فاسق تھا۔ • علامہ عبدالعلی لکھنوی کی نظر میں کردارِ یزید • علامہ صدیق الحسن خان بھوپالوی کا قلم یزید کی بد کرداریوں کو یوں عیاں کرتا ہے • شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کا فتوی کہ یزید فاسق تھا • الشیخ عبدالسلام بستوی کی فسقِ یزید کے بارے میں فیصلہ کن تحریر • حافظ عبداللہ روپڑی کے قلم سے یزید کا بھیانک تعارف • علامہ وحید الزماں کے قلم سے فسقِ یزید کی جھلکیاں • قاضی سلمان منصور پوری کے نزدیک بھی یزید برے کردار کا حامل تھا۔ • اسماعیل روپڑی کی فیصلہ کن تحریر • علمائے دیوبند کا فیصلہ کہ یزید فاسق تھا • مولانا اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ محمد یوسف بنوری، قاری محمد طیب، عبدالشکور لکھنوی، عبدالرشید نعمانی، قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہم کا فیصلہ کہ یزید فاسق تھا	
۳۸	• عمار الدھنی کی روایت کی اصل حقیقت • عمار الدھنی کی روایت کے اہم مندرجات	۳۱۹

	• روایت کے مرکزی راوی خالد بن عبداللہ القسری کے بارے میں ائمہ حدیث کی جرح	
۳۹	• تین شرائط والی روایت کے بارے میں فیصلہ کن بحث	۳۲۵
۴۰	• سانحہ کربلا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔ • اہم نکات • ایک اہم شبہ اور اس کا ازالہ	۳۲۹
۴۱	• تاریخ خود کو دہراتی ہے	۳۳۳
۴۲	• اسوہ حسینی از مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۶
۴۳	• اسوہ حسینی از اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۸
۴۴	• اسوہ حسینی از سید ابوبکر غزنوی	۳۳۹
۴۵	• قولِ فیصل	۳۴۱
۴۶	• سلفی کون، یزیدی کون؟	۳۴۳
۴۷	• محبِ آلِ محمد	۳۴۴
۴۸	• میں کیوں سوئے کربلا چلا؟	۳۴۹
۴۹	• سانحہ کربلا میں پنہاں نصائح و عبرتیں	۳۵۳
۵۰	• شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کے اسلامی تاریخ پر اثرات	۳۵۴
۵۱	• علمائے کرام و خطبائے عظام کے تاثرات	۳۵۶

انتساب

رسولِ کائنات ﷺ کے جلیل القدر صحابی سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور اُن کی تحریکِ توابین کے اُن ہزارہا تابعینِ کرام کے نام جنہوں نے سلطنتِ یزیدیہ کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے، نواسۂ رسول ﷺ کو بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے کوفہ تشریف لے آنے کی دعوت دی۔ نواسۂ رسول ﷺ تو اپنے وعدے کے مطابق چلے آئے۔ لیکن کوفہ کے داخلی و خارجی راستوں کی بدترین ناکہ بندی کی وجہ سے سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور آپ کے رُفقاء امامِ مظلوم علیہ السلام کے پاس نہ پہنچ سکے۔ اور اُدھر صحرائے کربلا پہ یزید کی تیغِ ستم خاندانِ رسالت کا خون پی گئی۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن پھر بھی خود کو قصور وار سمجھتے رہے۔ دن رات یہی احساس تڑپائے رکھتا۔ اے سلیمان تم نے نواسۂ رسول ﷺ کو بلایا تھا۔ لیکن ان کی مدد نہ کر سکے۔

بلاآخر پانچ ہزار جلیل القدر تابعینِ کرام کا لشکر لے کر بنوامیہ کے سفاک درندوں سے پنجہ لڑانے عین الوردہ کے میدان میں صف آرا ہو گئے۔ تیروں کی بارش میں جمے رہے۔ نیزوں کی انیوں، تلواروں کی ضربوں کے زخم سہتے سہتے سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کی محبت میں موت کو گلے لگا کر جانثاری و فداکاری کی تاریخ رقم کر دی۔ اور اپنے دلیرانہ اقدام سے یزیدیت کے علمبرداروں پر واضح کر دیا۔ کہ اے یزیدیت کے علمبردارو! تم نے کوفہ کے داخلی وخارجی راستوں کی ناکہ بندی کر کے ہمیں گھروں

تک محصور کر کے نواسۂ رسول ﷺ تک نہ پہنچنے دیا۔ دیکھو! آنکھیں کھول کر دیکھ لو جس نام کو تم نے مٹانا چاہا تھا۔ آج ہم اسی مقدس نام پر جانیں نچھاور کر چلے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مولف

سیدنا امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا اہل ایمان پر فرض ہے۔ آپ علیہ السلام کے وہ فضائل و مناقب جو پیغمبرِ برحق محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لسانِ نبوت سے بیان فرمائے ہیں۔ ان پر پختہ یقین رکھتے ہوئے سیدنا امام حسین علیہ السلام کا تہہِ دل سے ادب واحترام کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ

اِس اُمت نے سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کو چاہا اور ٹوٹ کر چاہا ہے۔ آپ علیہ السلام کی محبت کو قبر وحشر کی سختیوں سے نجات کا ذریعہ تصور کیا۔ آپ علیہ السلام کی یاد سے دل کی اُجڑی ہوئی بستیوں کو آباد کیا۔ قابلِ رشک ہیں وہ زبانیں جو ذکرِ حسین علیہ السلام کے ساتھ پاکیزگی وطہارت کے اعلیٰ درجات حاصل کرتی ہیں۔ مدح وستائش کے حق دار ہیں وہ قلم جو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے امت کو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت سے روشناس کرواتے ہیں۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا۔ زمانے نے کتنی ہی کروٹیں بدلیں، حال نے ماضی کا لباس پہنا، اَوراقِ تاریخ پر مرورِ ایام کی دبیز تہیں چڑھتی گئیں۔۔۔ مگر نام حسین علیہ السلام ماہِ درخشاں بن کر چمکتا ہی رہا۔۔۔ اور۔۔۔۔ جس بدنصیب نے خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ناروا سلوک کیا ذلت ورسوائی کی گہری کھائیوں میں جاگرا۔

عظمت حسین علیہ السلام کی یہ روشن دلیل ہے کہ وہ ناصبی جن کے دل حبِ یزید اور بغض حسین علیہ السلام سے لتھڑے ہوئے ہیں وہ بھی بر سر عام میرے امام کی برائی کرنے کی ہمت نہیں پاتے۔۔۔۔ کیونکہ انھیں بخوبی اندازہ ہے کہ یہ وہ امت ہے جو اپنے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی کل کائنات نچھاور کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ یہ تو ان راہوں پر جن سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تھے قربان ہو جانا سعادت عظمیٰ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر کیونکر برداشت کریں گے۔ یہی وجہ ہے ان ناصبیوں نے فضائلِ حسین علیہ السلام پر مشتمل کُتب و رسائل بھی مرتب کر رکھے ہیں، یہ لوگ اگر ایسا نہ کریں تو ان کے دلوں میں چھپی ہوئی ناصبیت ہر شخص پر واضح ہو جائے۔ لہٰذا سیدنا حسین علیہ السلام کو برملا بُرا بھلا کہنے کی بجائے، نہایت ہی تکنیکی انداز اپناتے ہیں۔ ان ناصبی مصنفین کا لٹریچر پڑھنے والا لاشعوری طور پر ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب حبِ یزید دل و دماغ پر عفریت بن کر مسلط ہو جائے تو قلم چلتے چلتے پھسل جاتا ہے۔ نوکِ قلم سے چند ایسے جملے نکل ہی جاتے ہیں جو دل میں چھپی ہوئی ناصبیت عیاں کر دیتے ہیں۔ اور یہ وہ جملے ہوتے ہیں جنھیں شاطر و عیار قسم کا ناصبی جس نے اہلِ حق کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو زبان پر لانے سے گریز ہی کرتا ہے۔

ان حالات میں نہایت ہی ضروری ہے کہ ناصبیوں اور یزیدیوں کی بنیادی علامات سپردِ قلم کر دی جائیں۔ تاکہ امتِ مسلمہ کے ایمان کا تحفظ ہو۔ الحمدللہ یزیدیوں کی

اگر کوئی شخص واقعہ کربلا یا یزید کے حوالے سے سوال کرلے تو اس طرح کی باتیں کرنے لگیں "کہ بھائی ان مسائل میں کیا رکھا ہے؟ ہمیں قبر کی فکر کرنی چاہیے، قبر میں کونسا حسین رضی اللہ عنہ یا یزید کے بارے میں سوال ہونا ہے؟ جبکہ دیگر اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے انہیں آخرت کی فکر لاحق نہیں ہوتی اور نہ ہی قبر کی یاد ستاتی ہے۔ بلکہ مخالف فرقے کو رگیدنا دین کی سب سے اہم خدمت تصور کرتے ہیں

اگر کسی عالم کی مسئلہ یزید پر لکھی ہوئی ایسی کتاب جس میں یزید کے مکروہ چہرے سے پردے ہٹائے گئے ہوں، ان کے سامنے رکھ دی جائے، تو کتاب میں دیئے گئے دلائل کا جواب دینے کی بجائے، مصنف کے متعلق بدزبانی کرنے لگیں۔ عوام الناس کو بدظن کرنے کے لیے مختلف قسم کی الزام تراشیاں کرنے میں ذرا بھر بھی شرم محسوس نہ کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔ " نفس و شیطاں کے خدع و فریب کے کاروبار بہت وسیع ہیں

۔ لوگوں نے ہمیشہ اس کو میکدوں میں ڈھونڈا، مدرسوں اور خانقاہوں میں ڈھونڈتے تو شائد جلد پتا لگ جاتا" (تذکرہ صفحہ ٦٤)

عوام الناس سے گزارش ہے کہ درج بالا علامات کو ذہن نشین کرلیں تا کہ اہل حق کی صفوں میں چھپے ہوئے ناصبیوں کا سراغ لگایا جاسکے۔

آخر میں ہم شکر گزار ہیں اُن تمام علمائے کرام اور خطبائے عظام کہ جنہوں نے نہایت جرات و خلوص کا ثبوت دیتے ہوئے کتاب کی تائید فرمائی۔ اور

"ولا یخافون لومۃ لائم"

کا مصداق بن گئے۔ ہم ان تمام علمائے کرام اور خطبائے عظام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ اندیشہ سود و زیاں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بھرپور اور دو ٹوک انداز میں پہلے "ایامِ یزید" اور اب "دفاعِ امامِ حسین" کی تائید کرتے ہوئے ثابت کر دیا۔ کہ ہماری وابستگی صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار کے ساتھ ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ یہ سعادت ان سعادت مندوں کے نصیب میں کاتبِ تقدیر نے ازل ہی سے لکھ دی تھی۔ کیونکہ ہر شخص خود کو پُر کٹھن راہوں کا مسافر بنا کر قافلہ حسین کی ہمراہی نہیں پا سکتا۔ ان صاحبانِ اقبال کے برعکس کچھ ایسے بھی ہیں جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو ذہن کی سکرین پر یکے بعد دیگرے کئی چہرے ابھرتے ہیں پھر تاریکی میں روپوش ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اہلِ کوفہ کے مفاد پرست گروہ کی تاریخ دہراتے ہوئے مفاد پرستی کی خوش نما اور پُر فریب وادیوں میں اتر گئے۔ کسی نے کہا۔ مدرس ہوں مجھے منصبِ تدریس سے ہٹا دیا جائے گا۔ کسی نے کہا خطیب ہوں، منبر و محراب سے محروم ہو جاؤں گا۔ حتیٰ کہ کسی نے ناصحانہ انداز میں مفاد پرستی اور مصلحت کوشی کی تلقین کر ڈالی۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ اب میرا قلم بھی عاجز آ چکا ہے کہ اُن پُر کیف و فرحت بخش لمحات کو احاطہ تحریر میں لا سکے۔ میں وہ لمحات ہرگز نہ بھول پاؤں گا۔ کہ جب چہار سو ناصبیت دندناتی نظر آتی۔ اور کانوں میں آغا شورش کشمیری کے یہ الفاظ رس گھولنے لگتے۔

تقاریر و تحریرات کا سالہا سال تک جائزہ لینے کے بعد ہم چند ایسی علامات اخذ کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ جن کی مدد سے مکار ناصبی کو بھی بآسانی ڈھونڈ نکالا جاسکتا ہے۔ یاد رہے وہ لوگ ناصبی ہوں گے جو

- حضرت حسین علیہ السلام کی فضیلت میں آنے والی ایسی اکثر روایات کو ضعیف قرار دینے لگیں۔ جنھیں جلیل القدر محدثین کرام نے صحیح قرار دیا ہے۔
- حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کا دیگر شہدائے اسلام کی شہادتوں سے موازنہ کرتے ہوئے اس طرح کی باتیں کرنے لگیں۔

اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے تو فلاں کی شہادت بھی ہوئی ہے۔ فلاں سانحہ کوئی کم دردناک ہے۔ بلکہ فلاں شخصیت کی شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بڑھ کر ہے۔ حالانکہ اس طرح کا انداز اپنانا انتہائی نازیبا و گھٹیا ہے۔

چاہیے تو یہ کہ جب دیگر شہدائے اسلام میں سے کسی شہید کا تذکرہ کرنا ہو تو دل کھول کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس شہید کا ذکر خیر کیا جائے۔ اور جب سیدنا حسین علیہ السلام کی شہادت کا تذکرہ کرنا ہو تو پھر بھی کسی بخل سے کام نہ لیا جائے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں یا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں یا سیدنا امام حسین علیہ السلام یہ سب اہلِ سنت کے ہاں اہل اسلام کی مشترکہ قابلِ احترام شخصیات ہیں۔ ان میں کسی شخصیت کیساتھ ناانصافی نہیں ہونی چاہیے، ہر ایک کا ذکر خیر کرنا ہم پر فرض ہے۔

- سیدنا حسین علیہ السلام کے فضائل بیان کرتے کرتے اُن ہی پر دبے لفظوں میں اعتراضات کرنے لگیں۔ مثلاً اس طرح کی گفتگو کرنے لگیں۔

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہی بات مناسب تھی کہ وہ اپنے سے مفضول شخص کی خلافت کو تسلیم کر لیتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور ان کا احساس فضیلت ایک نہایت ہی المناک سانحے کا سبب بنا" (رسومات محرم اور سانحہ کربلا ص ۱۰۹)

- یزید کو قتلِ حسین علیہ السلام سے بری قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالیں۔
- اپنی تحریرات و تقاریر میں بار بار کہتے رہیں ہم یزید کی وکالت نہیں کر رہے، ہم یزید کے وکیل نہیں۔
- اپنی تحقیق کو اکابرینِ اسلام کی تحقیق پر مقدم قرار دیں اور اپنی تحقیق کو درست اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء و محدثین کی تحقیق کو غلط قرار دیتے ہوئے کہنے لگیں۔ "یہ مسئلہ سابقہ علمائے کرام کو سمجھ نہیں آیا۔ پہلے وقتوں میں تحقیق کے وسائل مہیا نہیں تھے اس لیے صحیح اور مکمل تحقیق وہی ہے جو ہم نے پیش کی ہے"۔
- یہ لوگ محرم الحرام کے مہینے میں حتیٰ کہ دس محرم کے دن بھی حضرت حسین علیہ السلام کا تذکرہ کرنے سے اجتناب کرتے ہیں، بلکہ کبھی فکرِ آخرت، کبھی ماں کی شان، کبھی نو دس محرم کے روزے کے احکام و مسائل بلکہ اکثر ناصبی شہادت حسین علیہ السلام کے مقابلے میں شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ کیا ان ناصبیوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کس تاریخ کو ہوئی تھی؟
- حساس سے حساس ترین مسائل پر بے دھڑک، بے تکان بولتے چلے جائیں۔ لیکن جب مسئلہ یزید آئے اور اگر ماحول کو سازگار نہ پائیں تو سکوت سکوت کی رٹ لگانا شروع کر دیں۔ اگر ماحول سازگار پائیں تو یزید کی وکالت کرنے لگیں۔

عام مل جاتی ہے ہر نگری میں اولادِ یزید

شاذونادر لوگ ہوتے ہیں طرف دارِ حسین

شمر ذی الجوشن کی اولادیں کھلے بندوں پھریں

شکر ایزد شور میں ہم رہیں گرفتارِ حسین

ہمارے لیے بس یہی کافی ہے کہ ہمیں یزید وابنِ زیاد کی ہمرکابی کی بجائے نواسۂ رسول ﷺ کی چوکھٹ کی پہرے داری مل گئی۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں یہ سب اس منعم حقیقی کا احسانِ عظیم ہے۔ ورنہ ۔۔۔ ہم کہاں اور اُن کی چوکھٹ کہاں؟

اور دعا گو ہیں اس تحریک سے وابستہ ان احباب کے حق میں جو اس مقدس مشن کے ساتھ دلی وابستگی رکھتے ہیں۔ بالخصوص شعبہ نشرو اشاعت کے جملہ اراکین جناب محترم جواد یوسف صاحب (پرنسپل جناح انٹر نیشنل سکول آف سائنس) اور جناب محترم حکیم غلام علی گورایہ صاحب جنہوں نے نامساعد حالات میں قابلِ ستائش و کلیدی کردار ادا کیا۔

جناب محترم حافظ ریاست علی صاحب (معلم گورنمنٹ سکول ملک پور) جنہوں نے خصوصی توجہ دیتے ہوئے پروف ریڈنگ کا فریضہ سرانجام دیا۔

جناب قاری عثمان سلیم صاحب (شاگردِ رشید قاری عبدالحفیظ صاحب) جو کہ پنجابی زبان کے صاحبِ طرز خطیب اور نہایت متحرک شخصیت ہیں۔ جنہوں نے ملک کے طول و عرض میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے علماء و مشائخ سے تاثرات و تقریظات لکھوا کر شیخ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کردی۔

اور اسی طرح دعا گو ہوں ڈائریکٹر شعبہ نشرواشاعت جناب محمد اعظم (پرنسپل سرسید گرائمر سکول) اور ان کے ساتھیوں کا جن کی کاوشوں کے نتیجے میں دفاعِ اہل بیت سے متعلقہ لٹریچر (ایام یزید اور دفاعِ امام حسین علیہ السلام) کی پبلشنگ ممکن ہوئی۔ میری دلی دعا ہے کہ دفاع اہل بیت کے سلسلہ میں جو لائحہ عمل انہوں نے طے کیا ہے۔ اللہ خصوصی تائید و نصرت سے نوازے اور اس مقدس مشن کی تکمیل کی راہیں ہموار فرمائے۔ آمین۔

ان کے علاوہ بے شمار وہ احباب جو اس مقدس مشن کے ساتھ دلی وابستگی رکھتے ہیں، جنکی دعاؤں کی بدولت یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اللہ کریم ہمارے ان تمام معاونین و رفقاء کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔

ایک تاثر ایک حقیقت

عظیم اسلامی سکالر حافظ ریاست علی توحیدی حفظہ اللہ

"نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم"

ایک بندہ درویش کے سر پر برسوں سے یہ دھن سوار ہے کہ دفاعِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایسا کام کیا جائے کہ جس کے ذریعے نہ صرف موجودہ دور کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا بندوبست ہو سکے بلکہ یہ کام آنے والی نسلوں کے لیے بھی مشعلِ راہ ثابت ہو۔ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی مصطفیٰ المصطفیٰ ہے۔

دفاعِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ اپنے موضوع پر مصنف کی دوسری کتاب ہے۔ "ایامِ یزید" کے نام سے شائع ہونے والی پہلی کتاب جب مارکیٹ میں آئی تو ہر طرف تہلکہ مچ گیا۔ اور کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔

کتاب پڑھ کر یزید پلید کی محبت کا دم بھرنے والے ہزاروں افراد نے اہل بیت سے محبت کے تقاضوں کو سمجھ کر یزید اور محبانِ یزید سے برات کا اعلان کیا۔ آپ کے قلم اور طرزِ نگارش و استدلال میں ایسا زور ہے۔ کہ کثیر تعداد میں علماء کرام اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑ کر حسینی قافلہ میں شامل ہو گئے۔ اور آج دفاعِ امام حسین کی دعوت ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اور مخالفین و حاسدین شیخ موصوف کے دیئے گئے حوالہ جات میں سے کسی ایک کا بھی رد نہیں کر سکے۔ یہ حضرتِ امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کا اعجاز ہے۔ کہ جو شخص بھی آپ علیہ السلام کی ذات اقدس سے دلی وابستگی

اختیار کر لیتا ہے۔ ایمان کی حلاوت کو پالیتا ہے۔ وہ دنیاوی آرام و آسائش کو تج دیتا ہے۔ راہِ حق میں آنے والے مصائب اور مشکلات کو وہ پر کاہ جتنی بھی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت شیخ موصوف کی زندگی ہے۔

میری دعا ہے کہ "دفاعِ امام حسین" کو بھی اللہ وہی قبولِ عام عطا فرمائے۔ جو "ایام یزید" کے حصہ میں آیا۔ اور شیخ موصوف کو اپنی تائید و نصرت سے نوازے۔
آمین

حافظ ریاست علی توحیدی
۲۵ مئی ۲۰۱۸

18/3/2023.

تقدیم

خطیب العرب والعجم شیخ الاسلام سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

امیر متحدہ جمیعت اہلحدیث پاکستان

الحمدلله رب العالمين و العاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيدالمرسلين

امابعد

محسن سے محبت کرنا اور والہانہ لگاؤ رکھنا، فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے۔ بلاشبہ اسلامی تعلیمات عین فطرتِ سلیمہ ہیں۔ رسولِ کریم جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

"احبوا الله لما يغذوكم من النعم و احبو نى لحب الله واحبوا اهلَ بيتى لحبى"

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس سے محبت کرو، اور حبِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ میرے ساتھ محبت کرو، اور میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔ کیونکہ یہ میری محبت کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ محسنِ عظیم ہے جس کے احسانات کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

"وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها۔۔۔۔۔الخ" (سورہ النحل آیت۱۸)

اس کے بے شمار انعامات اور احسانات میں سے سب سے بڑا احسان اور انعام رسولِ اکرم ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کی بعثت ورسالت ہے۔ ارشادِ رب العالمین ہے۔

"لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوامن قبل لفى ضلل مبين"

(ال عمران آیت نمبر ١٦٤)

تو گویا آپ ﷺ کا وجودِ اطہر، آپ ﷺ کی بعثتِ جلیلہ انسانیت کے لیے خالق کائنات کا عظیم الشان احسان، فقید المثال انعام اور انمول تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو محسنِ انسانیت، معلمِ آدمیت، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین اور بالمومنین روف رحیم کے رفیع الشان منصب پر فائز فرمایا۔

"وانکِ لعلی خلق عظیم" (سورہ القلم آیت نمبر ٤)

بلند ترین اعزاز سے سرفرازا، چنانچہ محسنِ انسانیت، رہبر امت، دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، محمد مصطفےٰ و مجتبیٰ ﷺ نے انسانیت کی فوز و فلاح، بہبود و رفاہ، تعلیم و تربیت، وعظ و ارشاد، ترقی و خوشحالی، تہذیب و تمدن، اقبال و عروج کے لیے شفقت و محبت، علم و عرفان، حکمت و بصیرت، فصاحت و بلاغت، دانائی و فراست کے جو دریا بہائے، بگڑے انسانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے جو لازوال اور بے مثال قربانیاں پیش کیں جن کی برکت سے انسانیت کو کفر و شرک کی ظلمتوں سے نجات ملی، عقیدہ توحید اور ایمان و ایقان کا نور نصیب ہوا۔ معاشرتی ظلم و استحصال سے چھٹکارا ملا، اور عدل و انصاف کا بول بالا ہوا۔ فتنہ و فساد کی جگہ انسانی معاشرے کو اخوت و ایثار اور امن و امان جیسی نعمتیں حاصل ہوئیں۔ امت کی مرکزیت کا ضامن بیت اللہ بطور قبلہ نصیب ہوا۔ اور مومنین کے قلوب و ارواح کی پیاس بجھانے کے لیے مدینہ طیبہ سے فریفتگی و شیفتگی کا لازوال قلبی رشتہ نصیب ہوا۔ ہدایت و رہنمائی کے لیے آپ ﷺ نے ہمیں قرآن مجید، سنتِ مطہرہ، سیرتِ طیّبہ کے ساتھ ساتھ

اپنی عترت، یعنی آلِ اطہار سے نسبتِ جلیلہ عطا فرمائی۔ اس محسنِ اعظم کا حق ہے کہ ہم اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر بلکہ اپنی جان سے زیادہ محبت کریں۔ آپ ﷺ نے غدیر خم پر جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کو بار بار پڑھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

انا تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی

(صحیح مسلم حدیث نمبر ٦٢٢٥)

"وعترتی اھل بیتی انھما لن یتفر قا حتیٰ یردا علی الحوض"

(مجمع الزوائد حدیث نمبر ١٤٩٥٧)

میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اس کی ترغیب دی پھر فرمایا، دوسری بھاری چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں تم کو اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں، تین بار فرمایا،

مجمع الزوائد میں اہل بیت اور عترت کے الفاظ ہیں۔ اور مزید فرمایا کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک میری عترت اور قرآن ہرگز جدا نہ ہونگے۔ امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

" انھم ذریۃ من اشرف بیت وجد علی وجہ الارض" (البدایہ والنھایہ)

وہ پاکباز ذریت ہے روئے زمین پر پائے جانے والے تمام گھرانوں سے افضل گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔کہ

"کان احمد بن حنبل اذا سئل عن علی و اهل بيته قال اهل بيت لايقاس بهم احد"
(التبصرہ ج ١ ص ٣٢٥)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ، اہل بیتِ اطہار کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ فرماتے کہ اہل بیت کے ہم پلہ کوئی گھرانہ نہیں،اور خود امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت اطہار کے متعلق فرماتے ہیں۔

"سبحان من كسا اهل البيت نورا و جعل عليهم خندقا يقي الرجس و سورا فاذا تلقوا يوم القيامة تلقوا حبورا"
(التبصرہ ج ١ ص ٣٢٥)

اللہ وہ پاک ذات ہے جس نے اہل بیت کو (نورِ ایمان و یقین، نور علم و عرفان، نور عمل و تقویٰ، نور زہد وورع، نور عفت و عصمت، نورِ طہارت و عبادت، نورِ حسن جمال، نور محبت و عقیدت ۔۔۔) کی چادر پہنائی۔اور انہیں ہر قسم کی میل کچیل اور آلودگی سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے ارد گرد خندق اور دیوار کھڑی کر دی۔اور وہ روزِ قیامت فرح و انبساط، خوشی و مسرت سے نوازے جائیں گے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں۔

"كانت فاطمة بنت النبیؐ احب الناس اليه و كان علی اعز الخلق عليه وجعل الله

ريحنا ته من الدنيا ولديه فاذا احضرهم الحق غدا عنده ولديه اكرمهم اكراما عظيما موفورا سعيكم مشكورا "

(البنہ ﷺ ج ۱ ص ۳۲۵)

سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا رسول کریم ﷺ کو سب لوگوں سے زیادہ پیاری تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عزیز تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹوں (حسن و حسین علیہما السلام) کو رسولِ کریم ﷺ کے لیے خوشبودار پھول بنایا۔ اللہ تعالیٰ ان پاکباز ہستیوں کو کل روزِ قیامت جب اپنے ہاں بھلائے گا توانہیں عظیم المرتبت عزت و تکریم سے نوازے گا۔ اور فرمائے گا کہ تمہاری تمام مساعی جمیلہ اور جہود طیبہ قابلِ قدر، لائقِ ستائش قرار پائیں۔

ہمارے اسلاف نے ہمیشہ اہل بیتِ اطہار سے محبت و عقیدت کا پرچم تھامے رکھا، ان سے والہانہ محبت کرنا ایمان سمجھا۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ السنن میں حدیثِ نبوی درج کرتے ہیں۔

"قال رسول اللهﷺ من احب الحسن والحسين فقد احبني و من ابغضهما فقد ابغضني "

(السلسلة الصحيحة حديث نمبر ۲۸۹۵)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، جس نے حسن و حسین سے محبت کی اس نے گویا میرے ساتھ محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔

حضرت شیخ الحدیث، استاذ العلماء مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

"هذا يدل على ان محبتهما فرض لا يتم الايمان بدونها"

(انجاز الحاجة شرح ابن ماجه ج ۱ ص۵۵۰)

یہ حدیث پاک دلالت کرتی ہے کہ حسن و حسین سے محبت کرنا فرض ہے اور اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق فرمایا،

"حسين منى و انا من حسين"

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ یہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا اقتباس پیش فرماتے ہیں۔

"قال القاضى كانه علم بنور الوحى ماسيحدث بينه و بين القوم و بين انهما كالشئ الواحد فى وجوب المحبة و حرمة التعرض والمحاربة"

(انجاز الحاجة شرح ابن ماجه ج ۱ ص۵۵)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نورِ وحی سے علم ہو چکا تھا کہ میرے حسین علیہ السلام اور قوم کے درمیان کیا حادثہ پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ میں اور میرا حسین ایک ہی ہیں۔ ہم دونوں کی محبت واجب اور ہمارے ساتھ لڑائی کرنا حرام۔

برادرانِ ملت!

یہ ہمارے اسلاف ہیں جو امام حسین علیہ السلام سے محبت کرنا فرض اور ان سے لڑائی کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ ان سے والہانہ فریفتگی و شیفتگی کو ایمان قرار دیتے ہیں۔ واقعہ کربلا

۵۔ آپ ﷺ کی محبت کی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کا تذکرہ کیا جائے، آپ ﷺ پر درود پڑھا جائے اور آپ ﷺ کے اوصاف جلیلہ کا ذکر کیا جائے۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنایا جائے اور اگر کوئی بد باطن آپ ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کرے تو آپ ﷺ کا دفاع کیا جائے۔ آپ ﷺ کی حرمت و ناموس کا تحفظ کیا جائے۔

۶۔ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے محبوب ترین نواسے حضرت امامِ حسین علیہ السلام سے بے تحاشہ محبت کی جائے۔ ان کا تذکرہ کیا جائے، ان کے فضائل و شمائل اور مناقب کو بیان کیا جائے۔ آلِ محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے، ان کے نقشِ قدم کو اپنایا جائے۔ اور ان کے مصائب و مشکلات بالخصوص واقعہ کربلا میں ان پر ہونے والے مظالم پر دل میں حزن و ملال کا گہرا احساس ہو۔ اور اگر کوئی روسیاہ دشمنانِ امامِ حسین علیہ السلام کا وکیلِ صفائی بنے اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر اعتراضات قائم کرکے اپنی غلیظ سوچ، گھٹیا ذہنیت اور اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرے تو ایسے ناصبی کا رد کیا جائے۔ اس کے ناپاک خیالات کو قرآن وحدیث کے دلائل اور اسلاف کے ٹھوس اور واضح موقف کے ساتھ خس وخاشاک کی طرح اڑا دیا جائے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ امامِ حسین علیہ السلام کی سرکوبی کے لیے ہر دور میں محدثین، مجتہدین، ائمہ جرح وتعدیل، اور اولیاء کرام کی پاک باز جماعتیں اور عظیم المرتبت گروہ پیدا کیے۔ موجودہ دور میں بھی حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے خلاف ناپاک افکار

کے حاملین کو بے نقاب کرنے اور ان کی تاویلات باطلہ کارد کرنے اور ان کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا قلع قمع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلص علماء کو توفیق سے سرفرازا ہے۔ جو شب و روز اس کارِ خیر میں مصروف و مشغول ہیں۔ اور حضرت حسین علیہ السلام کا دفاع کر رہے ہیں۔ دشمنانِ امامِ حسین علیہ السلام کی ہر محاذ پر تردید کر رہے ہیں۔
(کثر اللہ امثالھم)

ان پاکباز سرفرشوں میں میرے دینی برادر شیخ الحدیث مولانا مصطفیٰ المصطفی حفظہ اللہ نہایت نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ جو نہایت خلوص و وفا کی تصویر اور صدق و استقامت کا پیکر بنے ہوئے راہِ حق پر گامزن ہیں۔ حبِ اہل بیت سے سرشار رواں دواں ہیں۔

یقینِ محکم، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

دشمنانِ امامِ حسین علیہ السلام نے جو شکوک و شبہات پھیلا رکھے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں نہایت مدلل اور جامع انداز میں ان کا علمی رد کیا ہے۔ اور کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں اسلاف کا صحیح موقف واضح کر دیا ہے۔ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
" لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق لایضر ھم من خالفھم ---------الخ"
کے مصداق حضرت امامِ حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والا طائفہ بر حق ہر دور میں سرگرمِ عمل رہا ہے۔ اور یہ مبارک گروہ ہمیشہ اپنا یہ دینی فریضہ انجام دیتا رہے گا۔ اللہ

مولانا مصحفی صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو اپنی مخلوق کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

تاریخ 15-10-2017

ولادتِ سیدنا امام حسین علیہ السلام

"ولد لخمس ليال خلون من شعبان سنة اربع"

پانچ شعبان ۴ ہجری کو عالمِ دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ص۲۱۷)

﴿جسدِ حسین علیہ السلام جسدِ نبوی کے مشابہ تھا﴾

"كان جسد حسين يشبه جسد رسول الله ﷺ"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا جسد نبی ﷺ کے جسد کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا تھا

(ابنِ عساکر ج ۷ ص ۱۷)

﴿سرورِ کائنات ﷺ خود ہی کان میں اذان کہتے ہیں﴾

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"رأيت رسول الله ﷺ أذن الحسين حين ولدته فاطمة رضي الله عنها"

کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی۔

(مستدرك حاکم حدیث نمبر ٤٨٢٧ ،امام حاکم فرماتے ہیں هذا حديث صحيح الإسناد)

امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ولما ولد أذن النبي ﷺ في أذنه"

کہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔

(اسد الغابہ ج ١ ص٢٦٣)

﴿نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹی دیتے ہیں اور دعائے خیر سے نوازتے ہیں﴾

"عن النبي صلى الله عليه وسلم انه حنكه وتفل في فيه ودعا له"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خود گھٹی دی، اور منہ کھول کر اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ اور دعائے خیر سے نوازا۔

(البدایہ والنهایہ، ج٨ص١٦٠)

﴿نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی عقیقہ کرتے ہیں﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ میں دو بکریاں ذبح کیں۔

(مصنف عبد الرزاق ج٤ص٣٦٠ حدیث نمبر٧٩٦٣)

﴿پیغمبرِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین نام رکھواتے ہیں﴾

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حمزہ رکھا۔ اور جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کا نام ان کے چچا کے نام پر جعفر رکھا۔ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام تبدیل کر دوں"۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کا نام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔

(مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۷۰، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۷۳٤)

چند اہم نکات:۔

ا۔ لفظِ حسین خالصتاً عربی لفظ ہے۔ جس کا مادہ ح، س، ن ہے۔ حسین اسے کہا جاتا ہے۔ جس کی صورت و سیرت ایسی ہو کہ دیکھنے والا بے ساختہ دادِ تحسین دینے لگے۔ اگر سیدنا حسین علیہ السلام سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہونا ہوتا۔ تو اللہ رب العالمین کبھی بھی حسین نام نہ رکھواتے۔ جسے اللہ تعالیٰ حسین کہیں۔ رسول کائنات حسین کہیں۔ اس مقدس ذات پر اعتراض کرنا اور طرح طرح کی عیب چینیاں کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔

۲۔ درج بالا روایت کے یہ الفاظ "مجھے حکم دیا گیا ہے"۔ اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم پر یہ نام رکھے ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف اور صرف اللہ ہی حکم دے سکتے ہیں اور کوئی نہیں۔

عظمتِ حسین علیہ السلام قرآنِ کریم کی روشنی میں

حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی عظمت کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے۔ کہ آپ علیہ السلام اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشم وچراغ ہیں۔ یہ وہ مقدس گھرانہ ہے۔ جس کا نام آتے ہی عاشقانِ رسالت کے سر ادب واحترام کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ بعض اہلِ دل تو ایسے ہیں جن کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ زباں پر بے ساختہ صلِ علی محمد و علی آل محمد کے پُر کیف وجد آفریں کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گھرانہ ہے صحابی ہو خواہ تابعی، محدث ہو یا مفسر بارگاہِ ربوبیت میں خواہ کتنے ہی بلند درجے پر فائز کیوں نہ ہو جب تک اس مقدس گھرانے کو درودو سلام کا نذرانہ پیش نہ کر لے، نماز کے مکمل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ مقدس گھرانہ ہے۔ جس کا تذکرہ مالکِ روزِ جزا نے اپنی آخری کتاب میں اس طرح فرمایا۔

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"

اے اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے۔ اور تمھیں اس طرح پاک وصاف رکھے، جس طرح پاک صاف رکھنے کا حق ہے۔

(سورۃ الاحزاب ، آیت نمبر ۳۳)

اب دیکھنا یہ ہے کہ "الرجس" سے کیا مراد ہے۔ قرآن وحدیث ولغتِ عرب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظِ رجس ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔

علامہ راغب الاصفہانی ﷫ لکھتے ہیں۔

"الرجس الشیء القذر و الرجس یکون علی اربعۃ اوجھۃ اما من حیث الطبع واما من جھۃ العقل واما من جھۃ الشرع واما من کل ذالک"

(مفردات القران ص ۲۰۵)

"رجس" ناپاک چیز کو کہتے ہیں۔ رجس کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ چیز جسے طبعیت ناپسند کرے۔

۲۔ وہ چیز جسے عقلِ انسانی بُرا اور گھٹیا تصور کرتے ہوئے، اس سے بچنا چاہے۔

۳۔ وہ چیز جسے شریعت نے ناپاک قرار دیا ہو۔

۴۔ وہ چیز جسے طبیعت، عقل اور شریعت تینوں نے ناپاک قرار دیا ہو۔

ابو منصور محمد بن احمد الازہری ﷫ لکھتے ہیں۔

" الرجس اسم لکل ما استقذر من عمل"

ہر وہ چیز جسے گھٹیا اور ناپسندیدہ تصور کرتے ہوئے، انسان اُس سے دُور رہے، وہ رجس ہے۔ (تھذیب اللغۃ جلد ۱۰ ص ۳۰۶)

ثابت ہوا۔ اہل بیتِ رسول ﷺ ہر ایسے کام اور ہر ایسی صفت سے کوسوں دور ہیں۔ جنہیں طبیعتیں بُرا سمجھیں۔ عقل اظہارِ نفرت کرے۔ شریعت اس کے گھٹیا پن کا اعلان کرے۔ غور فرمائیں۔ کیا یہ ممکن ہے ہم لوگ جو دن رات خالق کی نافرمانی سے اپنے باطن کو ناپاک کرتے رہتے ہیں۔ انانیت، ضد وہٹ دھرمی کو بُرا سمجھیں اور وہ ذات جسے اللہ ﷻ نے پاک رکھنے کا اعلان کیا ہو۔ اور جس کی تربیت آغوشِ

نبوت میں ہوئی ہو اور رگوں میں خونِ علی دوڑ رہا ہو۔ وہ ان ناپسندیدہ کاموں میں لگ جائے۔ کیا آج کا ناصبی محقق یہ باور کروانا چاہتا ہے۔ کہ وہ نواسۂ رسول ﷺ سے بھی زیادہ طہارت و پاکیزگی کی منازل طے کر چکا ہے۔ ہو سکتا ہے، کوئی ناصبی کہنے لگے اس بات کی کیا دلیل ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام اہل بیت میں سے ہیں۔ یاد رہے ، رسول کائنات ﷺ اپنی زبانِ نبوت سے سیدنا حسین علیہ السلام کو خاندانِ نبوت کا چشم و چراغ قرار دے چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

عمر بن ابی سلمہ کا بیان ہے۔

"لما نزلت هذه الآية على النبى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا فى بيت ام سلمة فدعا فاطمة وحسنا و حسينا فجللهم بكساء وعلى خلف ظهره فجلله بكساء ثم قال اللهم هو لاء اهل بيتى فاذهب عنهم الرجس و طهر هم تطهيرا"

یہ آیت مبارکہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ علیہا السلام کے گھر میں نازل ہوئی۔ نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ علیہا السلام حضرت حسن علیہ السلام، حضرت حسین علیہ السلام کو بلایا۔ ان پر اپنی کملی ڈال دی۔ حضرت علی علیہ السلام آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان پر بھی اپنی کملی ڈال دی۔ پھر یہ دعا فرمائی:

" فاذهب عنهم الرجس و طهر هم تطهيرا"

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھنا اور اس طرح پاک صاف رکھنا، جس طرح پاک صاف رکھنے کا حق ہے۔

(صحیح ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۷ ، قال البانی صحیح)

یہ روایت اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام اہل بیت کے ممتاز ترین فرد ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کتب حدیث کا مطالعہ کرنے والے پر خانوادہ رسالت ﷺ کا مقام و مرتبہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے امت کو اس مقدس گھرانے کے فضائل و مناقب سے جابجا آگاہ فرمادیا ہے۔

﴿ان کا نقش قدم مشعل ہدایت ٹھہرا﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر تشریف فرما تھے۔ میں نے خود سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

"یا أيها الناس إني قد تركت فيكم ما إن أخذتم به لن تضلوا كتاب الله وعترتي أهل بيتي"

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان سے وابستہ رہو گے۔ ہر گز گمراہ نہیں ہو گے۔ سنو! ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری آل و اولاد۔:

(المعجم الاوسط حدیث نمبر ۵۷۴۷ ، تحفۃ الاطراف حدیث نمبر ۲٦۱۵، المسند الجامع حدیث نمبر ۲۴۴۰، جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸٦، ناصرالدین البانی فرماتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۷۰۲۱۔ حسین سلیم اسد کہتے ہیں رجالہ رجال الصحیح)

الحاصل:۔

قرآن پاک اور اہل بیت سے وابستہ رہنے والا شخص گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ حضرت

حسین رضی اللہ عنہ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں۔ اس لیے ان کے نقش قدم پر چلنا گمراہی سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے۔ جن کے دامن سے وابستگی گمراہی سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہو۔ وہ خود کیسے گمراہ ہو سکتے ہیں؟؟

﴿قرآن اور اہل بیت اکٹھے ہی رہیں گے، کبھی جُدا نہ ہونگے﴾

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إني تركت فيكم خليفتين كتاب الله وأهل بيتي وإنهما لن يتفرقا حتى يردا علي الحوض"

میں تمہارے پاس اپنے دو جانشین چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتابِ الٰہی اور دوسری اپنی اہل بیت، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن اور میرے اہل بیت دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہونگے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہی رہیں گے۔ حتیٰ کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آجائیں گے۔

(مسند البزار حديث ٤٣٢٥، مصنف ابن ابی شيبہ ٣٢٣٣٧، سنن الكبرى للنسائی حديث نمبر ٨٠٩٢، المستدرک حاكم حديث نمبر ٤٥٧٦، المعجم الكبیرحديث نمبر 4790)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ و رجالہ ثقات: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد حدیث نمبر ۷۸۴)

الحاصل:۔
اس فرمانِ نبوی ﷺ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن اور اہل بیت کا رخ ساقی کوثر ﷺ کی طرف ہے۔ قرآن اور اہل بیت سے وابستگی کے بغیر حوضِ کوثر تک پہنچنا ناممکن ہے۔ جو شخص حوضِ کوثر تک پہنچنے کی آرزو رکھتا ہو۔ اسے چاہیے کہ قرآن حکیم اور عترتِ رحمۃ للعالمین ﷺ سے وابستہ رہے۔
یہ نہیں فرمایا کہ اہل بیت قرآن سے دور نہ ہونگے۔ بلکہ وہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جو اہل بیت کی حقانیت کی روشن شمع بن کر تاریخ کی پیشانی پر جگمگاتے رہیں گے۔ فرمایا! اہل بیت قرآن سے دور نہ ہونگے۔ اور قرآن اہل بیت سے دور نہ ہوگا۔ اے اہل بیتِ پیغمبر ﷺ قربان تمہاری عظمت پر دنیا جہان کی عظمتیں۔ تمہاری عظمت کی ایسی شمع روشن ہو گئی جسے ناصبیت کی تند و تیز آندھیاں بھی بجھانہ پائیں گی۔

﴿اہل بیت سے بغض رکھنے والے کی کوئی عبادت اسے جہنم سے بچانہ پائے گی﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا
"فلو أن رجلا صفن بين الركن والمقام فصلى وصام ثم لقى الله وهو مبغض لأهل بيت محمد ﷺ دخل النار"
اگر کوئی شخص رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو۔ نماز پڑھے، اور اُس نے روزہ بھی رکھا ہوا ہو اور اس حالت میں مر گیا کہ وہ اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ جہنم میں ہی جائے گا۔

(المعجم الکبیرحدیث نمبر۱۱۲۵۹، کنزالعمال حدیث نمبر ۳۳۹۱۱۰، جامع الاحادیث حدیث نمبر ۲۵۸۸٤، مستدرك حاکم حدیث نمبر ٤٧١٢) امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق حسن صحیح ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔

الحاصل:۔

انسان کو اپنے دل کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ کہ دل میں کہیں آلِ رسول ﷺ کا بغض تو نہیں۔ ایسی نماز سے کیا حاصل۔ کہ انسان کی زبان پر صلِ علیٰ محمد وعلی الِ محمد ہو اور دل آلِ محمد ﷺ کے بغض سے شبِ تاریک کی طرح سیاہ ہو چکا ہو۔

﴿میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا﴾

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ مکہ مدینہ کے درمیان خُم نامی چشمے کے پاس کھڑے ہوئے۔ حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔ أما بعد

"ألا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب وأنا تارك فيكم ثقلين أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به فحث على كتاب الله ورغب فيه"

اے لوگو! میں ایک انسان ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آ پہنچے۔ اور میں اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اپنے خالق سے جا ملوں۔ میں تمہارے پاس دو نہایت ہی گراں مایہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے۔ جس میں ہدایت اور روشنی ورق ورق پر بکھری ہوئی ہے۔ لہٰذا

اس عظیم کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے قرآنِ پاک پر عمل پیرا رہنے کی کافی تلقین فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا۔

"وأهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي"

میرے اہلِ بیت، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے معاملے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔

(احمد حدیث نمبر ١٩٢٨٥، الدارمی حدیث نمبر ٣٣١٦، مسلم حدیث نمبر ٢٤٠٨، ابنِ خزیمہ حدیث نمبر ٢٣٥٧، ابنِ حبان حدیث نمبر ١٢٣، مستدرک الحاکم حدیث نمبر ٤٧١١)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"سماهما ثقلين ، لأن الأخذ بهما ، والعمل بهما ثقيل"

قرآن اور اہلِ بیت کا نام ثقلین اسی لیے رکھا گیا ہے کہ ان کے ساتھ وابستہ رہنا اور ان پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ (شرح السنة ۔ للإمام البغوی جز١٤ ص١١٨)

علامہ محمد علی الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وأنا تارك فيكم ثقلين ،سميا به لعظم شأنهما وشرفهما وأهل بيتي وثانيهما أهل بيته وحث على الوصية بهم لما علم مما سيصيبهم ،بعده من البلايا والرزايا انتهى"

قرآن اور اہل بیت کو ثقلین کا نام اس لیے دیا گیا کہ ان کی شان و شرف عظیم ترین ہے۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ اس وصیت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین اس طرح فرمائی۔ کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ میرے بعد ان پر بڑی مصیبتیں اور آزمائشیں آئیں گی۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وأنا تارك فيكم ثقلين يعني كتاب الله وأهل بيته . قال ثعلب . سمّاهما ثقلين ؛ لأنّ الأخذ بهما ، والعمل بهما ثقيل قلت : فكأنه ﷺ انما سمّى كتاب الله ، وأهل بيته : ثقلين لنفاستهما ، وعظم حرمتهما ، وصعوبة القيام بحقهما

آپ ﷺ نے ثقلین کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس سے مراد قرآن اور اہل بیت ہیں۔ امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے قرآن اور اہل بیت کو ثقلین اس لیے کہا ہے کہ ان پر عمل کرنا بہت ثقیل ہے۔ میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے قرآن اور اہل بیت کو ثقلین اس لیے کہا ہے کہ یہ نہایت نفیس ہیں۔ ان کی حرمت بہت بڑی ہے۔ اور ان کے حقوق ادا کرنا بہت مشکل ہے۔

وقوله وأهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا هذه الوصية وهذا التأكيد العظيم يقتضي وجوب احترام آل النبي صلى الله عليه وسلم وأهل بيته وإبرارهم وتوقيرهم ومحبتهم وجوب الفروض المؤكدة التي لا عذر لأحد في التخلف عنها . هذا مع ما علم من خصوصيتهم بالنبي صلى الله عليه وسلم وبأنّهم جزء منه ومع ذلك فقابل بنو أمية عظيم هذه الحقوق بالمخالفة والعقوق فسفكوا من أهل البيت دماءهم وسبوا نساءهم وأسروا صغارهم وخرّبوا ديارهم وجحدوا شرفهم وفضلهم واستباحوا سبّهم ولعنهم

فخالفوا رسول الله صلى الله عليه وسلم في وصيته وقابلوه بنقيض مقصوده وأمنيته فواخجلهم إذا وقفوا بين يديه ويا فضيحتهم يوم يعرضون عليه!

آپ ﷺ نے یہ جو تین مرتبہ فرمایا "أذكركم الله في أهل بيتي" یہ آپ ﷺ کی وصیت ہے اور یہ ایک نہایت اہم تاکید ہے۔ جو آپ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کی اہل بیت کے احترام کے واجب ہونے کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور اس وصیت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کیا جائے، عزت و توقیر کی جائے۔ ان کی محبت ان فرائض میں سے ہے۔ جن کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ کسی بھی شخص کے لیے اس وصیت پر عمل نہ کرنے کی کوئی رخصت نہیں، اس وصیت کے باوجود بنوامیہ نے ان حقوق کی مخالفت کی۔ چنانچہ انہوں نے اہل بیت کے خون بہائے، مستورات اہل بیت اور بچوں کو قیدی بنایا۔ ان کے گھروں کو اُجاڑا، اُن کے شرف و فضل کا انکار کیا۔ اور انہیں گالی دینا اور لعنت کرنا جائز سمجھا۔ بنوامیہ نے واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کی خلاف ورزی کی۔ ہائے! اُن پہ کس قدر شرمندگی طاری ہو رہی ہو گی۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ہائے ان کی رسوائی جب انہیں آپ کے روبرو کیا جائے گا۔ (المفہم ، جز ۲۰ ص ۵۲)

﴿حُبِ اہل بیت سے محروم دل، دولتِ ایمان سے بھی محروم رہتا ہے﴾

سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
" والذی نفسی بیدہ لا ید خل قلب امری الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی "
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کسی بھی شخص کے دل میں ایمان داخل ہو نہیں سکتا۔ جب تک وہ اہل بیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے محبت نہ رکھے۔
(ابن ماجہ حدیث نمبر ١٤٠، کنزالعمال ٣٤١٦٠، جمع الجوامع حدیث نمبر ٥٤٢، مستدرک حاکم حدیث نمبر ٦٩٦٠) امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

﴿بُغضِ اہل بیت جہنم کا راستہ ہے﴾

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"والذی نفسی بیدہ لایبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار"
اس ذات برحق کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ہم اہل بیت سے جو شخص بھی بغض رکھے گا۔ اللہ پاک اسے آتشِ جہنم میں ضرور داخل کریں گے۔
(کنز العمال حدیث نمبر ٣٤٢٠٤، جمع الجوامع حدیث نمبر ١٤٦٣، صحیح ابنِ حبان ٦٩٧٨، شعیب الارنووط لکھتے ہیں اسنادہ حسن، مستدرک حاکم حدیث نمبر ٤٧١٧، امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ السلسلۃ الصحیحۃ حدیث نمبر ٢٤٨٨)

"ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله ﷺ وأزواجه الطاهرات من كل دنس وذرياته المقدسين من كل رجس فقد برىء من النفاق"

جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی مقدس اولاد کے

بارے میں پاکیزہ اور اچھے خیالات کا اظہار کیا ایسا شخص منافقت سے بری ہو گیا۔
(شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ٤٠١)

عبداللہ بن محمد الغنیمان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

"ويحبون أهل بيت رسول الله ﷺ، ويتولونهم، ويحفظون فيهم وصية رسول الله ﷺ حيث قال يوم غدير خم، أذكركم الله في أهل بيتي"

اہل سنت نبی ﷺ کی اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں آپ ﷺ نے جو وصیت فرمائی تھی۔ اسے خاص طور پر مدِ نظر رکھتے ہیں۔

(شرح العقیدہ الواسطیہ)

صالح بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

يَحْفَظُونَ فِيهِمْ وَصِيَّةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لأنه عليه الصلاة والسلام --- وقد جاء في إكرام آل بيت النبي ﷺ وفي محبتهم وتوليهم أحاديث كثيرة

(شرح العقیدہ الواسطیہ ص ٢١٩٠)

اہل سنت اہل بیت کے بارے میں آپ ﷺ کی وصیت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ جو آپ نے فرمائی تھی۔ آلِ رسول ﷺ کی تکریم اور ان سے محبت رکھنے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔

الشیخ صالح الفوزان رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"فأهل السنة يحبونهم ويحترمونهم ويكرمونهم لأن ذلك من احترام النبي ﷺ وإكرامه ﷺ ،ولأن الله ورسوله ﷺ قد أمرا بذلك قال تعالى قُل لاَّ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ،الآية"

اہل سنت نبی کی اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں ان کا احترام اور تکریم کرتے ہیں۔ کیونکہ اہل بیت کا احترام نبی کریم ﷺ کا احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔ (شرح العقيدة الواسطية ١٥١)

الشیخ عمر بن سعود بن فہد العید لکھتے ہیں۔

"فما زال النبي يذكر هذا الامرويؤكد عليه اعلانا للامة ان الواجب عليها ان تقدر اهل البيت وان تنزلهم منالهم رضى الله عنهم وارضاهم ولا شك ان اهل بيت النبي لهم منازل عليا" (شرح لاميه ج٧ص ١٠)

نبی کریم ﷺ نے یہ واضح کرنے کے لیے کہ امت پر اہل بیت کے مقام و مرتبے کو پیش نظر رکھنا واجب ہے، اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کے حسن و حسین سے محبت کے انداز

﴿نبی کریم ﷺ خود حسن و حسین کو دم کیا کرتے تھے﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ حسن و حسین کو ان الفاظ کے ساتھ خود دم کرتے،

"اعیذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ھامۃ ومن کل عین لامۃ"

پھر فرماتے اس طرح ابراہیم علیہ السلام اسحاق و اسماعیل علیہما السلام کو دم کیا کرتے تھے

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۷)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مواقفت کرتے ہوئے اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

﴿مجھ سے ان کا لڑکھڑا کر گرنا برداشت نہ ہو سکا﴾

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کان رسول اللہ ﷺ یخطبنا فجاء الحسن و الحسین علیھما قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل رسول اللہ ﷺ من المنبر فحملھما فوضعھما بین یدیہ ثم قال صدق اللہ ورسولہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتھما"

رسول مکرم ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ حسن و حسین آئے، انہوں نے سرخ قیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ وہ چلتے آ رہے تھے اور لڑکھڑا رہے تھے۔ نبی ﷺ منبر سے اترے، دونوں بچوں کو اٹھایا۔ اور لا کر اپنے سامنے بیٹھا دیا۔ پھر فرمایا، اللہ کریم نے سچ فرمایا، انما اموالکم و اولادکم فتنہ تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں تمہارے لیے باعثِ آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ یہ چلتے آ رہے ہیں اور لڑکھڑا رہے ہیں۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ میں نے خطبہ روکا اور اُنھیں جا کر اٹھا لایا۔

(مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۰۴۵ ، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۶۰۲۹، سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۷۷٤)

﴿نبی رحمت ﷺ سجدہ طویل کر دیتے ہیں﴾

عبداللہ بن شداد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ

"خرج علینا رسول اللہ ﷺ فی احدی صلاتی العشی الظھر او العصر و ھو حامل احد ابنیہ الحسن او الحسین فتقدم رسول اللہ ﷺ فوضعہ عند قدمہ الیمنی فسجد رسول اللہ ﷺ سجدۃ اطالھا قال ابی فرفعت راسی من بین الناس فاذا رسول اللہ ﷺ ساجد واذا الغلام راکب علی ظھرہ فعدت فسجدت فلما انصرف رسول اللہ ﷺ قال الناس یا رسول اللہ ﷺ لقد سجدت فی صلاتک ھذہ سجدۃ ما کنت تسجدھا افشی ء امرت بہ او کان یوحی الیک قال کل ذلک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ"

نبی ﷺ ظہر یا عصر کی نماز پڑھانے کے لیے (حجرہ مبارکہ) سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں بیٹوں میں سے حسن یا حسین کو اٹھایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ آگے بڑھے بچے کو اپنی دائیں بٹھا دیا۔ نماز شروع کی، جب سجدہ میں گئے تو بہت لمبا سجدہ کیا۔ میرے والد محترم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ سجدہ میں ہیں۔ اور بچہ آپ ﷺ کی کمر پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس قدر سجدہ لمبا کیا۔ کہ اتنا لمبا سجدہ آپ نہیں کرتے۔ کیا آپ کو اس بارے میں حکم دیا گیا ہے یا آپ پر وحی کا نزول ہونے لگا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں۔ میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا۔ میں نے ناپسند کیا، کہ اسے اُتاروں۔

(مستدرک حاکم ج ۳ ص۳۷۶)

امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث بخاری مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے، امام ذہبی بھی اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں امام حاکم کی موافقت کرتے ہیں

﴿تڑپ اٹھے حبیبِ خدا ﷺ پیاسے جو حسنین ہوئے﴾

عن أبي هريرة ، أن مروان بن الحكم أتى أبا هريرة في مرضه الذي مات فيه ، فقال مروان لأبي هريرة : ما وجدت عليك في شيء منذ اصطحبنا إلا في حبك للحسن والحسين ، قال : فتحفز أبو هريرة فجلس ، فقال : أشهد لخرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، حتى إذا كنا ببعض الطريق سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوت الحسن والحسين وهما يبكيان وهما مع أمهما ، فأسرع السير حتى

أتاهما ، فسمعته يقول لها : " ما شأن ابني ؟ " فقالت : العطش ، قال : فأخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى شنة يبتغي فيها ماء فنادى : " هل أحد منكم معه ماء ؟ " فلم يبق أحد إلا أخلف بيده إلى كلابه يبتغي الماء في شنة ، فلم يجد أحد منهم قطرة ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " ناوليني أحدهما " ، فناولته إياه من تحت الخدر ، فرأيت بياض ذراعيها حين ناولته ، فأخذه فضمه إلى صدره وهو يطغوما يسكت ،فأدلع له لسانه فجعل يمصه حتى هدأ أو سكن ، فلم أسمع له بكاء ، والآخر يبكي كما هو ما يسكت ، فقال " ناوليني الآخر " ، فناولته إياه ففعل به كذلك ، فسكتا فما أسمع لهما صوتا ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مروان آیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ جب سے ہمارا تعلق بنا ہے۔ میں نے تم میں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں پائی۔ سوائے اس کے تم حسن اور حسین سے شدید ترین محبت رکھتے ہو۔ راوی کہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے: کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پہ نکلے۔ حتی کے جب ہم راستے میں پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین کے رونے کی آواز سنی۔ وہ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیزی سے چلنے لگے۔ حتی کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے سنا آپ سیدہ فاطمہ سے کہہ رہے تھے۔ میرے ان بچوں کو کیا ہوا۔ سیدہ نے کہا، پیاس ستا رہی ہے۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باآوازِ بلند پوچھا کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ ایک بچہ مجھے پکڑاؤ۔ تو سیدہ نے پردے کے پیچھے

سے وہ بچہ آپ کو پکڑا دیا۔ آپ ﷺ نے اس بچے کو لیا۔ اُسے اپنے سینے کے ساتھ چمٹایا۔ اسے چپ کرانے لگے۔ وہ مسلسل روئے جارہا تھا۔

آپ ﷺ نے اپنی زبان اس بچے کے منہ میں ڈال دی۔ بچہ زبان کو چوستا رہا۔ حتیٰ کہ پُرسکون ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے دوسرا بچہ پکڑاؤ تو سیدہ نے دوسرا بچہ آپ ﷺ کو پکڑا دیا۔ آپ ﷺ نے اس بچے کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ دونوں بچے خاموش ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ اب چلو، جب میں نے آپ ﷺ کی ان بچوں کے ساتھ اس قدر محبت دیکھ لی۔ تو پھر میں خود ان کے ساتھ محبت کیوں نہ رکھوں؟

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۰، المعجم الکبیر ۲۵۹۰)

عظمتِ حسنین کریمین فرامینِ نبویہ کی روشنی میں

ماورئ الفاظ کے رغہ سے ہے شانِ حسن
خُود رسول اللہ ہیں شورشؔ ثنا خوانِ حسن
اپنی بخشش کے لیے اُن کی ثنا خوانی کرو
آخرت کی نعمتیں ہیں زیرِ دامانِ حسن

شورش کاشمیری

﴿حسن و حسین تو میرے پھول ہیں﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

"دخلت على رسول الله ﷺ والحسن والحسين يلعبان على بطنه فقلت يارسول الله أتحبها؟"وما لي لا أحبها وهما ريحانتاي"

کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔ اس حال میں کہ حسن و حسین آپ ﷺ کے پیٹ پر کھیل رہے تھے، تو میں نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں؟ تو فرمایا! میں ان سے محبت کیوں نہ رکھوں۔ یہ تو میرے پھول ہیں۔

(مسند البزارحدیث نمبر ۱۰۷۸، مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۵۰۷۸، امام ہیثمی فرماتے ہیں اس روایت کے راوی بخاری کے راوی ہیں)

الحاصل:۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا "هما ريحانتاي" کہ یہ میرے پھول یعنی زندگی کی بہار ہیں۔

اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ مومن کو چاہیے کہ حسن و حسین علیہما السلام کو اپنی زندگی کی بہار تصور کرے

۔۲۔ پھول باعثِ سکون ہوتا ہے۔ پھول کو سونگھنے سے انسان فرحت و تازگی محسوس کرتا ہے۔ پھول کا تصور ہی باعثِ تسکین ہے۔ لہٰذا ایک سچے مومن کی کیفیت یہ ہونی چاہیے۔ کہ جیسے ہی حسنین کریمین علیہما السلام کا نام سنے تو اس کی رگ و پے میں فرحت و انبساط کی لہر ڈور جائے۔ دل و دماغ معطر ہو جائیں۔

۳۔ پھول کو جب بھی سونگھا جائے تو خوشبو ہی آتی ہے۔ پھول سے کبھی بھی بدبو نہیں آسکتی۔ حسن و حسین کو پھول کہنا گویا اس بات کا اعلان ہے۔ کہ ان کی صورت و سیرت میں کوئی لاکھ ڈھونڈے عیب نہیں پائے گا۔ کیونکہ جس طرح پھول میں بدبو ڈھونڈنا نادانی ہے اسی طرح حسنین کریمین علیہما السلام کی سیرت و کردار میں عیب ڈھونڈنا نادانی ہی کہلائے گا۔

۴۔ جس طرح پھول اور خوشبو لازم و ملزوم ہیں۔ بالکل اسی طرح سیدنا حسین علیہ السلام اور حق لازم و ملزوم ہیں۔

﴿ اے اللہ حسین میرا محبوب ہے آپ بھی اسے اپنا محبوب بنالیجئے ﴾

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"رایت رسول الله ﷺ وهو حامل الحسين بن علي وهو يقول اللهم انی احبه فاحبه"

میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور آپ ﷺ فرما رہے تھے "اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت رکھنا"۔

(مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۸۸۴، امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبی بھی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح ہے)۔

﴿جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے گا وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا﴾

یعلیٰ العامری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

"انه خرج مع رسول الله الى طعام دعواله قال فاستقبل رسول الله ﷺ امام القوم وحسين مع الغلمان يلعب فاراد رسول الله ﷺ ان ياخذه فطفق الصبى يفرها هنا مرة وهاهنا مرة فجعل رسول الله ﷺ يضاحكه حتى اخذه قال فوضع احدى يديه تحت قفاه والاخرى تحت ذقنه فوضع فاه على فيه يقلبه فقال حسين منى وانا من حسين احب الله من احب حسيناحسين سبط من الاسباط"

کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ کھانے کی کسی دعوت پہ جا رہا تھا۔ رسول کریم ﷺ لوگوں کے آگے چل رہے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں پکڑنا چاہا۔ لیکن بچہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگا۔ تو آپ ﷺ اسے ہنساتے رہے حتی کہ اسے پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ بچے کی گدی کے نیچے رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کی تھوڑی کے نیچے، پھر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ کر چومنے لگے۔ پھر فرمایا!

"حسین منی وانا من حسین، احب اللہ من احب حسین حسینا سبط من الاسباط"

حسین مجھ سے اور میں حسین سے ، اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھیں گے جو حسین سے محبت رکھے گا۔ حسین نواسوں میں سے نواسہ ہے۔ (حسین میری اولاد ہے)

(مستدرک حاکم حدیث نمبر ٤٨٨٣ ، امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔امام ذہبی بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں، المعجم الکبیر حدیث نمبر ١٨١٥٦ ، مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ٣٢٨٦٠ ، اتحاف الخیرۃ المهرة حدیث نمبر ٦٧٧٣ ، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ١٤٤ قال الالبانی حسن ، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ٦٩٧١ ،موارد الظمآن حدیث نمبر ٢٢٤٠)

﴿حسن و حسین جوانانِ بہشت کے سردار ہیں﴾

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

"الحسن والحسین سیدا شباب أهل الجنة"

حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(رواہ الطبرانی واسنادہ حسن ج ٩ ص ٢٩٥ حدیث نمبر ١٥٠٩٣ ، ابن ابی شیبہ رقم ٣٢١٧٦ ،مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ١١٠١٢ قال شعیب الارنووط : اسنادہ صحیح رجالہ ثقات، سنن الترمذی رقم ٣٧٦٨ ،وقال حسن صحیح، قال الشیخ الا لبانی صحیح)

الحاصل:

- سیدا شباب أهل الجنة کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سیدنا حسن و سیدنا حسین علیہما السلام مستقبل میں کارہائے نمایاں سرانجام دیں

گے۔ کیونکہ جس وقت نبی مکرم ﷺ کی لسانِ نبوت سے یہ الفاظ ادا ہوئے اُس وقت حسنین کریمین علیہما السلام کمسن بچے تھے۔

- سیدا شباب أهل الجنة کے الفاظ پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں۔ کہ حسنین کریمین علیہما السلام آنے والے وقت میں خلافِ شرع کوئی اقدام نہیں کریں گے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت کی بغاوت کرنے والوں کو جنت کی سیادت نہیں ملا کرتی۔

﴿مجھ سے محبت رکھنے والے پر واجب ہے کہ ان سے بھی محبت رکھے﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"كان رسول الله ﷺ يصلي فإذا سجد وثب الحسن والحسين على ظهره فإذا أرادوا أن يمنعوهما أشار إليهم أن دعوهما فلما قضى الصلاة و ضعهما في حجره قال من أحبني فليحب هذين"

نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے تو حسن و حسین آپ ﷺ کی کمر پر چڑھ جاتے۔ لوگوں نے انہیں روکنا چاہا۔ تو آپ ﷺ نے اشارہ کیا۔ کہ ان بچوں کو چھوڑ دو۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ ان سے بھی محبت رکھے۔

(صحیح ابنِ خزیمہ حدیث نمبر ۸۸۷، مسند البزار حدیث نمبر ۱۸۳٤، السنن الکبری للنسائی حدیث نمبر ۸۱۱٤، المعجم الکبیر حدیث نمبر ۲۵۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۳۲۸۳۸، مسند ابی یعلی قال حسین سلیم اسد اسنادہ حسن ، ابنِ حبان حدیث نمبر ٦۹۷۰)

﴿جس نے ان سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین کے بارے میں فرمایا۔"اللهم إني أحبهما فأحبهما و من أحبهما فقد أحبني"

اے اللہ ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ بھی ان سے محبت رکھئے۔ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔

(مسند البزار ج ۵ ص ۲۱۷، حدیث نمبر ۱۸۲۰ ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اسنادہ جیداس کی سند عمدہ ہے مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷حدیث نمبر ۱۵۷۷)

الحاصل:

- حسن و حسین علیہما السلام سے محبت رکھنا ہر اُس شخص پر واجب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ حسن و حسین علیہما السلام سے محبت رکھنا حُبِ رسالت کی ناقابلِ تردید دلیل ہے۔

شورش نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اور بالکل بجا کہا تھا۔

کوئی شاعر بھی کیا کہے کوئی ذاکر بھی کیا بتائے

دوشِ نبی سے پوچھیے عظمت حسین کی

اس بات پر گواہ ہیں خدا اور رسول

ایمان کی ہے دلیل محبت حسن کی

﴿اے اللہ جو ان سے دشمنی رکھے تو بھی اس کا دشمن بن جانا﴾

حضرت امِ سلمہ علیہا السلام فرماتی ہیں۔ کہ فاطمہ بنت رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ ان کے ہاتھ میں ہنڈیا تھی۔ آئیں اور اس ہنڈیا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا! ابوالحسن کہاں ہے۔ کہا گھر میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھانے لگے۔ سیدہ امِ سلمہ علیہا السلام فرماتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھانے کا نہ کہا۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھانے کا نہ کہا ہو۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو

"التف علیهم بثو به ثم قال اللهم عاد من عادا هم ووال من وا لاهم"

ان پر چادر ڈالی پھر فرمایا! کہ اے اللہ جو اِن سے عداوت رکھے تو ان سے عداوت رکھنا۔ اور جو ان سے محبت رکھے تو ان سے محبت رکھنا۔

(مسند ابي يعلى ج12 ص384حديث رقم6951 رواه ابو يعلى و اسناده جيد مجمع الزوائد ومنبع الفوائد حديث نمبر14971)

﴿جس سے تمہاری جنگ اس سے میری جنگ﴾

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔
"انہ قال لعلی وفاطمۃ و حسن وحسین أناحرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم"
کہ نبی ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے بارے میں فرمایا۔
جس سے تمہاری جنگ ،اس سے میری جنگ، جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔

(مسند ابی یعلی حدیث نمبر ٦٩٥١، اتحاف الخیرۃ المھرۃ حدیث نمبر ٦٧٣٢، موارد الظمآن حدیث نمبر ٢٢٤٤، مجمع الزوائد حدیث نمبر ١٤٩٧١، المعجم الاوسط ج ٥ ص ١٨٢ حدیث نمبر ٥٠١٥، مستدرك الحاكم حدیث نمبر ٤٧١٤، امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔جامع الصغیر نمبر ١٤٦٢: قال الشيخ الألباني حسن)

الحاصل:۔

ا۔ نبی کریم ﷺ کے اس مقدس فرمان "أناحرب لمن حاربتم" نے ثابت کر دیا۔ کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف اقدامِ خروج غلط نہ تھا۔ کیونکہ جس شخصیت کی جنگ کو رسولِ برحق ﷺ اپنی جنگ قرار دیں وہ ہر معرکہ میں حق بجانب ہی قرار پائے گا۔

٢۔ یزید، ابنِ زیاد، شمر لعنھم اللہ تعالیٰ کائناتِ انسانی کے بدترین مجرم ہیں۔ کیونکہ انھوں نے صرف سیدنا امامِ حسین علیہ السلام ہی سے جنگ نہیں کی۔ بلکہ محمد عربی ﷺ سے جنگ لڑی۔

۳۔یزید باطل کا علمبردار تھا۔ کیونکہ جس بد نصیب سے رسولِ برحق ﷺ بواسطہ امام حسین علیہ السلام جنگ لڑیں اسے کسی بھی صورت حق بجانب نہیں کہا جا سکتا۔ بلاشک وشبہ اسے باطل ہی قرار دیا جائے گا۔

مقامِ حسنین کریمین علیہما السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں

﴿اصحابِ ثلاثہ (سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم) تعظیم کرتے تھے﴾

"کان الصدیق یکرمہ و یعظمہ و کذالک عمر و عثمان"

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اسی طرح سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما بھی ان کی تعظیم بجالاتے تھے۔

(البدایہ والنھایہ ج۸ ص۲۱۸)

﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قدموں سے گرد و غبار صاف کرتے ہیں﴾

ابو المھزم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ کہ ہم کسی جنازہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ واپسی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھک گئے۔ ذرا ستانے کے لیے بیٹھے تو۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں پر پڑی ہوئی گرد و غبار کو اپنی چادر سے صاف کرنے لگے۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ابو ہریرہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ (ایسا نہ کیجئے) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، روکیے مت مجھے پاؤں صاف کرنے دیجئے۔ آپ کی وہ عظمت جو مجھے معلوم ہے۔ اگر دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے تو آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیں۔

(تاریخ دمشق ج۷ ص۱۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی سیدنا حسین کو دیکھتے اشکبار ہو جاتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"ما رایت الحسین بن علی الا فاضت عینی دموعا وذاک ان رسول الله ﷺ خرج یوما فوجدنی فی المسجد فاخذ بیدی واتکا علی فانطلقت معہ حتی جاء سوق بنی قینقاع قال وما کلمنی فطاف و نظر ثم رجع ورجعت معہ فجلس فی المسجد وقال لی ادع لی لکاع فاتی حسین یشتد حتی وقع فی حجرہ ثم ادخل یدہ فی لحیۃ رسول الله ﷺ فجعل رسول الله ﷺ یفتح فم الحسین فیدخل فاہ فی فیہ ویقول اللهم انی احبہ فاحبہ"

میں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو جب بھی دیکھا، میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نبی ﷺ ایک دن حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے۔ میں مسجد میں موجود تھا۔ مجھے دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑا، چلنے لگے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ بنی قینقاع کے بازار کی طرف جا نکلے۔ اس دوران آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی۔ آپ ﷺ نے بازار کا چکر لگایا اور اچھی طرح دیکھا، پھر آپ واپس لوٹے، میں بھی واپس لوٹا، آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے اور مجھے کہا۔

"ادع لی لکاع "

ننھے کو بلا کر لاؤ۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ بھاگتے ہوئے آئے اور آپ ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک پر رکھا۔ تو رسولِ کریم ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کا منہ کھولا پھر اپنا منہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پہ رکھا اور فرمایا

"اللھم انی احبہ فاحبہ"

اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھنا۔

(مستدرک الحاکم ج ۳ص ١٤٤ حدیث نمبر ٤٨٨٦)

﴿سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سواری کی رقاب تھامتے ہیں﴾

مدرک بن ابی زیاد کا بیان ہے۔ کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے باغ میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ پھر جب جانے کے لیے اٹھے،

"ثم قدمت دابة الحسن، فأمسك له ابن عباس بالركاب وسوى عليه"

حسن کی سواری لائی گئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر سواری کی رکاب تھام کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سوار کروایا

ثم جيء بدابة الحسين فأمسك له ابن عباس بالركاب وسوى عليه.

پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سواری لائی گئی۔ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سواری کی رکاب تھام کر انھیں سوار کروایا۔

فلما مضيا قلت: أنت أكبر منهما تمسك لهما وتسوي عليهما ؟

جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں چلے گئے تو میں نے ان سے کہا، کہ آپ انکی سواریوں کی رکاب تھام کر انھیں سوار کرواتے ہیں۔ حالانکہ آپ ان سے عمر میں بڑے ہیں

فقال: يالكع، أتدري من هذان ؟ هذان ابنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، أوليس هذا مما أنعم الله علي به أن أمسك لهما وأسوي عليهما ؟.

تو انھوں نے فرمایا۔ ارے نادان تجھے کیا معلوم نہیں ؟ کہ یہ دونوں کون ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔ کیا میرے اوپر اللہ کا یہ احسان نہیں کہ میں نے ان کی سواریوں کی رکاب تھام کر انھیں سوار کروایا ہے؟ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۴۰۱)

عظمتِ امامِ حسین ائمہ کرام و محدثینِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

ابو نعیم الاصبھانی:۔

"أبو عبد الله الحسين بن علي بن أبي طالب ريحانة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وشبيهه، أذن رسول الله صلى الله عليه وسلم في أذنه حين ولد، سيد شباب أهل الجنة، خامس أهل الكساء، وابن سيدة النساء، أبوه الذائد عن الحوض، وعمه ذوالجناحين، غذته أكف النبوة، ونشأ في حجر الإسلام، أرضعته ثدي الإيمان، وكان يشبه رسول الله صلى الله عليه وسلم من عنقه إلى كعبه خلقا ولونا، وسماه حسينا"

کہ آپ رضی اللہ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کان میں خود اذان کہی۔ جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ اہلِ کسا میں پانچویں ہیں۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا ذوالجناحین (دو پروں والے) ہیں۔ دستِ نبوت سے غذا حاصل کی۔ اسلام کی گود میں پرورش پائی۔ شیرِ ایمان سے سیراب ہوئے۔ رنگ اور بناوٹ کے لحاظ سے گردن سے لیکر ٹخنوں تک رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حسین نام رکھا۔

(معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ٦٣)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

"الحسين الشهيد ابو عبدالله بن على بن ابى طالب بن عبدالمطلب الامام اشريف

الکامل سبط رسول اللہ وریحانتہ من الدنیا و محبوبہ ابو عبداللہ الحسین امیر المومنین ابی الحسن علی بن ابی طالب"

الحسین شہید ابو عبداللہ پیشوا (اخلاق و کردار اور علم و عمل) میں کامل، رسول اللہ ﷺ کے نواسے، نبی ﷺ کی زندگی کی بہار اور آپ ﷺ کے محبوب

(سیر اعلام النبلاء ج۳ ص۳۸۰)

صلاح الدین خلیل صفدی رحمۃ اللہ علیہ :۔

"الحسین بن علی بن ابی طالب ریحانتہ رسول اللہ ﷺ و ابن ابنتہ فاطمۃ الزھرۃ واحد سیدا شباب اھل الجنتہ ھو و اخوہ و ابوہ اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا"

الحسین بن علی بن ابی طالب رسولِ خدا ﷺ کی زندگی کی بہار، آپ ﷺ کی لختِ جگر فاطمہ کے فرزند، نوجوانانِ بہشت کے دو سرداروں میں سے ایک ہیں۔ آپ اور آپکے برادر اور والد محترم اس گھرانے سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھا ہے۔ اور اس طرح پاک صاف رکھا جس طرح پاک صاف رکھنے کا حق ہے۔

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ

نبی ﷺ کی زندگی کی بہار، سینے سے لیکر پاؤں تک نبی ﷺ کی تصویر، جب ولادت ہوئی تو نبی ﷺ نے کان میں اذان کہی۔ جوانانِ جنت کے سردار اہلِ کسا (چادرِ تطہیر) والوں میں سے پانچویں ہیں۔ آپکی والدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(اسدالغابہ ج۱ ص۳۶۳)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

"السبط الشهيد بكربلاء ابن بنت رسول الله فاطمة الزهراء و ريحانته من الدنيا السيد الكبير فليس على وجه الارض يومئذ احد يساميه ولا يساويه"

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کربلا، رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر فاطمۃ الزہراء کے فرزند دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشنما پھول، سیدِ کبیر تھے۔ آپ کے دور میں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرسکتا۔ اور نہ ہی آپ کی برابری۔

علامہ ابن منظور افریقی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ:

"سبط رسول الله ﷺ و ريحانته من الدنيا"

سبطِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا کی بہار۔

(تاریخ دمشق ۴۳۱)

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام اور شرف صحابیت

صحابیت ایک ایسا شرف ہے جو ذرے کو صحرا بنا دیتا ہے، قطرے کو دریا کر دیتا ہے، یہ وہ منصب ہے جس کے سامنے بجز نبوت کے تمام مناصب ہیچ نظر آتے ہیں۔ اگر اسے اُم الفضائل کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

چنانچہ اس برگزیدہ جماعت کے ادب واحترام کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

"اکرموا اصحابی" میرے صحابہ کی عزت و تکریم کرتے رہنا

(مشکوۃ المصابیح سنن الکبری للنسائی حدیث نمبر ۹۲۲۳ : قال الالبانی صحیح)

﴿ناصبیوں کی طرف سے سیدنا حسین کی صحابیت کا انکار﴾

لیکن وہ ناصبی جن کے دل ال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض کی آگ نے جھلسا جھلسا کر سیاہ کر دیے ہیں وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ منصبِ صحابیت پر بھی فائز نظر آئیں۔ چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرکے انھیں تابعی قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ناصبیوں کے پیر و مرشد محمود عباسی نے لکھا۔

" اتنی چھوٹی سی عمر سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی بعض ائمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جوان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے زمرہ صحابہ کے بجائے تابعین میں شامل کیا ہے (خلافت معاویہ و یزید ص ١٤٦)

فاروقی نعمانی نے لکھا:

"حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں جس کی عمر چار پانچ سال ہو اسے جلیل القدر صحابی کہنا کس قدر شرمناک جسارت ہے" (بصارت العین ص ٤٤)

ابو یزید لاہوری نے لکھا:

"حضرت حسین آنحضور ﷺ کے سفر عقبیٰ کے وقت پانچ سال کے معصوم بچے تھے۔ ان کو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔ (رشید ابن رشید ص١٥٦)

فیض عالم صدیقی نے لکھا:

"حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صریحا سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھا دھند تقلید کی خرابی" (سیدنا حسن بن علی ص ٢٣)

قارئین کرام:

حامیانِ یزید کا یہ کہنا کہ صحابیت کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے۔ محدثین کرام کے ہاں مردود و باطل ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

"ومنهم من اشترط فی ذلک ان یکون حین اجتماعه به بالغا وهو مردود ایضا"

بعض نے بالغ ہونے کی شرط رکھی ہے یاد رہے یہ شرط مردود ہے

(فتح الباری ج٨ ص٤)

علامہ برہان الدین الابناسی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

"والصیح ان البلوغ لیس شر طا فی حدالصحابی والا لخرج بذا لک من اجمع العلما علی عدھم فی الصحابۃ کعبد اللہ بن الزبیر والحسن والحسین رضی اللہ عنھم"

صحیح بات یہ ہے۔ کہ صحابیت کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں۔ اگر یہ شرط لگائی جائے تو وہ شخصیات صحابیت کی فہرست سے خارج ہو جاتی ہیں۔ جن کے صحابی ہونے پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم

محدث عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

"ولا یشرط البلوغ ولا التمیز علی الاصح ----"

صحیح قول کے مطابق صحابیت کے لیے بلوغت و تمیز شرط نہیں۔

(الیواقیت والدرج ا ص ۱۸۴)

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی بات کو اپنایا ہے۔

"ولا یشترط البلوغ علی الاصح"

صحیح ترین قول کے مطابق صحابی ہونے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں۔

(تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۰)

علامہ جمال الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

"ولا یشترط البلوغ لوجود کثیر من الصحابۃ الذ بن ادرکو اعصر النبوۃ وروولم یلغوا لا بعد موتہ "

صحابیت کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں کیونکہ بہت سے ایسے صحابہ کرام ہیں جنھوں نے نبوت کا زمانہ پایا آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہی بلوغت کی عمر کو پہنچے۔
(قواعد الحدیث ص ۱۷۸)

علامہ نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ کا فیصلہ:

"وأما تحمل الحديث فيصح قبل الإسلام وكذا قبل البلوغ فإن الحسن والحسين وابن عباس وابن الزبير رضي الله عنهم تحملوا قبل البلوغ ولم يزل الناس يسمعون الصبيان"

رہا یہ مسئلہ کہ کس عمر میں سنی ہوئی روایت معتبر قرار پائے گی، تو اس بارے میں فرماتے ہیں۔ راوی نے خواہ بلوغت کی عمر تک پہنچنے سے پہلے روایت سنی ہو اگر وہ اس وقت گفتگو سمجھ لیتا تھا تو اس کی روایت معتبر قرار پائے گی۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے نابالغ ہونے کی عمر ہی میں روایات سنی ہیں۔
(الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۱۲۰)

صحابی کی تعریف محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تحریرات کی روشنی میں

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وھو من لقی النبی ﷺ مومنا بہ ومات علی الاسلام ولوتخللت ردة علی الاصح"

صحابی اسے کہا جاتا ہے، صحابی وہ ہوتا ہے جس نے بحالت اسلام آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو۔

(نزھۃ النظر ص ۲۳۷)

امام المحدثین سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من صحب النبی ﷺ اوراہ من المسلمین فھو من اصحابہ"

اہل اسلام میں سے وہ جو نبی ﷺ کے ساتھ رہا ہو یا آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہو وہ صحابی ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی)

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فا لعبارة المسالمة من الاعتراض ان یقال ! الصحابی من لقی النبی ﷺ ثم مات علی السلام"

صحابی کی تعریف میں وہ عبارت جو اعتراضات سے محفوظ ہو وہ کچھ یوں ہو گی۔ کہ صحابی وہ ہوتا ہے جس نے بحالت اسلام آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو پھر بحالت اسلام وفات پائی ہو۔ (شرح التبصرة ص ۲۰۵)

امام علی المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صحابی کی تعریف:

"من صحب النبی ﷺ اوراه ولوساعۃ من نهار فهو من اصحاب النبی"

جو شخص نبی ﷺ کے ساتھ رہا ہو یا آپ ﷺ کو مختصر سے وقت میں دیکھا ہو تو وہ بھی آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ہے۔ (فتح المغیث ج۳ ص ۹۳)۔

قارئین کرام: آپ کی خدمت میں جلیل القدر محدثین کی عبارات پیش کی گئی ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا۔ کہ امت مسلمہ کے نامور محدثین کرام نے صحابیت کے لیے بالغ ہونے کی شرط نہیں رکھی۔ ثابت ہوا کہ یہ ناصبی لوگ اصول حدیث کو ٹھکرائے ہوئے ہیں اور محدثین کے راستے سے بھی بیزار ہیں۔ جبکہ محدثین کرام و جلیل القدر ائمہ دین سیدنا حسین علیہ السلام کو جلیل القدر صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" فانہ من سادات المسلمین و علماء الصحابۃ"(البدایہ والنہایۃج۸ ص ۲۳۱)

سیدنا حسین علیہ السلام اہل اسلام کے سردار ہیں اور علماء صحابہ میں سے ہیں۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام اور روایت حدیث

نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ روایت کرنا نہایت ہی شرف کی بات ہے۔ ایسے خوش نصیب افراد کے حق میں نبی کریم ﷺ نے دعائے خیر فرمائی ہے۔

"نضر الله امرا سمع مقالتی فبلغها"

اللہ رب العزت اُس شخص کو تروتازہ رکھے۔ آباد و شاداب رکھے جس نے میری کوئی حدیث سنی اور پھر دوسرے لوگوں تک پہنچادی۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۳۰)

کتبِ تاریخ و رجال کا مطالعہ کرنے والے پر سیدنا حسین علیہ السلام کا راوی الحدیث ہونا مخفی وپوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ ناصبی مصنفین خواہ شب وروز سیدنا امام حسین علیہ السلام کے راوی الحدیث ہونے کا انکار کرتے رہیں۔ ظاہر ہے کسی کے انکار سے حقیقت تو چھپ نہیں سکتی۔

قارئین کرام: اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ ائمہ حدیث جن کی زندگیاں علم حدیث کی خدمت میں صرف ہوئیں جن کی نگاہ سے حدیث اور راویان حدیث کا کوئی پہلو اوجھل نہ رہا وہ اس بارے میں کیا موقف رکھتے ہیں

امام الجرح والتعدیل حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

فرماتے ہیں۔ "روی عن جده و ابيه و امه"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانائے محترم رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، والد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور والدہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے حدیث بھی روایت کرتے ہیں

(تهذيب التهذيب ج ٢ ص ٢٩٩)

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

"روى الحسين بن على عن النبى ﷺ"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

(الاستيعاب ج٤ ص١٦٧٤)

امام عبداللہ القزوینی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذکر کی ہے۔

"عن فاطمة بنت الحسين عن ابيها قال من اصيب"

(سنن ابن ماجه حديث نمبر ١٧٠٠)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں "علیہ السلام" کہنا کیسا ہے؟

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی باتیں کہنے والے ناصبی ہیں یا کم از کم ناصبی مصنفین کی گمراہ کن تحریروں سے متاثر ہو چکے ہیں۔ دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ جملہ ایک مخصوص فرقہ سے وابستہ لوگ استعمال کرتے ہیں لہٰذا یہ جملہ زبان پر نہ آنے پائے۔

قارئین کرام:

حد ہو گئی فرقہ پرستی کی، فرقہ پروری نے اس قدر ذہنوں میں زہر بھر دیا کہ وہ الفاظ جو اہل اسلام کے تمام مسالک کے ہاں زمانہ قدیم میں برابر استعمال کئے جاتے تھے۔ آج وہی الفاظ طبیعتوں پر گراں گزرنے لگے۔

آج جس مخصوص فرقے کی مشابہت سے ڈرا کر اہل اسلام کو کبھی علیہ السلام سے کبھی لفظ "امام" سے اجتناب کا درس دیا جاتا ہے۔

وہ مخصوص فرقہ نماز کی فرضیت کا بھی قائل ہے کیا اُس کی مخالفت میں نماز کی فرضیت کا انکار کر دیا جائے؟

اُس مخصوص فرقے کا عقیدہ ہے اللہ واحد ہے، اکیلا ہے۔ کیا اُس مخصوص فرقے کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ کے یکتا ہونے کا انکار کر دیا جائے ؟؟؟۔ استغفر اللہ

ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ امور جو تمام فرقِ اسلامیہ کے ہاں مشترک و عام ہوں وہ کسی ایک فرقے کا شعار و علامت نہیں بن سکتے۔

اگر "علیہ السلام" کے الفاظ اُس مخصوص فرقے نے ہی استعمال کیے ہوتے اور اہل سنت کے مسلمہ ائمہ، محدثین، مفسرین و اکابرین نے استعمال نہ کیے ہوتے۔ تو پھر اس جملے کو اُس مخصوص فرقے کا شعار قرار دیا جا سکتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ علمائے احناف ہوں یا علمائے مالکیہ، شافعی المسلک محدثین ہوں یا فقہ حنبلی کے مسلمہ امام، عرب کے علماء کرام ہوں یا عجم کے مفتیانِ عظام یہ سب اپنی تحریرات میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔ ثابت ہوا اس جملے کو مخصوص فرقے کا شعار و علامت قرار دینا حقیقت سے منہ پھیرنا ہے اور کچھ نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے ان الفاظ کا استعمال کرنا کیسا ہے۔

قارئین کرام:

درودِ ابراہیمی کے الفاظ پر غور فرمائیں۔

"اللھم صل علی محمد و علی ال محمد"

اے اللہ محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجئے۔

ناصبی لوگ جو "علیہ السلام" سے بدکتے ہیں انھیں سوچنا چاہیے یہاں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں "علیہ الصلاۃ" کا اثبات ہو رہا ہے۔

قارئین کرام:

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان علمائے کرام کے نام آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے جابجا اپنی تحریروں میں سیدنا حسین علیہ السلام کے بارے میں "علیہ السلام" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ تاکہ آپ بخوبی جان لیں "علیہ السلام"

صرف ایک مخصوص فرقہ ہی استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ اہل اسلام کے ہاں یہ جملہ مشترکہ طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

محدث ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب کشف المشکل کے صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں۔

"وهوالذی تولی قتال الحسین

محدث ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ درجہ ذیل ائمہ کرام و محدثین کرام نے بھی سیدنا حسین علیہ السلام کے ساتھ لفظ "علیہ السلام" استعمال کیا ہے۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ۔

" فذكر ذلک قال الحسن فكتمها الحسين عليه السلام" (غریب الحدیث ص ٤٨٨)

محمود بن عمر الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ

"قتلت الحسين عليه السلام" (الفائق فی غریب الحدیث ج۱ ص ٤٢٤)

ابو البرکات عبد السلام بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

"اذن فی اذن الحسين عليه السلام (سنان الاخبار ج۳ ص ۱۲۵)

احمد بن حسین بن علی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ

"بال الحسين عليه السلام فی حجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم"
(سنن الکبری ج ۲ ص ٤١٤)

ابو بکر محمد ابراہیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ

"الحسين عليه السلام يشترط على--------- - (معجم ج۲ ص ٤٦٠)

عبدالباقی بن قانع رحمۃ اللہ علیہ

"خرج براس الحسین علیہ السلام" (معجم الصحابہ ج ۱ ص ۳۷)

عبدالرحمٰن بن علی القرشی رحمۃ اللہ علیہ

"من ولد الحسین علیہ السلام" (القصاص المذکرین ص ١٤)

امام احمد بن مسکویہ رحمۃ اللہ علیہ

" قتل من اصحب الحسین علیہ السلام اثنان و سبعون رجلا"
(تجارب ا لامم ج ۲ ص ۵۵)

علامہ یوسف بن یحییٰ المقدسی الشافی رحمۃ اللہ علیہ

ھو من ولد ھذا ---الحسین علیہ السلام (عقدالورد ج۱ ص ۵)

امام عبدالرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ

"ابتدعھا قتلۃ الحسین علیہ السلام" (المقاصد الحسنہ ص ۲۳۳)

مفسرِ قرآن قاضی ثناءاللہ رحمۃ اللہ علیہ

"ورای ابن عباس قتل الحسین علیہ السلام" (التفسیر المظھری ج ۱ ص ١٨٢٤)

امام ابو جعفر النحاس المراوی رحمۃ اللہ علیہ

" الحسین علیہ السلام" (معانی القرآن ج۵ ص ۳۵۵)

امام دار قطنی محدث رحمۃ اللہ علیہ

" وقبھا یقول الحسین علیہ السلام" (المؤتلف والمختلف ج ۲ ص ۷۲)

امام صاحب نے اس کتاب میں متعدد مقامات پر یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

"وصنف كتاب مقتل الحسين الشهيد عليه السلام"

(تذكرة الحفاظ ج٤ ص ١٦٣)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

" قتل الحسين عليه السلام" (تاريخ الكبير ج ١ ص ٢٦٣)

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

"باب اخبار النبى ﷺ بقتل الحسين عليه السلام"

(السلسلة الصحيحة ج ٣ ص ٢٤٥٩)

اپنی دوسری کتاب احکام الجنائز میں لکھتے ہیں۔

" اسماء اهل البيت عليهم السلام"

مزید لکھتے ہیں۔

"بتربة الحسين عليه السلام" (احكام الجنائز ص ٢٤٨)

علامہ ابن منظور الافریقی رحمۃ اللہ علیہ

" الحسين عليه السلام " (مختصر تاريخ دمشق ص ٤٣٢)

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ

" اتى عبيدالله بن زياد راس الحسين بن على عليه السلام"

(اسد الغابة ج ٢ ص ٢٥)

چند شبہات اور ان کا ازالہ

شبہہ

"علیہ السلام" انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے"

ازالہ

یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس کی شرعاً و عرفاً و اصطلاحاً کوئی دلیل نہیں۔ جو یہ دعوی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔

جبکہ انبیاء کرام کے ساتھ خاص نہ ہونے کے بکثرت دلائل موجود ہیں۔

چند ایک ہدیہ قارئین ہیں۔

۱۔ حضرت جبریل کے بارے میں اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں، نبی نہیں۔ لیکن ان کے بارے میں "علیہ السلام" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

۲۔ سیدہ مریم نبیہ نہیں لیکن ان کے بارے میں "علیہا السلام" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ دعوی غلط ہے کہ "علیہ السلام" انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

شبہ

اگر غیر نبی کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا یا بولا جائے تو عوام الناس شُبے میں پڑ کر اسے نبی تصور کر بیٹھیں گے، غیر نبی کو نبی باور کروا دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

ازالہ

جو شخصیت غیر معروف ہو عوام الناس کو اس کے بارے میں معلومات نہ ہوں۔ اس کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا جائے تو ممکن ہے کہ لوگ اسے نبی سمجھنے لگیں۔ لیکن جو شخصیت معروف ہو، لوگوں کے علم میں بھی ہو۔ کہ یہ شخص نبی نہیں تو ایسی صورت میں شُبہ واقع نہیں ہو سکتا۔ کونسا مسلمان ہے جو سیدنا حسین علیہ السلام کو جانتا نہ ہو۔ اس امت میں سے کون ہے وہ جو سیدنا حسین علیہ السلام سے ناواقف ہو۔ ذرا عوام سے سوال تو کریں۔ پوچھیں تو سہی حسین کون ہیں؟ یہاں امام حسین علیہ السلام کو تو عرب و عجم جانتا ہے۔ مسلم و کافر جانتا ہے۔ جس سے بھی پوچھو گے جواب ملے گا۔ سیدنا حسین نبی نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین کے لاڈلے نواسے ہیں۔ نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ آج تک عرب و عجم کے علماء نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا۔ لیکن کسی شخص نے شُبہ میں پڑ کر سیدنا حسین علیہ السلام کو نبی نہیں کہا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ "علیہ السلام" نہ لکھا جائے اس سے ان کے نبی ہونے کا شبہ واقع ہو سکتا ہے یہ نواصب کا پروپگنڈا ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق

نہیں۔ ناصبی "علیہ السلام" کے الفاظ سن کر بد کیں خواہ سر پیٹیں۔ تاریخ تاجدارِ کربلا کو بایں الفاظ سلام پیش کرتی رہے گی۔

السلام اے صداقت کے پیغام بر

السلام اے اہل ذکر و فکر

السلام اے سکونِ دلِ فاطمہ

السلام اے محمد کے نورِ نظر

سیدنا حسین علیہ السلام کو "امام" کہنا کیسا ہے؟

سیدنا حسین علیہ السلام کے نام کے ساتھ اگر لفظ امام لکھ دیا جائے تو ناصبی بلبلا اٹھتے ہیں، طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ نصیحتوں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ اس بارے میں ان کی نام نہاد وعظ و نصیحت کا لب لباب یہی ہوتا ہے۔ "حضرت حسین علیہ السلام" کے نام کے ساتھ لفظ امام استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لفظ (ایک مخصوص فرقے) نے گھڑا ہے۔ اس کے پیچھے ان کا ایک عقیدہ پوشیدہ ہوتا ہے وغیرہ

قارئین کرام:

نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس حوالے سے چند باتیں ہو جائیں۔ تاکہ حقیقت تک رسائی ہو سکے۔ یہ لفظ ایک مخصوص فرقے سے وابستہ افراد ہی استعمال نہیں کرتے بڑے بڑے جلیل القدر محدثین و مجتہدین و مفسرین کرام نے اپنی تحریروں میں جا بجا استعمال کیا اگر یہ لفظ ایک مخصوص فرقے کا وضع کردہ ہوتا تو اہل سنت کے مسلمہ اکابرین اسے استعمال نہ کرتے اہل سنت کی مسلمہ کتب میں یہ لفظ جا بجا نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب اپنی مشہور زمانہ اور کتاب سیر اعلام النبلاء میں جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شروع کرتے ہیں تو لکھتے ہیں۔

" الامام الشریف الکامل سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ الہ وسلم"

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ص ۲۸۱)

علامہ عبدالملک بن حسن العصامی المکی رحمۃ اللہ علیہ

" اجراء الماء من الفرات الی مشهد الام الحسين بن علی "

(سمط النجوم ج ۲ ص ۳۲۴)

علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ

" وكان اوصى لاخيه الامام الحسين" (وفيات الاعيان ج ۲ ص ۲۶۷)

امام المفسرین علامہ محمود بن عبداللہ الغداوی رحمۃ اللہ علیہ

"وقرا الامام الحسين ابن امير المومنين علی كرم الله تعالیٰ وجههما"

(تفسير روح المعانی ج۱۵ ص ۲۴۸)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

" الا ترى انه قتل مع الامام الحسين رضی اللہ عنہ (تفسير روح البيان ج ۱۴ ص ۴۴)

علامہ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ

" عن الامام الحسين احد السبطين" (زهرة التفاسير ج ۱ ص ۵۲۴)

امام الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ

"وقد اقتدى بهذه السنة الامام الحسين بن علی رضی الله عنهما"

(السيل الجرار ج ۳ ص ۳۱۶)

امام احمد بن علی المقریزی رحمۃ اللہ علیہ

" قتلوا مع عمهم الحسين بن علی عليه السلام بالطف"

(اتعاظ الحنفا ج ۱ ص ۳)

علامہ عبد الرحمٰن بن حسن الجبرتی رحمۃ اللہ علیہ

" نسبہ الی الامام الحسین رضی اللہ عنہ"

(عجائب الآثار ج ۳ ص ۳۳۹)

علامہ المرادی رحمۃ اللہ علیہ

" السبط الامام الحسین"

(سلک الدرر ج ۱ ص ۴۲۴)

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ

"فی جوار المشهد المنسوب الی الامام الحسین بن علی"

(مراۃ الجنان ج ۲ ص ۱۱۸)

علامہ یاقوت الحموی رحمۃ اللہ علیہ

"زین العابدین بن الامام الحسین"

(معجم البلدان ۱ ص ۳۶۱)

قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

امام حسین " علیہ السلام " نے پچیس حج پیادہ پا کیے۔

(رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۱۱۶)

نوٹ: قاضی صاحب نے صفحہ ۱۱۶ سے ۱۱۸ تک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام اور علیہ السلام کے الفاظ جا بجا استعمال کیے ہیں۔

امام اہلحدیث نواب صدیق الحسن خان بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ

"بعد قتلِ امام حسین لشکر بتخریب مدینہ

(بغیۃ الرائد ص ۱۰۷-۱۰۸)

یاد رہے کہ بر صغیر کے طول و عرض میں مسلکِ اہلحدیث کو فروغ دینے میں نواب صاحب کا کلیدی کردار ہے۔

علامہ عبدالاول غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

مشکاۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں یزید کی مذمت ہے اس ناخلف نے جناب امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد۔۔۔۔۔

(مشکوۃ مترجم ج٤ص۷۸)

مولانا اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی خلافت کے مخالف رہے۔

(شہید کربلا ص ۱۱)

شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بلاشبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا قصد اعلائے کلمۃ اللہ ہی تھا۔

(فتاوی ثنائیہ ج۱ ص ۱۳۲)

چند شبہات اور ان کا ازالہ

شبہ

"اہل سنت" ایک " مخصوص فرقے " سے متاثر ہو کر لاشعوری طور پر یہ لفظ بولنے لگے ہیں۔ بہر صورت اس سے بچنا چاہیے۔

ازالہ

یہ کہنا کہ "اہلِ سنت نے اہلِ تشیع سے بار بار سن کر خود بولنا شروع کر دیا" یاد رہے یہ اہلِ سنت پر بدترین الزام ہے یہ بات اکابرین اہل سنت کے وقار کو مجروح کر دیتی ہے۔ کیا علمائے اہلسنت میں ذہانت و ذکاوت نہیں تھی؟ کیا وہ سب فہم و فراست سے عاری تھے؟ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار دلائل کی دنیا میں ناممکن ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت نے اہلِ سنت میں ایسے جلیل القدر علماء پیدا فرمائے جن کی دقت نظری، دور اندیشی، نکتہ سنجی کا زمانہ معترف ہے۔ جنھوں نے حدیث و تفسیر، فقہ کے ایسے قوانین و اصول مرتب کئے۔ جو طالبانِ علوم نبویہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ کیا ان کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ اہلِ تشیع (مخصوص فرقے) سے متاثر ہو کر لفظ "امام" بولنے لگے۔ مقام حیرت ہے، عقل بھی انگشت بدنداں ہے۔ یاد رہے:

اہلِ تشیع اور اہلِ سنت کا کئی مسائل میں اختلاف رہا ہے تعجب ہے علمائے اہل سنت نے شیعی پروپگنڈے سے متاثر ہو کر ان مسائل میں شیعی نقطہ نظر سے اتفاق نہ کیا آجا کر صرف لفظ "امام" یا "علیہ السلام" کو اپنانا تھا؟۔

تاریخ گواہ ہے اہل سنت نے اہل تشیع سے متاثر ہو کر ان کے دیگر امتیازی مسائل تو نہ اپنائے۔ اور شیعت سے متاثر ہو کر لفظِ امام کا عام استعمال کرنے لگے ناصبیوں کی یہ نرالی منطق سمجھ سے بالاتر ہے۔

شبہ

لفظ امام کے پیچھے مخصوص فرقے کا عقیدہ امامت پوشیدہ ہے وہ اس لفظ کو ایک خاص مقصد کے تحت استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

ازالہ

وہ مخصوص فرقہ اپنے قول و فعل اور نیت کا "ذمہ دار ہے"۔ ہر شخص اپنے قول و فعل اور نیت کا خود ذمہ دار و جوابدہ ہے۔ دوسروں کی نیتوں کے ہم ذمہ دار نہیں۔ رسول برحق ﷺ فیصلہ فرما گئے ہیں۔

"انما الاعمال بالنیات" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۱)

اعمال کا دار و مدار نیت پر ہوتا ہے۔ جیسی کسی کی نیت ہو گی ویسی ہی جزاء یا سزا ٹھہرے گی۔ اہل سنت کی تو یہ نیت نہیں۔

شبہ

کبھی امام ابو بکر، امام عمر، امام عثمان نہیں کہا جاتا۔ امام حسین کیوں کہا جاتا ہے؟

ازالہ

کسی شخصیت کے بارے میں بعض الفاظ بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ حتی کہ عرف عام میں یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ یہ الفاظ فلاں شخصیت کے ساتھ خاص ہیں۔ حالانکہ اس لفظ کا دیگر شخصیات کے بارے میں استعمال کرنا بالکل جائز ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ "یہ لفظ فلاں فلاں شخصیات پر استعمال کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس لیے اس لفظ کو فلاں شخصیت کے بارے میں بھی استعمال نہ کیا جائے عدل وانصاف کا خون ہے اور کچھ نہیں"

مثلاً لفظ امیر ہے۔ خلافت راشدہ کے سنہری دور میں جلیل القدر صحابہ مختلف شہروں کے امیر رہے۔ بلکہ دور نبوت میں خود نبی ﷺ نے مختلف اوقات میں بعض صحابہ کو امیر مقرر کیا۔

جنگ موتہ میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو میر لشکر مقرر فرمایا اور زبان نبوت سے

ان کے بارے میں اعلان سنا دیا۔ خلق للامارۃ کہ انھیں اللہ رب العزت نے پیدا ہی امارت کے لیے کیا ہے۔ اور ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو آخری ایام میں اسلامی فوج کا امیر مقرر فرمایا جس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دمشق کا امیر مقرر کیا شام کے پہلے گورنرامیر

یہی تھے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تین سال مصر کے امیر رہے۔ لیکن ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ لفظ "امیر" نہیں لگایا جاتا۔ یہ ناصبی لوگ کبھی نہیں کہیں گے۔ امیر زید بن حارثہ، امیر اسامہ بن زید، امیر سعد بن ابی وقاص، امیر سعید بن زید، امیر عقبہ بن عامر لیکن حضرت معاویہ اور ان کے بیٹے کے نام کے ساتھ لفظ امیر ضرور لگائیں گے۔

اس کی وجہ ؟؟؟

اگر کوئی ان پر اعتراض کرتے ہوئے ان ہی کے لہجے میں کہنا شروع کردے کہ سعد بن ابی وقاص کو امیر سعد بن ابی وقاص نہیں کہا جاتا۔ حضرت زید کو امیر زید نہیں کہا جاتا حضرت اسامہ کو امیر اسامہ نہیں کہا جاتا لہٰذا حضرت معاویہ کو بھی امیر معاویہ نہ کہا جائے تو یہ جلے بھنے ناصبی اُسے کیسے مطمئن کر پائیں گے؟

شبہ

کتابوں میں جہاں کہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ لفظ امام لکھا ہوا ہے یہ ایک مخصوص فرقے کی کارستانی ہے۔

ازالہ

یہ کتب اہل سنت نے طبع کی ہیں نہ کہ کسی مخصوص فرقے نے اور یہ کتب ایران و تہران کی طبع کردہ نہیں۔ بلکہ بہت سی کتب ایسی ہیں جو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یا الریاض کے اداروں کی شائع کردہ ہیں۔ یہ کہنا کہ مخصوص فرقے نے اہل سنت کی کتابوں میں لفظ "امام" یا "علیہ السلام" کے الفاظ داخل کر دیئے ہیں۔

نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس سے اہل سنت کی مسلمہ کتب کی استنادی حالت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ عام آدمی بھی یہ سوچ کر کہ ان کتب میں مخصوص فرقے نے اپنے من پسند الفاظ داخل کروا دیے۔ دیگر مخصوص فرقوں نے نجانے ان کتابوں میں کون کونسے مسائل بھر دیے ہوں۔

شبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو "امام" کس بنیاد پر کہا جاتا ہے نہ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فقہ کو مرتب کیا نہ ہی کوئی تفسیر لکھی نہ ہی کسی علمی دانشگاہ میں بیٹھ کر عوام کی علمی پیاس بجھائی۔۔۔؟

ازالہ

تاریخ اسلام میں بہت سی ایسی شخصیات گزری ہیں جنھیں امت نے امام کے لقب سے نوازا۔ کسی نے قلم اٹھایا اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آیاتِ قرآنی کی تفسیر مرتب کر دی لوگوں نے کہا یہ تفسیر کا امام ہے۔

کسی نے دور دراز کے پر صعوبت سفر کر کے امت کی راہنمائی کے لیے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا لوگوں نے کہا یہ حدیث کا امام ہے۔

قارئین کرام: یہ عدل و انصاف کی جانکنی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ جس شخص نے امت کی اصلاح کے لیے کسی شعبے میں محنت کی وہ تو امام ٹھہرا اور جو امت کے مفاد کی خاطر دور افتادہ صحراؤں کا مسافر بنا، نظامِ خلافت کی بحالی کے لیے خطرات کی وادیوں کی طرف بڑھ گیا۔ بالاخر طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا کر اپنے اور رفقاء کے خون سے صحرائے کربلا پر آیات صبر و استقلال کی تفسیر لکھ گیا اس کے نام کے ساتھ لفظ امام دیکھ کر تعجب ہو۔۔۔۔؟

رہا یہ کہنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کس درسگاہ میں بیٹھ کر طالبان علم شریعت کی علمی پیاس بجھائی۔۔؟ مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے میرے امام رضی اللہ عنہ کو پہچان ہی نہیں پائے۔

یاد رہے فقہی مسائل کی گھتیاں مسند تدریس پر بیٹھ کر فقہاء سلجھاتے ہیں۔ اور ۔۔۔۔ظالم سے ٹکرانا کیسے ہے؟ فرعون کی فرعونیت کو پیوند خاک کس طرح کرنا

ہے یہ سب کچھ تلواروں کے سائے میں شہدا سمجھاتے ہیں۔
اور یہ بھی یاد رہے کہ کربلا کے امام علیہ السلام کی حقیقت ہر کسی پر آشکار نہیں ہوتی۔ یہ تو ایسی امامت ہے۔ جس کی حقیقت سے صرف وہی لوگ روشناس ہوا کرتے ہیں۔ جن کے دل عشقِ الٰہی کی آتش سے پھنک رہے ہوں۔ حدود الٰہی کی پامالی کو دیکھتے ہوئے دل کی آنکھوں سے خون کے چشمے جاری ہو چکے ہوں۔ حکمرانانِ وقت کے ظلم و تشدد سے خلق خدا کو چھٹکارا دلانے کا جذبہ کسی پل آرام نہ کرنے دیتا ہو۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں دکھا کر تجھ کو رُخِ دوست
جینا تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے

فقر کی سان چڑھا کر تجھی تلوار کرے

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی

جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

مقصدِ امام حسین علیہ السلام

درود تجھ پہ ہو گُل کر کے اپنے گھر کے چراغ

حسین دی ہے زمانے کو روشنی تو نے

ترا کرم، حق و باطل کے درمیان لکیر

خود اپنے خون کی سرخی سے کھینچ دی تو نے

حامیانِ یزید جا بجا کہتے رہتے ہیں۔ حضرت حسین کے کوفہ جانے کا مقصد کیا تھا؟ بعض ناصبی تو تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں۔ نہایت ہی گستاخانہ لہجے میں کہا کرتے ہیں۔ "حسین وہاں لینے کیا گئے تھے"۔ یاد رہے اس طرح کی باتیں وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو خود بے مقصد زندگی گزارنے کے عادی ہوں۔ اور خانوادہ رسالت کے حُسنِ کردار سے ناواقف ہوں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کس مقصد کی خاطر کوفہ گئے تھے۔

﴿امام المحدثین حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن تحریر﴾

"قسم خرجوا غضبا للدین من اجل جور الولاۃ وترک عملھم بالسنۃ النبویۃ فھولاء اھل حق و منھم الحسین بن علی واھل المدینۃ فی الحرۃ"

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۶)

حکمرانوں کے خلاف اُٹھنے والوں میں ایک قسم اُن لوگوں کی ہے جو غیرتِ دینی کی بنیاد

پہ اٹھے حکمرانوں کے ظلم و ستم اور ان کے تارکِ سنت ہونے کی وجہ سے میدان عمل میں اترے۔ یہی لوگ اہلِ حق ہیں۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور حرہ کے معرکہ میں یزید کے خلاف اٹھنے والے اہلِ مدینہ بھی انہیں میں سے ہیں۔

نوٹ: یاد رہے درج بالا تحریر، کسی عام شخصیت کی نہیں

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" فا ما ثنا ء الائمۃ علیہ فاعلم ان حصرذلک لا یستطاع"

(الجواہر والدرر ص ٢٦٣)

ائمہ اسلام نے ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و ثناء میں جو کچھ کہا ہے۔ اس کا احاطہ کرنا استطاعت سے باہر ہے۔

علامہ برہان الدین البقائی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں خراجِ تحسین پیش کیا۔

" شیخ الاسلام ، وطراز الانام، علم الائمۃ العلام، حافظ العصر واستاذالدھر و سلطان العلماء وملک الفقھاء "

(الجواہر والدرر ص٢٥٨)

شیخ الاسلام ، جلیل القدر ائمہ کے علم، حافظ العصر، زمانے بھر کے استاد، علماء کے سلطان، فقہا کے بادشاہ،

مکہ مکرمہ کے محدث علامہ ابنِ فہد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علم و فضل کی یوں گواہی دی۔

" ھو امام علامہ ، حافظ محقق، عدیم النظیر لم ترالعیون مثلہ"

(الجواھر والدرر ص٢٥٠)

وہ تو امام، علامہ، حافظ، محقق اور ایسی شخصیت تھے جن کی کوئی مثال نہ ہو۔ ان جیسا آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔

محدثِ قاہرہ ابو نعیم العقبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:۔

"منقطع النظیر، امیر المومنین فی الحدیث" (الجواھر والدرد ص ۲۳۸)

بے مثل، علم حدیث میں اہل ایمان کے امیر

محدثِ حلب علامہ ابوذر ابن البرہان الحلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:۔

" امام الائمۃ و عالم الائمۃ ، خاتمۃ الحفاظ ،حامل رایۃ الاسناد و من لم تر عینای مثلہ " (الجواھر والدرد ص ۲۵۳)

اماموں کے امام، امت کے عالم، خاتمۃ الحفاظ، علم الاسناد کے علمبردار، آپ جیسا میری آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں۔

قاضی القضاۃ علامہ ابوالفضل ابن الشحنہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:۔

"ولم یجتمع لاحد فی عصرہ ما اجتمع لہ من العلوم والمحاسن"

(الجواھر والدرد ص ۲۵۱)

آپ کے دور میں کسی بھی شخصیت میں وہ علوم اور محاسن جمع نہ ہو سکے، جو آپ کی ذات میں جمع ہو گئے۔

﴿مقصد حسین علیہ السلام سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی زبانی﴾

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جب ابن زیاد ملعون کے دربار میں لے جایا گیا۔ تو اس نے

نہایت جابرانہ انداز میں کہا۔
"إيه يا بن عقيل، أتيت الناس وأمرهم جميع وكلمتهم واحدة لتشتتهم وتفرق كلمتهم وتحمل بعضهم على قتل بعض ؟ قال: كلا لست لذلك أتيت، ولكن أهل المصر زعموا أن أباك قتل خيارهم وسفك دماءهم، وعمل فيهم أعمال كسرى وقيصر، فأتيناهم لنأمر بالعدل وندعو إلى حكم الكتاب"
تم یہاں کوفہ آکر انتشار پھیلانا چاہتے ہو۔ حالانکہ لوگ مجتمع ہو چکے تو سیدنا مسلم بن عقیل علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ میں فتنہ فساد بپا کرنے کے لیے نہیں آیا۔ اے ابنِ زیاد اِس شہر والوں نے تیرے باپ کے بارے میں ہمیں بتایا تھا۔ کہ اُس نے بے دردی سے ان کے جلیل القدر افراد کا خون بہایا قیصر و کسریٰ کی سنت تازہ کردی۔ ہم تو صرف اس لیے آئے تھے۔ کہ عدل و انصاف کا بول بالا کردیں۔ اور کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلے کریں۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۲۵)

﴿مقصدِ حسین علیہ السلام بزبانِ حسین علیہ السلام﴾

سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اہلِ بصرہ کے نام ایک خط ارسال کیا تھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے۔ سیدنا حسین علیہ السلام کا مقصد دین کی سربلندی ہی تھا اور کچھ نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں
"بسم الله الرحمن الرحيم، من الحسين بن علي إلى مالك بن مسمع، والأحنف ابن قيس، والمنذر بن الجارود، ومسعود بن عمرو، وقيس بن الهيثم، سلام عليكم، أما بعد، فإني أدعوكم إلى إحياء معالم الحق وإماتة البدع، فإن تجيبوا تهتدوا سبل

الرشاد، والسلام"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حسین بن علی کی طرف سے مالک بن مسمع، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن الہیثم کے نام؛

السلام علیکم! امابعد، میں تمہیں معالم حق کے احیاء اور بدعتوں کی بیخ کنی کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم میری دعوت پر لبیک کہو گے تو شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ گے۔

(الا خبار الطوال ص ۲۳۱)

جب لشکرِ یزید نے سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا محاصرہ کر لیا۔ اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ لوگ اب جنگ کیے بغیر نہیں ٹلیں گے۔ تو کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

"نزل من الامرما ترون و ان الدنیا قد تغیرت و تنکرت وادبر معروفها وانشمرت حتی لم یبق منها الا کصبا بۃ الاناء الاخسیس الاترون ان الحق لا یعمل بہ و ان الباطل لا یتناهی عنہ لیرغب المومن فی لقاء اللہ تعالیٰ وانی لا اری الموت الا سعادة والحیاةمع الظالمین الا جرما"

حالات جو صورت اختیار کر چکے ہیں وہ تم جانتے ہی ہو۔ دنیا بدل گئی، اجنبی بن گئی۔ دنیا میں جو خیر تھی وہ جاتی رہی۔ اب تو دنیا تیل کے اس تلچھٹ کی طرح رہ گئی ہے۔ جو برتن میں باقی رہ جاتی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔ اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جا رہا۔ اب تو حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ مومن کو چاہیے کہ اللہ سے ملاقات کی رغبت رکھے میں تو ان حالات میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں۔ اور ظالم لوگوں کے ساتھ جینا جرم تصور کرتا ہوں۔

(احیا العلوم ج ٤ ص ٣٩٨)

نوٹ:۔

مندرجہ بالا خطبہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ عبارت ہم نے حامیانِ یزید پر اتمامِ حجت قائم کرنے کی غرض سے ذکر کی ہے۔ کیونکہ ہماری معلومات کے مطابق کوئی ناصبی ایسا نہیں جو امام غزالی کی وہ عبارت جو انھوں نے لعن یزید کے مسئلہ پر لکھی، بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرتا ہو۔ یزید کے ان وکیلوں پر لازم ہے۔ کہ اس روایت پر بھی یقین کامل رکھیں۔

﴿مقصدِ امامِ حسین علیہ السلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی﴾

بلاشبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا قصد اعلائے کلمتہ اللہ ہی تھا۔ اسی بناء پر اُس بیعت سے انکار کیا تھا۔ جو ایک فاسق مجاھر کے ہاتھ پر بمع سنتِ کسریٰ و قیصر ہوئی تھی۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۲ ص ۱۲۵)

﴿مقصدِ امامِ حسین علیہ السلام محدثِ جلیل علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں﴾

امام حسین علیہ السلام نے یزید پلید پر خروج کیا تھا۔۔۔۔۔ یزید لوگوں کو گناہ اور معصیت کی طرف لے جانا چاہتا تھا۔

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ج۹ ص۱۹۵)

﴿مقصدِ امامِ حسین علیہ السلام مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں﴾

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سارا جہاد صرف اس لیے تھا کہ

- کتاب و سنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں۔

• اسلام کے نظامِ عدل کو از سر نو قائم کریں۔
• اسلام میں خلافتِ نبوت کی بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کا مقابلہ کریں۔
(شہید کربلا ص ۱۰۲)

﴿مقصد امام حسین علیہ السلام علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں﴾

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آن بر جلوہ خیر الامم — چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است — پس بنائے لاالہ گردیدہ است

جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے توڑ کر حریت کے حلق میں زہر انڈیل دیا تو حق کی خاطر خاک و خون میں لوٹے۔ اس لیے "لاالہ " کی بنیاد بن گئے۔

﴿مقصدِ امامِ حسین علیہ السلام سید عبدالغنی شاہ رحمۃ اللہ علیہ آف کامونکی کی نظر میں﴾

جب یزیدیت کا سیلاب آیا، خدا کے دیئے ہوئے ملک سے خدا کے دین کو دھکے دے کر نکال دینے کا وقت آیا تو حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سر دے کر اس سیلاب کے آگے بند باندھ دیا۔ سبق یہ دیا کہ اے میرے نانا پاک کی امت جسے میں نے نااہل سمجھا، جس کے نظام کو حق تسلیم نہ کیا، میں نے سر تو دے دیا لیکن اس کے آگے جھکا نہیں، نظامِ باطل کا مقابلہ کرنا، مصائب و تکالیف کے خلاف ٹکرا جانا یہی اسوہ حسین ابنِ علی ہے۔

(خطاب بعنوان شہادتِ امام حسین)

نوٹ: وہ تمام روایات جن میں دورِ یزید کی تباہ کاریوں اور خلافِ شرع امور کے عام رواج پا جانے کا تذکرہ ہے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقصدِ خروج کی وضاحت کرتی ہیں۔

کیا سانحہ کربلا کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے؟

واقعاتِ شہادت سے چونکہ ظلمِ یزید عیاں ہو جاتا ہے۔ عوام میں یزیدیوں کے پیرومرشد "یزید" کے خلاف نفرت انگیز جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ جو کہ حامیانِ یزید کو کسی بھی صورت گوارا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو علمائے کرام شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ انھیں انواع واقسام کے حیلوں، بہانوں اور مکروفریب سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سانحہ کربلا کا تذکرہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے غم تازہ ہوتا ہے۔ تجدیدِ غم اسلام میں جائز نہیں وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام:

ناصبیوں کا یہ اعتراض رائی برابر بھی وزن نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں بہت سی ایسی آیات ہیں۔ جو کہ غم تازہ کر دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ یوسف کی یہ آیتِ مبارکہ

" وابیضت عیناه من الحزن فهو کظیم"

کیا حامیانِ یزید سورہ یوسف تلاوت نہ کرنے کا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟ اور اس واقعہ یوسف کو اللہ تعالیٰ نے احسن القصص قرار دیا ہے۔ یاد رہے! غم تازہ کرنے کے لیے کسی سانحہ کا تذکرہ کرنا اور چیز ہے۔ جبکہ وعظ و نصیحت کی غرض سے کوئی غم انگیز واقعہ سنتے ہوئے غم زدہ ہو جانا اور چیز ہے۔ معتبر ائمہ تاریخ و مسلمہ محدثین اپنی کتب میں واقعہ کربلا تحریر کرتے ہیں۔ مثلاً

- امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۷ سے لیکر صفحہ ۲۸۶ تک کافی تفصیل کے ساتھ واقعہ کربلا بیان کیا ہے۔
- امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الملوک والامم جلد ۵ ص ۴۰۰ سے لیکر صفحہ ۴۷۰ تک سانحہ کربلا کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔
- امام المحدثین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ جلد اول صفحہ ۳۶۹ تا ۳۸۱ پر کربلا کا قصہ ذکر کیا۔ تہذیب التھذیب جلد ۲ ص ۹۵ سے لیکر صفحہ ۱۰۲ تک کربلا سے متعلقہ گفتگو کی ہے۔
- امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر علام النبلاء جلد ۴ ص ۱۵۲ سے لیکر صفحہ ۱۶۳ تک شہادتِ امام حسین علیہ السلام سے متعلقہ روایات وآثار ذکر کیے ہیں۔
- علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب جلد اول صفحہ ۲۱۷ تا ۲۲۰ تک سیدنا حسین علیہ السلام اور آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔
- امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے المنتظم جلد ۵ ص ۳۳۵ تا صفحہ ۳۴۶ تک واقعہ کربلا کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

کیا ان سب اکابرین نے تجدید غم کرکے گناہ کا ارتکاب کیا ہے؟

یاد رہے کہ شہادت امامِ حسین علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تذکرہ کیا ہے اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادتِ حسین علیہ السلام کی پیش گوئی فرمائی ہے جس سے متعلقہ روایات کو ہم ایک الگ باب کے طور پر سپردِ قلم کیے

دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

شہادتِ امامِ حسین کے بارے میں مخبرِ صادق ﷺ کی پیش گوئی

■ نجی الحضرمی کا بیان ہے۔

عن نجي الحضرمي أنه سار مع علي رضي الله عنه وكان صاحب مطهرته فلما حاذى نينوى وهو منطلق إلى صفين فنادى علي: اصبر أبا عبد الله اصبر أبا عبد الله بشط الفرات. قلت: وما ذاك؟ قال: دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم وإذا عيناه تذرفان، قلت: يا نبي الله أغضبك أحد؟ ما شأن عينيك تفيضان؟ قال: "بل قام من عندي جبريل عليه السلام قبل فحدثني أن الحسين يقتل بشط الفرات". قال: فقال: "هل لك أن أشمك من تربته؟". قلت: نعم، قال: فمد يده فقبض قبضة من تراب فأعطانيها فلم أملك عيني أن فاضتا.

کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر پہ تھا۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کروایا کرتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نینوی کے قریب پہنچے۔ آپ صفین کی طرف جا رہے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہنے لگے۔ اے ابو عبداللہ صبر سے کام لینا، اے ابو عبداللہ فرات کے کنارے صبر سے کام لینا۔ میں نے کہا، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ فرمایا! میں کسی دن نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو رواں تھے۔ میں نے کہا، یا نبی اللہ آپ کو کسی نے ستایا ہے؟ آپ کی آنکھوں کی کیا کیفیت کہ آنسو بہائے جا رہی ہیں۔ فرمایا! ابھی میرے پاس سے جبرائیل اٹھ کر گئے ہیں۔ وہ مجھے بتا رہے تھے۔ کہ حسین کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔

فرمایا! کہ جبریل نے مجھ سے یہ بھی کہا، کہ میں آپ کو حسین کی شہادت گاہ کی مٹی نہ دکھاؤں۔ میں نے کہا، دکھلاؤ تو جبریل نے ہاتھ پھیلایا۔ ایک مٹھی مٹی کی بھری اور مجھے دے دی۔

مسند البزار حدیث نمبر ٨٨٤، مسند ابی یعلیٰ حدیث نمبر ٣٦٣، قال حسین سلیم اسد اسنادہ حسن، الاحکام الشرعیہ ج٤ ص ٢٩٧، مسند احمد حدیث نمبر ٦٤٨، مجمع الزوائد حدیث نمبر ١٥١١٢، امام ہیثمی فرماتے ہیں رجالہ ثقہ ج٩ ص ٢٠٠، السلسلہ الصحیحہ حدیث نمبر ١١٧١

■ سیدہ عائشہ علیہا السلام یا سیدہ ام سلمہ علیہا السلام سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"لقد دخل على البيت ملك فلم يدخل علي قبلها قال: إن ابنك هذا حسين مقتول، وإن شئت أريتك من تربة الأرض التي يقتل بها". قال: فأخرج تربة حمراء.

میرے پاس گھر میں اب ایسا فرشتہ آیا تھا۔ جو کبھی بھی میرے پاس نہیں آیا۔ اس فرشتے نے کہا۔ کہ آپ کا یہ بیٹا حسین قتل کیا جائے گا۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں اس جگہ کی مٹی دکھلادوں۔ جہاں اس نے قتل ہونا ہے۔ فرمایا! تھوڑی دیر بعد فرشتے نے سرخ مٹی نکال کر رکھ دی۔

(رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح.١٥١١٦)۔

سیدہ ام سلمہ علیہا السلام فرماتی ہیں۔

"كان رسول الله ﷺ جالساً ذات يوم في بيتي قال: "لا يدخل علي أحد". فانتظرت فدخل الحسين، فسمعت نشيج رسول الله ﷺ يبكي، فاطلعت فإذا حسين في حجره والنبي ﷺ يمسح جبينه وهو يبكي، فقلت: والله ما علمت حين دخل، فقال: "إن جبريل عليه السلام كان معنا في البيت فقال: أفتحبه؟ قلت: أما في الدنيا

فنعم، قال: إن أمتك ستقتل هذا بأرض يقال لها: كربلاء، فتناول جبريل من تربتها".
فأراها النبي ﷺ فلما أحيط بحسين حين قتل قال: ما اسم هذه الأرض؟ قالوا:
كربلاء، فقال: صدق الله ورسوله، كرب وبلاء"

کہ رسول اللہ ﷺ کسی دن میرے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا! میرے پاس کمرے میں کسی کو نہ آنے دینا۔ میں دیکھنے لگی، حسین داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آپ ﷺ کے رونے کی آواز سنی۔ میں نے جھانکا، تو دیکھا کہ حسین آپ ﷺ کی گود میں ہیں۔ نبی ﷺ حسین کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور روئے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا۔ جس وقت یہ داخل ہوا۔ تو فرمایا! جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ اس کمرے میں تھے۔ اس نے پوچھا۔ کیا آپ اس بچے سے محبت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ کہا بے شک آپ کی امت اسے ایک ایسی سرزمین پر قتل کر ڈالے گی۔ جس کا نام کربلا ہو گا۔ جبریل نے اس جگہ کی مٹی لی۔ اور نبی ﷺ کو دکھلائی۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا گیا۔ پوچھا یہ کون سی جگہ ہے۔ اس جگہ کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے کہا، کربلا فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ یہ کرب اور بلا ہے۔

(المعجم الكبير حديث نمبر ۲۷۵۰، معرفة الصحابه حديث نمبر ۲۲۷، مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۲۰
حديث نمبر ۵۱۱۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں رجالہ ثقات)

تنبیہ:۔

ناصبی مصنفین سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کے لیے سیدہ ام سلمہ علیہا السلام کی درج بالا روایت بیان کر کے کہا کرتے ہیں۔ کہ سیدہ ام سلمہ علیہا السلام کہ نزدیک قاتل صرف اہل

عراق ہیں۔یزید اور اہل شام نہیں۔ یاد رہے یہ ان لوگوں کی بدترین خباثت ہے۔ مذکورہ روایت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض اہل عراق بھی قتل میں شریک ہیں۔ ناکہ اہل شام بالکل بری ہیں۔ اگر یہ جلے بھنے ناصبی اسی بات پر مصر ہیں تو ان ناصبیوں سے سوال ہے۔ اگر کہیں قتل ہو جائے۔ قتل میں زید، بکر، عمرو شریک ہوں کوئی شخص زید کو مخاطب کرکے کہے تجھ پر اللہ کی لعنت ہو تونے ناحق خون بہایا ہے یا قتل کیا ہے۔کیازید کو قاتل کہنے سے بکر اور عمرو بری ہو گئے؟؟؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"ليقتلن الحسين، وإني لأعرف التربة التي يقتل فيها قريباً من النهرين"

حسین کو ضرور بالضرور قتل کیا جائے گا۔ میں اس مٹی کو بھی پہچانتا ہوں۔جس پر انہیں قتل کیا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۳۷۳۶۵، ۔ مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۰۱۲٤، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں رجالہ ثقات ،مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں لیقتلن الحسین ظلماً: حدیث نمبر ۳۱۳۳۳)

حضرت ارہریمہ فرماتے ہیں۔

"كنت مع علي رضي الله عنه بنهر كربلاء فمر بشجرة تحتها بعر غزلان، فأخذ منه قبضة فشمها ثم قال: يحشر من هذا الظهر سبعون ألفاً يدخلون الجنة بغير حساب"

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہر کربلا کے پاس تھا۔آپ ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ جس کے نیچے ہرنیوں کی میگنیاں پڑی ہوئی تھیں۔آپ نے مٹھی میں مٹی بھری۔ اسے سونگھا۔ پھر فرمایا۔اس جگہ سے ستر ہزار افراد اٹھائے جائیں گے۔جو بغیر

حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔
(المعجم الکبیر حدیث نمبر ۲۷۵۶، مصنف ابنِ شیبہ حدیث نمبر ۳۸۵۲۳، مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۵۱۲۶، رجالہ ثقات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"استأذن ملك القطر ربه أن يزور النبي صلى الله عليه وسلم فأذن له وكان في يوم أم سلمة فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا أم سلمة احفظي علينا الباب لا يدخل علينأحد. (فبينا) هي على الباب إذ جاء الحسين بن علي فاقتحم ففتح الباب فدخل فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يلتزمه ويقبله فقال الملك: أتحبه؟ قال: نعم. قال: إن أمتك ستقتله إن شئت أريتك المكان الذي تقتله فيه. قال: نعم قال: فقبض قبضة من المكان الذي قتل (فيه) فأراه فجاء بسهلة أو تراب أحمر فأخذته أم سلمة فجعلته في ثوبها. قال ثابت: فكنا نقول أنها كربلاء"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ نظامِ بارش پر مامور فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اجازت مانگی۔ اسے اجازت دے دی گئی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اُس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے امِ سلمہ دروازے کا خیال رکھنا، کمرے میں کوئی بھی داخل نہ ہونے پائے۔ اس دوران سیدہ امِ سلمہ دروازے پر تھیں۔ حسین رضی اللہ عنہ آئے اور کمرے میں داخل ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنے جسم سے چمٹانے لگے اور چومنے لگے۔ فرشتے نے پوچھا، آپ اس سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ کہا! بے شک آپ کی امت اسے قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں اس نے قتل ہونا

ہے۔ آپ نے فرمایا، دکھاؤ۔ کہا فرشتے نے اس جگہ سے ایک مٹھی مٹی کی لی اور آپ ﷺ کو دکھلائی۔ وہ سرخ مٹی تھی۔ ام سلمہ علیہا السلام نے وہ مٹی لے لی۔ اور اپنے کپڑے میں رکھ لی۔ ثابت نے کہا، ہم کہا کرتے تھے یہ کربلا کی مٹی ہے۔

(المعجم الكبير حديث نمبر ٢٧٤٥، موارد الظمآن حديث نمبر ٢٢٤١، صحيح ابن حبان حديث نمبر ٦٧٤٢، اتحاف الخيرة المهرة حديث نمبر ١٧٥٧، مسند ابی یعلی حدیث نمبر ٣٤٠٢، قال حسين سليم اسد اسناده حسن، مجمع الزوائد حديث نمبر ١٥١٢١، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اسناده حسن)

تعجب ہے ان ناصبیوں پر جو خود کو بڑا متبع سنت ٹھہراتے ہوئے مخلوقِ خدا پر تارکِ سنت ہونے کے آتشیں گولے داغتے رہتے ہیں۔ اور تجدید غم کا بہانہ تراشتے ہوئے ایسے عمل سے روکتے ہیں جو کہ نبی کریم ﷺ سے بسندِ صحیح ثابت ہے۔

جب تم کوفہ پہنچ جاؤ تو مسلم بن عقیل کو ڈھونڈنا اگر تمھیں اس پر تسلط حاصل ہو جائے تو اسے قتل کر ڈالنا یا شہر بدر کر دینا۔

﴿حالات کشیدہ ہو جاتے ہیں﴾

یزید کو جیسے ہی اطلاع ملتی ہے۔ کہ امام حسین عراق کی طرف نکلنا چاہتے ہیں۔ فورا اپنے گورنر ابن زیاد کو خط لکھتا ہے۔

" قد بلغنی ان الحسین قد توجہ الی نحو العراق فضع المناظر والمسالح واحترس واحبس علی الظنة و خذ علی التهمة"

مجھے خبر ملی ہے کہ حسین عراق کی طرف آ رہے ہیں۔ لہٰذا تم جگہ جگہ جاسوس و نگران بٹھا دو جس کے بارے میں شک بھی ہو اسے قید میں ڈال دو اور جس پر الزام ہو اسے فورا پکڑ لو۔

(البدایہ والنهایہ ج۸ص ۱۷۹)

(یہی خط ابن الاثیر نے الکامل ج ۲ ص ۱۶۰ پر ذکر کیا ہے)

(ابن جریر الطبری نے تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۹۲ پر ذکر کیا ہے)

(محمد بن منظور نے مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۸۱ پر ذکر کیا ہے)

قارئین کرام:۔

یزید کے مندرجہ بالا خط سے ثابت ہوتا ہے کہ

ا۔ یزید سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے خاصا خوفزدہ تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہیں کوفہ ہی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

۲۔یزید پر رعایا مطمئن نہیں تھی اور نہ ہی اس کی بیعت پر راضی۔اگر سیدنا حسین علیہ السلام یزید کی مخالفت میں اکیلے ہوتے تو یزید قطعاً اس قدر متفکر نہ ہوتا۔کیا یہ حقیقت نہیں کہ جس حکمران پر رعایا مطمئن ہو۔وہ اس قدر پریشان نہیں ہوا کرتا۔

۳۔ کوفہ کے حالات نہایت ہی مخدوش و کشیدہ ہو چکے تھے۔ کوفہ میں کرفیو کا سا ماحول بن گیا تھا لوگوں کو گھروں تک محصور کر دیا گیا تھا۔

﴿کوفہ میں تین قسم کے لوگ تھے﴾

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔کہ کوفہ کے تمام لوگ ہی بے وفا و غدار تھے۔جب حضرت حسین علیہ السلام کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو تمام کوفی حضرت حسین علیہ السلام کی حمایت و نصرت سے الگ ہو گئے۔ کتب تاریخ و رجال کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔کہ کوفہ میں تین قسم کے لوگ تھے۔

۱۔بزدل ۲۔مفاد پرست ۳۔ مخلص و فادار

بزدل افراد جو تھے وہ حالات کا مقابلہ نہ کر سکے۔ان کی ہمتیں جواب دے گئیں۔سیدنا حسین علیہ السلام کو بے یارومددگار چھوڑ گئے۔

مفاد پرست طبقہ:۔

اس طبقے کے لوگوں نے جب دیکھا کہ کوفہ میں یزید مخالف تحریک نقطہ عروج تک پہنچ چکی ہے اور سیدنا حسین علیہ السلام میدان میں اترنے والے ہیں۔انھیں یقین ہو گیا۔کہ اب سلطنت یزید یہ چند ہفتوں کی مہمان ہے یہ مفاد پرست لوگ یزید مخالف تحریک میں شامل ہو گئے۔تاکہ دونوں ہاتھوں سے مفاد سمیٹیں۔چنانچہ ان لوگوں

نے سیدنا حسین علیہ السلام کو خطوط بھی لکھے۔ بڑھ چڑھ کر وفاداریوں کا یقین بھی دلایا۔ حقیقت ہے کہ ایسے لوگوں کی وفاداریاں بدلتے موسم کا روپ دھار لیا کرتی ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تحریکوں کے ساتھ ایسا ہوتا آیا ہے۔ کیا بدل جانے والے مفاد پرست چہروں کو دیکھ کر یہ باور کر لیا جائے کہ تحریکیں بے وفا لوگوں پر مشتمل تھیں۔ یہی کچھ کوفہ میں بپا ہونے والی حکومت مخالف تحریک کے ساتھ ہوا۔ مفاد پرست لوگ شامل ہو گئے۔ لیکن جب حالات بدلتے دیکھے۔ مفاد حاصل ہونا مشکل دکھائی دینے لگا۔ تو یہ لوگ سیدنا حسین علیہ السلام سے الگ ہو گئے۔ معاملہ صرف علیحدگی تک نہ رہا۔ ستم بالائے ستم کہ یہ دنیا پرست لوگ لشکرِ یزید میں شامل ہو کر یزیدی امیر کی رضا کے طلبگار ہو گئے۔

رہے مخلص وفادار لوگ! تو انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ حالات اس قدر کشیدہ ہو گئے کہ یہ لوگ بسیار کوشش کے امام حسین علیہ السلام کے پاس نہ پہنچ سکے۔ اور ادھر صحرائے کربلا میں قیامت صغریٰ بیت گئی۔

قارئین کرام:۔

آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ حکومت مخالف طبقہ اگر احتجاج کا اعلان کر دے تو حکمرانانِ وقت اپنی تمام طاقت تحریک کو کچلنے پر صرف کر دیتی ہے۔ ہزارہا افراد پابند سلاسل کر دیئے جاتے ہیں۔ بڑی شاہراہوں پر دیو ہیکل کنٹینر لگا کر داخلی و خارجی راستے مسدود کر دیے جاتے ہیں۔ پھر حکمران طبقہ یہ راگ الاپنا شروع کر دیتا ہے۔ ''احتجاج کا ڈرامہ فلاپ ہو گیا''

لیکن جو لوگ غیر جانبدار اور باشعور ہوتے ہیں۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ورطہ حیرت میں بار بار سوال کرتے نظر آتے ہیں۔ کہ اگر ساری عوام حکومت کے ساتھ ہے تو پھر راستے کیوں مسدود کئے گئے۔ کنٹینر سڑکوں پر کیوں لا کھڑے کیے گئے۔ پٹرول پمپ سیل کیوں کیے گئے۔۔۔۔۔؟

سید حسن بنا مصری سے آپ واقف ہوں گے۔ یہ وہ لیڈر تھے جن کی تحریک وادی نیل کی فضاؤں کو چیرتے ہوئے حدودِ مصر سے آگے بڑھ چکی تھی۔ لاکھوں نوجوان ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ لیکن جبر کے جھونکوں نے جب ان کا چراغِ زیست گُل کیا۔ تو ملک میں کرفیو کا نفاذ کر دیا گیا۔ جب جنازہ اٹھا۔ تو جنازے میں لاکھوں افراد کی بجائے صرف چند افراد شامل تھے۔ کیا یہ مان لیا جائے کہ سیدنا حسن البنا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صرف چند لوگ ہی تھے؟؟؟۔

لوگوں کا میلان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ہی تھا۔

حامیانِ یزید کربلا کے واقعات اس انداز سے بیان کرتے ہیں۔ کہ سننے والا یہ تصور قائم کر بیٹھتا ہے۔ کہ تمام لوگ یزید کی بیعت پر راضی و خوش تھے۔ اور لوگوں کا میلان بھی یزید ہی کی طرف تھا۔ حالانکہ حقیقتاً ایسے نہیں تھا۔ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ہی مائل تھے۔

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"بل الناس ان میلهم الی الحسین لانه السید الکبیر و ابن بنت رسول الله صلی

اللہ علیہ والہ وسلم فلیس علی وجہ الارض - یو مئذ احد یسامیہ ولا یساویہ
ولکن الدولۃ الیزیدیۃ"

لوگوں کا میلان قلب بلاشک وشبہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ہی تھا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ سید کبیر تھے۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے لخت جگر تھے۔ اور اُس دور میں پوری روئے زمین پر آپ رضی اللہ عنہ جیسا کوئی تھا ہی نہیں۔ لیکن سلطنت یزیدیہ سب کی سب آپ کی عداوت ودشمنی پر تلی ہوئی تھی۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ص ۱۵۱)

سیدنا امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوتے ہیں

"وخرج یوم الترویۃ یرید الکوفۃ"

سیدنا امام حسین علیہ السلام ترویہ کے دن مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

(مراۃ الجنان ،البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۲۲۹،الکامل ج۴ ص ۱۸۴)

﴿یزیدی گورنر کا ردِ عمل﴾

"ولما بلغ ابن زیاد مسیر الحسین من مکۃ بعث الحصین بن نمیر تمیمی صاحب شرطتہ فنزل القادسیہ و نظم الخیل بین القادسیہ الی خفان ومابین القادسیۃ الی القطقطانۃ والی جبل لعلع"

جب ابن زیاد گورنر کوفہ کو سیدنا حسین کے مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ اس نے قادسیہ پہنچ کر پڑاؤ کیا اور ایک طرف قادسیہ سے خفان تک اور دوسری جانب قادسیہ سے قطقطانہ اور کوہ لعلع تک سواروں

کو پھیلا دیا۔

(الکامل ج٤ ص ٤١)

﴿سیدنا حسین علیہ السلام مقامِ حاجر سے کوفہ کی جانب قاصد روانہ کرتے ہیں﴾

"فلما بلغ الحسين الحاجر كتب الى اهل الكوفة مع قيس بن مسهر الصيداوى يعرفهم قدومه ويامرهم بالجد فى امرهم"

جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مقامِ حاجر پہنچے تو قیس بن مسہر کو خط دے کر اہلِ کوفہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اہلِ کوفہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے آنے کی خبر دے اور اپنے اس انقلابی اقدام میں محنت کرنے کی ترغیب دلائے۔

﴿قیس بن مسہر کی شہادت﴾

جب قیس بن مسہر قادسیہ پہنچے تو ابنِ نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابنِ زیاد کی طرف بھیج دیا۔ جیسے ہی قیس بن مسہر کو ابنِ زیاد کے پاس پہنچایا گیا۔ تو وہ آپ سے یوں مخاطب ہوا۔

"اصعد القصر فسب الكذاب ابن الكذاب الحسين بن على"

کہ محل کی چھت پر چڑھ کر حسین بن علی کو گالیاں دو۔ سیدنا قیس چھت پہ چڑھے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

"ان الحسين بن على خير خلق الله ابن فاطمة بنت رسول الله انارسوله اليكم وقد فارقته بالحاجر فاجيبوه"

حسین بن علی رضی اللہ عنہ بلاشک و شبہ مخلوقِ خدا میں سب سے بہتر شخصیت ہیں۔ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر ہیں۔ میں تمھاری طرف ان کا قاصد بن کر آیا

ہوں۔ اور میں ان سے مقامِ حاجر سے جُدا ہوا ہوں۔ اور پھر آپ نے ابنِ زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کی۔

ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ محل کی چھت سے گرا دیا جائے۔

"فرمی من اعلی القصر فتقطع فمات"

چنانچہ آپ کو محل کے بالائی مقام سے گرا دیا گیا۔ گرتے ہی جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۲٤۰)

﴿مقامِ زبالہ پر عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملتی ہے﴾

عبداللہ بن بقطر کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ابنِ عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابنِ نمیر کے سواروں نے پکڑ کر ابنِ زیاد کی طرف بھیج دیا۔ ابنِ زیاد نے آپ کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اصعد فوق القصر والعن الكذاب ابن الكذاب"

محل کی چھت پر چڑھ کر کذاب بن کذاب پر لعنت بھیجو۔(نعوذ باللہ من ذالک)

پھر میں دیکھوں گا کہ تمھارے بارے میں کیا کرنا ہے۔ آپ محل کی چھت پر چڑھے

"فاعلم الناس بقدوم الحسين و لعن ابن زياد و اباه"

لوگوں کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چلے آنے کی اطلاع کی۔ ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی

"فالقاه من القصر فتكسرت عظامه"

ابن زیاد نے انھیں محل کی چھت سے گرادیا جس کے نتیجے میں ابن بقطر کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ (الکامل ج٤ ص ٤٣)

سیدنا امام حسین علیہ السلام چشمہ شراف سے روانہ ہوئے، چلتے چلتے جب کوہِ ذی حشم پر پہنچے تو

"جاء القوم وهم الف فارس مع الحر بن يزيد التميمي فوقفوا مقابل الحسين واصحابه"

حر بن یزید التمیمی کی زیرِ کمان ایک ہزار سوار بھی پہنچ گئے۔ وہ سیدنا حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے مقابل آ ٹھہرے۔ (الکامل ج٤ ص ٤٧)

اہم اور فیصلہ کن بات:۔

قارئین کرام: اگر سیدنا حسین علیہ السلام کے ساتھ صرف کوفی ہی تھے اور بعد میں وہ بھی آپ علیہ السلام کے خلاف ہو گئے تھے۔ تو پھر یہ ایک ہزار کا لشکر کیوں بھیجا گیا؟۔ ابن زیاد کی طرف سے اتنا بڑا لشکر بھیجنا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ سیدنا حسین علیہ السلام کو عوام میں مقبولیت حاصل تھی۔ اور مقبولیت بھی ایسی کہ یزیدی گورنر کو ایک ہزار کا لشکر بھیجنا پڑا۔ کیا یہ لشکر سیدنا حسین علیہ السلام کے مختصر سے قافلے کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا؟

حُر نے کہا

"امرت ان لا افارقک حتى اقدمک الكوفة فاذا ابيت فخذ طريقا لاتدخلک الكوفة ولا تردک الى المدينة"

مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں آپ کے ساتھ لگا رہوں۔ حتیٰ کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو پھر ایسا راستہ اپنائیے۔ جو آپ کو نہ ہی کوفہ پہنچائے اور نہ ہی واپس مدینہ۔ (الکامل ج ۴ ص ۴۷)

سیدنا امام حسین علیہ السلام مقام عذیب الہجانات پر

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے عذیب الہجانات پہنچے تو وہاں ترماح بن عدی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے کوفہ کے حالات دریافت کیے۔ اپنے قاصد قیس بن مسہر کے بارے میں پوچھا۔ ترماح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ تو شہید کر دیئے گئے۔ اور جو ان پر گزری تھی سب گوش گزار کر دی۔

فترقرقت عيناه بالدموع ولم يملك دمعه"

سنتے ہی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ضبط نہ کر پائے۔ زبان پر قرآن پاک کی یہ آیت جاری ہو گئی۔

"فمنهم من قضى نحبه ومنهم ينتظر وما بدلوا تبديلا"

پھر یہ دعا فرمائی۔

"اللهم اجعل لنا ولهم الجنة واجمع بيننا وبينهم فى مستقر رحمتك و غائب مدخور ثوابك"

اے مولائے کریم ہمیں اور اُن کو جنت عطا فرمانا۔ ہمیں اور انہیں اپنی جوارِ رحمت اور ذخیرہ شدہ اجر میں یکجا فرما دینا۔ دورانِ گفتگو ترماح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ آپ ہمارے پاس کوہ اجاپر تشریف لے آئیں۔ خدا کی قسم! وہ ایسا پہاڑ ہے جس نے ہمیں ملوکِ غسان و حمیر نعمان بن منذر اور ہر سرخ و سفید کے حملے سے محفوظ رکھا ہے۔ اگر جنگ کی

نوبت آئی تو۔ میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ بنو طے کے بیس ہزار شمشیر زن آپ کے پاس جمع کر دوں گا۔ وہ سب آپ کے آگے اپنی تلواروں سے لڑیں گے۔ خدا کی قسم جب تک ان میں ایک شخص بھی زندہ رہے گا۔ آپ تک دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔

(الکامل ج٤ ص ٥١)

پھر ترماح رحمۃ اللہ علیہ اجازت لے کر واپس چلے گئے اور جاتے ہوئے آپ سے کہا تھا۔ کہ میں اہلِ خانہ کا بندوبست کر کے واپس آ جاؤں گا۔ پھر بقول روای کے واپس تو آئے لیکن وادی کربلا میں قیامتِ صغریٰ بیت چکی تھی۔

"ثم عاد الی الحسین فلما بلغ عذیب الھجانات لقیہ خبر قتلہ فرجع الی اھلہ"

(الکامل)

اہم نکات:۔

- بنو طے کے لوگ بھی سیدنا حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔
- ترماح بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی حضرت حسین علیہ السلام کا موقف بر حق تھا۔ اگر یزید بر حق ہوتا تو ترماح بن عدی رحمۃ اللہ علیہ جیسا جلیل القدر تابعی سیدنا حسین علیہ السلام کو کبھی بھی تعاون کی پیش کش نہ کرتا۔

﴿باپ بیٹے کا ایمان افروز مکالمہ﴾

"ثم سری فنعس فی مسیرہ حتی خفق براسہ واستیقظ وھو یقول انالله وانا الیہ راجعون والحمدلله رب العالمین"

رات کو چلے جا رہے تھے کہ اثنائے سفر اونگھ طاری ہو گئی۔ سر نیچے کو جھک گیا۔ پھر جب بیدار ہوئے تو فرما رہے تھے۔

" اناللہ وانا الیہ راجعون والحمدللہ رب العالمین"
(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۴۸، تاریخ الامم والملوک ج۴ ص ۱۹۵ سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ۱۵۲)

آپ رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں میں جیسے ہی یہ کلمات پڑھتے ہیں۔ فوراً آپ کے پاس آکر عرض کرتے ہیں۔

"یا ابت جعلت فداک م حمدت واسترجعت"؟

ابا جان میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا وجہ آپ انا للہ اور الحمدللہ کہہ رہے تھے؟۔

فرمایا!

"یا بنی انی خفقت براسی خفقۃ فعن لی فارس علی فرس فقال القوم یسیرون والمنایا تسیر الیھم فعلمت ان انفسنا نعیت الینا"

بیٹا مجھے قدرے اونگھ آ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھوڑ سوار ہے۔ وہ کہتا جا رہا ہے۔ کہ لوگ محو سفر ہیں حالانکہ موتیں ان کی طرف بڑھتی چلا آ رہی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ ہمیں ہماری موت کی خبر دی جا رہی ہے۔

بیٹا یوں گویا ہوتا ہے۔

"یا ابت لا اراک اللہ سوء السنا علی الحق"؟

ابا جان کیا ہم حق پر نہیں؟

فرمایا!

"بلی والذی یرجع اللہ العباد"

کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کی طرف بندے ہر حالت میں رجوع کرتے ہیں۔

ہم حق پر ہیں۔

بیٹا کہتا ہے۔

"اذن لانبالی ان نموت محقین"

جب ہم راہ حق میں موت کو گلے لگا رہے ہیں تو ہمیں موت کی کوئی فکر نہیں۔ بیٹے کی زبان سے یہ کلمات سن کر نواسہ رسول ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔

"جزاک اللہ من ولد خیرا ماجزی ولدا عن والدہ"

اللہ کریم تجھے وہ جزائے خیر عطا فرمائے جو فرمابردار بیٹے کو باپ کی طرف سے عطا کیا کرتا ہے۔ (الکامل ج٤ ص١٩٥)

﴿شب بھر چلتے رہے﴾

"فلما طلع الفجر صلی باصحابہ وعجل الرکوب ثم تیاسر فی مسیرہ حتی انتھی الی نینوی"

جب فجر طلوع ہوئی تو ہمراہیوں کو نماز پڑھائی۔ پھر جلدی سے سوار ہو گئے۔ بائیں طرف کو چلنے لگے۔ چلتے رہے حتیٰ کہ نینویٰ پہنچ گئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٤٨)

﴿ابن زیاد کے ظالمانہ احکامات﴾

مقام نینویٰ پر اترے ہی تھے کہ

"اذا راکب مقبل من الکوفۃ فوقفوا ینتظرونہ فسلم علی الحر ولم یسلم علی الحسین واصحابہ ودفع الی الحر کتابا من ابن زیاد فاذا فیہ اما بعد فجعجع بالحسین حین یبلغک کتابی ویقدم علیک رسولی فلا تنزلہ الا بالعراء فی غیر حصن وعلی غیر ماء وقد امرت رسولی ان یلزمک فلا یفارقک حتی یاتینی بانفاذک امری"

کوفہ کی جانب سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ ٹھہر گئے، اس کا انتظار کرنے لگے۔ اس سوار نے حُر کو سلام کیا لیکن حضرت حسین اور آپ کے ہمراہیوں کو سلام نہ کہا۔ اور حُر کو ابن زیاد کا خط دیا جس میں تحریر تھا۔

اما بعد: جب میرا قاصد تیرے پاس پہنچ جائے تجھے میرا خط مل جائے۔ تو حسین پر سختیاں کرو۔ اسے کھلے میدان کے سوا کہیں پڑاؤ نہ کرنے دینا۔ ایسی جگہ اترنے پر مجبور کرنا۔ جہاں نہ قلعہ ہو اور نہ ہی پانی۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیرے ساتھ ساتھ رہے۔ جب تک تو میرے حکم پر عمل نہ کرلے۔ تجھ سے جُدا نہ ہو۔
(الکامل ج ٤ ص ٥٢)

"فاخذ هم الحر بالنزول على غير ماء ولا فى قرية"

چنانچہ حُر نے قافلہ حسینی کو ایسی جگہ پڑاؤ کرنے پر مجبور کر دیا جہاں نہ ہی آبادی تھی اور نہ ہی پانی۔ آخر کار حضرت حسین ؓ اسی میدان میں پڑاؤ کرنے پر مجبور ہو گئے
(الکامل ج٤ ص٥٢)

قافلہ حسینی پر پانی کی بندش

معتبر کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ لشکر یزید دریائے فرات اور قافلہ حسینی کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ دریائے فرات پر جابجا فوجی دستے متعین کر دیے گئے۔ تاکہ سیدنا حسین علیہ السلام شدت پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر یزید کی بیعت کر لینے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن جبر و قہر کے تمام حربے ابن علی کو طاغوت کے آگے جھکا نہ سکے۔ بالآخر سیدنا حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں سمیت بھوکے پیاسے شہید ہو گئے۔ اس حادثہ خونچکاں سے جہاں خاندان نبوت کے صبر و استقلال کے پھریرے لہرا گئے وہاں لشکر یزید کا انسانیت سوز ظلم و تشدد بھی عیاں ہو گیا۔ جو کہ ناصبیوں کے لیے نہایت ہی اذیت ناک، اور ناقابل برداشت ہے۔

اس لیے حامیانِ یزید اپنی تحریروں میں بڑے زور شور سے قافلہ حسینی پر پانی کی بندش کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ کسی صورت ماننے کے لیے تیار نہیں کہ کربلا میں قافلہ حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کیا گیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ناصبی اپنا پورا زورِ قلم صرف کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

قافلہ حسین پر ظلم و بربریت اور بے رحمی کی انتہا دکھلائی گئی ہے۔ کہ انھیں مغلوب کرنے کے لیے ان پر پانی کی بندش لگا دی گئی۔ حالانکہ یہ ایک افسانہ بلکہ خاص پروپگنڈہ ہے۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ ص ۸۸۳)

ایک اور ناصبی مفروضات کے صحراوں میں آوارہ گردی کر کے متعدد صفحات سیاہ کرنے کے بعد یوں لکھتا ہے۔

مندرجہ بالا ناقابل تردید واقعات وحالات کو پیش نظر رکھا جائے تو قحط آب کی یہ سب فرضی داستانیں، بے حقیقت اور وضعی ثابت ہوتی ہیں۔

(خلافت معاویہ و یزید ص ۲۲۳)

ایک اور ناصبی الفکر مصنف شمر وابن زیاد کے ظلم وستم پر پردہ ڈالنے کے لیے لکھتا ہے۔ کربلا میں پانی کی بندش کے قصے یہ لوگ بڑی دل سوزی اور آہ وزاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ لوگوں کے جذبات مشتعل کرنے کے لیے واویلا کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ فرضی ہے۔ جسے جھٹلانے کے لیے بہت سے دلائل موجود ہیں۔

(رشید ابنِ رشید ص ۲۰۹)

ایک اور ناصبی یوں لکھتا ہے۔ بہر حال یہ تاریخی حقیقت کے نام پر خالص ایک پروپگنڈہ ہے۔ کہ کربلا میں پانی کمیاب یا نایاب تھا۔

(واقعہ کربلا ص ۲۴۹)

قارئین کرام: ۔ یہ ہے وکلائے یزید کی قساوتِ قلبی اور خیرہ چشمی کی انتہاء کہ قافلہ حسینی پر پانی کی بندش کا یکسر انکار کرتے ہوئے اسے فرضی داستان قرار دے دیا۔ بات طویل ہو گئی اب تاریخ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ علمائے کرام اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

علامہ اسماعیل بن ابی الفداء رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:۔

"ورد كتاب من عبيدالله بن زياد الى الحر يا مره ان ينزل الحسين ومن معه على غير ماء فانزلهم فى الموضع المعروف بكربلا و ذلك يوم الخميس ثانى المحرم من هذه السنة اعنى سنة احدى وستين"

عبیداللہ بن زیاد کا خط حُر کو موصول ہوا۔ اس نے حُر کو حکم دیا تھا۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کو ایسی جگہ اتارنا جہاں پانی نہ ہو۔ تو حُر نے ایسی جگہ اتارا جو کربلا کے نام سے معروف تھی۔ یہ ۸ محرم ۶۱ ہجری کی بات ہے۔
(التاریخ ابی الفداء ج۱ص ۲۹۵)

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ :۔

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنھایہ میں واقعہ کربلا لکھنے سے پہلے لکھتے ہیں۔

"هذه صفة مقتله ماخوذة من كلام ائمة هذا الشان لاكما يزعمه اهل التشيع من الكذب"

یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وہ واقعہ ہے۔ جو اس فن کے ائمہ کے کلام سے لیا گیا ہے۔ اور یہ ان جھوٹی روایات پر مشتمل نہیں۔ جو اہلِ تشیع بیان کرتے رہتے ہیں۔
(البدایہ والنھایہ ج۸ص۱۹۹)

آگے شہادت کے واقعات ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

"فردعليه ابن زياد ان حل بينهم وبين الماء"

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو جواباً خط لکھا کہ حسین اور ان کے ساتھیوں کو پانی تک نہ پہنچنے دو۔ ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ۔

(البدایہ والنھایہ ج۸ص۱۹۹)

قارئین کرام:۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کو خود اپنی کتاب میں تحریر کرنا اور اس کی تردید نہ کرنا۔ بلکہ یہ لکھ دینا کہ یہ واقعات اس فن کے ائمہ کے کلام سے اخذ کردہ ہیں۔ اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بھی قافلہ حسینی پر پانی کی بندش کے قائل تھے۔ بلکہ شہادت کے واقعات لکھتے ہوئے رقم زن ہیں۔

"وقد اشتد عطش الحسين فحاول ان يصل الى ان يشرب من ماء الفرات فما قدربل مانعوه"

دورانِ جنگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے شدید پیاس محسوس کی۔ فرات کی طرف بڑھے تاکہ پیاس بجھا سکیں۔ ان (یزیدیوں نے) آپ رضی اللہ عنہ کو روک دیا۔ آپ پانی تک نہ پہنچ سکے۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۲۳)

علامہ ابن الوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ورد كتاب ابن زياد يا مرالحر ان ينزل الحسين و من معه على غير ماء"

حر کو ابن زیاد کا خط موصول ہوا۔ جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو ایسی جگہ لے جاؤ جہاں پانی میسر نہ ہو۔

(تاریخ ابن الوردی ص۱۶۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"حالوا بين الماء والحسين واصحابه" (سر الشهادتين ص۹۰)

یزیدی فوجی پانی اور قافلہ حسینی کے درمیان کے درمیان حائل ہو گئے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"منعوه واصحابه الماء" (الصواعق المحرقہ ص۲۹۹)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا۔

﴿نواب صدیق حسن خان بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ﴾

شمر ذی الجوشن ایک خیل کثیر میں نکلا۔ پھر سب روانہ ہو کر شاطی فرات پر آاترے اور درمیان حسین رضی اللہ عنہ اور آبِ فرات کے حائل ہو گئے۔ اور اس وقت حسین رضی اللہ عنہ پر اور انکے اصحاب پر امر تنگ ہوا اور سب سخت تشنہ ہوئے۔

(تشریف البشر ص ٤٥)

شاہ معین الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر یزیدیوں نے سات محرم سے پانی روک دیا۔

(سیر الصحابہ ج٦ص ١٤٦)

عمرو بن سعد نے ۷ محرم ۶۱ ہجری سے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔

(تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۳۷۸)

مورخ اسلام پروفیسر علامہ عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مختصر سی جماعت کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ اور

دریائے فرات پر سواروں کا پہرہ بیٹھا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا۔

(تاریخ اسلام ص ۴۳۹)

نوٹ:۔

مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ تاریخ حامیانِ یزید کے ہاں بھی معتبر ہے۔ یہ کتاب وفاق المدارس السّلفیہ کے درجہ ثانویہ خاصہ کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

﴿اکبر شاہ نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف﴾

شاہ صاحب اپنی شہرہ آفاق کتاب "تاریخ اسلام" کی تیسری جلد صفحہ ۶۳ پر جلی حروف سے عنوان قائم کرتے ہیں۔ "حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پانی کی بندش" پھر اس کے تحت لکھتے ہیں۔ رات کو عبیداللہ بن زیاد کا حکم آ پہنچا۔ کہا اگر ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے۔ تو اسی وقت جبکہ یہ حکم پہنچے۔ پانی پر قبضہ کر لو۔ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دو۔ اگر سپاہ شمر کے زیرِ کمان آ گئی ہے۔ تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحلِ فرات پر متعین کر دیا۔ اتفاقاً دن میں حسین رضی اللہ عنہ کے ہمرایوں نے پانی اپنے لیے نہیں بھرا تھا۔ ان کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے۔ رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا۔ کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو پچاس آدمی کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا۔ کہ زبردستی پانی لائیں۔ مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا۔ اب دم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف

پہنچانی شروع کی۔ یہ ایسی اذیت تھی جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہان روح تھی۔

(تاریخ اسلام ج ۲ صفحہ ۶۳)

"وذلک یوم الخمیس الثانی من محرم سنۃ احد و ستین"

اور یہ دو محرم سن ۶۱ ہجری جمعرات کا دن تھا۔

(الکامل ج٤ ص ٥٢، البدایہ والنہایہ ج٨ ص ٢٤٨)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کب پہنچے؟

ناصبی اس بات پر بہت زور دیتے ہیں۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام کربلا میں دس محرم کو پہنچے۔ اپنے اس باطل نظریے کی تائید کے لیے مکہ اور کربلا کے مابین جو فاصلہ ہے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اور پھر بڑے زور شور سے دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اس قدر طویل سفر طے کر کے دس محرم سے پہلے پہنچنا ناممکن ہے۔ اور پھر عوام کو مرعوب کرنے کے لیے نقشے تیار کر کے نمبر وار منزلیں ذکر کرتے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے یہ قبیح حرکت محمود عباسی نے کی۔ پھر ناصبیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا جاتا ہے۔ کہ یزیدی جرائم پر پردہ ڈالا جائے۔ جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ حضرت حسین علیہ السلام کربلا میں پہنچے ہی دس محرم کو تھے تو وہ روایات یکسر غلط ثابت ہو جائیں گی۔ جن میں قافلہ حسینی پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ ہے۔ بالخصوص پانی بند کیے جانے کی روایات۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں۔ "کہ کربلا میں کوئی پانی بند نہیں ہوا۔ کیوں

کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں پہنچے ہی دس محرم کو تھے اور دس محرم کو ہی شہید ہو گئے"

قارئین کرام:

نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم ناصبیوں کے مرشدِ اعظم محمود عباسی کے پُر فریب، پُر از اغلاط نقشے کا قدرے جائزہ لے لیں۔ تاکہ حقیقتِ حال تک رسائی ہو سکے۔ اس ناصبی مصنف نے جو نقشہ تیار کیا ہے۔ اس میں مکہ سے کربلا تک اکتیس منزلیں بنائیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ مکہ معظمہ سے سفر کا آغاز ہوا۔ اُسے بھی ایک منزل قرار دے دیا۔ بستانِ ابنِ عامر کو دوسری منزل قرار دیا حالانکہ وہ پہلی منزل تھی۔ اور اس یزیدی نے جمع میں بھی خیانت سے کام لیا۔ اور آٹھ سو میل بنا ڈالے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ قارئینِ کرام آپ اس ناصبی کا مرتب کردہ نقشہ اٹھا کر دیکھ لیں۔ صورتحال واضح ہو جائے گی۔ اور اسی ناصبی نے سلیلہ سے ربذہ کے درمیان پچاس میل کا فاصلہ لکھا ہے۔ حالانکہ علامہ یاقوت حموی نے چھبیس میل کی مسافت ذکر کی ہے۔ چنانچہ علامہ حموی لکھتے ہیں۔

"وهو موضع من الربذة اليها ستة و عشرون ميلا"

سلیلہ اور ربذہ کے درمیان چھبیس میل کا فاصلہ ہے۔

(المعجم البلدان ج۳ ص ۲۴۳)

مغیثہ اور قادسیہ کے بارے میں لکھا کہ ان کے درمیان چونتیس میل کا فاصلہ ہے۔

جبکہ مغیثہ اور قادسیہ کے درمیان چوبیس میل کا فاصلہ ہے۔

"بينها وبين القادسية اربعة و عشرون ميلا"

مغیثہ اور قادسیہ کے درمیان چوبیس میل کی مسافت ہے۔

(المعجم البلدان ج٥ ص ١٦٤)

سیدنا حسین علیہ السلام اور ابنِ سعد کے مابین تین چار ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ یہ بات ناصبیوں کے اس پیرومرشد کو بھی تسلیم ہے۔ سیدنا حسین علیہ السلام اور ابنِ سعد کی باہم ملاقاتوں میں یقیناً اچھا خاصا وقت بھی صرف ہوا ہوگا۔ ابن سعد کا کربلا سے میلوں دور کوفہ میں بیٹھے ہوئے ابنِ زیاد کو خط لکھنا اور پھر اس کا جوابی خط آنا پھر حضرت حسین علیہ السلام کو ابنِ زیاد کے جواب سے آگاہ کرنا ان تمام مراحل میں اچھا خاصا وقت صرف ہوا ہوگا۔ کچھ بعید نہیں کہ حامیانِ یزید اپنے رہبر و رہنما "یزید" کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے "ان الشیاطین لیوحون الی اولیاء هم" سے دلیل لیتے ہوئے یہ کہنے لگیں کہ بھئی ابنِ زیاد اور ابنِ سعد کے درمیان وحی والہام کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا۔ ان ناصبی مصنفین کے اندھے پیروکار واہ واہ کی صدائے شرمناک بلند کرتے ہوئے دادِ تحسین دینے لگیں۔ جبکہ کوئی بھی صحیح العقل شخص انہیں دادِ نفرین کا عطیہ پیش کرنے میں بخل سے کام نہیں لے گا۔

وہ روایات جن میں آتا ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں ساری رات عبادت میں مصروف رہے۔ ناصبیوں کے اس دعویٰ کا بھی بھرپور قلع قمع کر دیتی ہیں۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام دس محرم کو کربلا میں پہنچے تھے۔ ہمارا سوال یہ ہے۔ کہ اگر سیدنا امامِ حسین علیہ السلام دس محرم کو ہی کربلا پہنچے تھے۔ تو ان روایات کا کیا جواب ہوگا۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام اور آپ کے رفقاء ساری رات عبادت میں مصروف رہے۔

"فلما کان من الغد قدم عمر بن سعد بن ابی وقاص فی اربعۃ الاف"

جب دوسرا دن ہوا تو عمرو بن سعد چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر لیے ہوئے آ پہنچا۔
(الکامل ج٤ ص ٥٣، البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٤٨)

قارئین کرام:

یہاں یزیدیوں کے اس دعویٰ کی بھی دھجیاں بکھر گئیں۔ کہ یزید پر ساری رعایا دل و جان سے مطمئن تھی۔ اگر ساری رعایا یزید کے ساتھ ہوتی۔ اس پر دل و جان سے مطمئن ہو چکی ہوتی۔ اور سیدنا حسین علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کے خاندان کے چند افراد ہوتے تو ابن زیاد کو سیدنا حسین علیہ السلام کے مقابلے کے لیے چار ہزار افراد پر مشتمل بھاری لشکر نہ بھیجنا پڑتا۔

﴿عمر بن سعد کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جانے سے انکار﴾

جب ابن زیاد نے عمر بن سعد کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر نکلنے کا حکم دیا تو
"فاستعفاه عمر بن سعد من ذلک"

ابن سعد نے اس بارے میں ابن زیاد سے معذرت کر لی۔ ابن زیاد نے کہا
"ان شئت عفیتک و عزلتک عن ولایۃ هذه البلاد التی قد استنبتک علیها"

تیری معذرت صرف اس صورت میں قبول کر سکتا ہوں۔ کہ تجھے اُن علاقوں کی امارت سے معزول کر دوں۔ جن کا میں نے تجھے حاکم مقرر کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا مجھے کچھ مہلت دیجئے۔ تاکہ میں اپنے اس معاملے کے بارے میں کچھ غور و فکر کر لوں۔

(البدایہ والنہایہ ج٨ ص ٢٤٨)

﴾ہر شخص کا ابن سعد کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نہ جانے کا مشورہ﴿

"فجعل لا یستشیر احد الا نہاہ عن المسیر الی الحسین"

ابن سعد دوست و احباب سے اس بارے میں مشورہ کرنے لگا۔ وہ جس سے بھی مشورہ طلب کرتا وہی اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلنے سے منع کرتا۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ٦ ص ٦٣، البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٤٩)

﴾بھانجا بھی خدا کا واسطہ دے کر منع کرتا ہے﴿

"واتاہ حمزۃ بن المغیرہ بن شعبۃ وھو ابن اختہ فقال انشدک اللہ یا خالی ان تسیر الی الحسین فتاثم وتقطع رحمک فواللہ لان تخرج من دنیا ک و مالک و سلطان الارض لو کان لک خیر من ان تلقی اللہ بدم الحسین"

عمر کا بھانجا حمزہ بن المغیرہ اس کے پاس آیا کہنے لگا ماموں جان میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ جانا ورنہ ان کی صورت میں گناہ اور قطع رحمی کے مرتکب ہو جاؤ گے۔ اگر آپ کو اپنی دنیا اور مال و متاع چھوڑنا پڑ جائے۔ اور آپ کو اگر ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی ملی ہوئی ہو۔ وہ بھی چھین لی جائے۔ تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ اس سے کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون بہا کر اللہ تعالیٰ کا سامنا کریں۔

(الکامل ج ٤ ص ٥٣، تاریخ طبری ج٤ ص ١٩٧، البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٤٩، مختصر تاریخ دمشق ج ٦ ص ٦٢)

﴾عمر ساری رات غور و فکر میں بسر کر دیتا ہے﴿

"وبات لیلتہ مفکرا فی امرہ"

لشکر لے کر جاتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ ہم نے جو (رے کی بادشاہت کا) تقرر نامہ دیا ہے۔ واپس کر دو۔
(الکامل ج ٤ ص ٥٢)

بعض روایات میں تو یہاں تک مرقوم ہے۔
تهدده و توعده بالعزل والقتل
ابن زیاد نے اسے دھمکایا اور عہدے سے معزول کر دیئے جانے اور قتل کیے جانے کی دھمکی بھی دی۔
"فسار الی الحسین"
آخر کار ابن سعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑا۔ (البدایہ ج ٨ ص ٢٤٩)
"فاقبل فی ذلک الجیش حتی نزل بالحسین"
وہ لشکر لے کر چل پڑا۔ بالاخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل جا اترا۔
(الکامل ج ٤ ص ٥٢)

﴿ابن زیاد کا ابن سعد کے نام خط﴾

ابن زیاد عمر بن سعد کے نام خط بھیجتا ہے۔ جس میں ابن سعد کو مخاطب کرتے ہوئے۔ یہ حکم دیا گیا تھا۔
"ان یعرض علی الحسین بیعۃ یزید فان فعل ذلک راینا راینا وان یمنعہ ومن معہ الماء"
حسین کے سامنے بیعت یزید پیش کرو۔ اگر بیعت کرلے تو ہم دیکھیں گے۔ کہ ہماری کیا رائے ہے۔ حسین اور اس کے ہمراہیوں سے پانی روک لیا جائے۔
(الکامل ج ٤ ص ٥٢، البدایہ والنھایہ ج٨ ص ٢٤٩)

﴿قافلہ حسینی کی آخری رات﴾

سید نا حسین رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا۔ کہ اب یہاں جنگ یقینی ہے۔ تو عباس سے کہا۔
"ارجع فارددهم هذه العشية لعلنا نصلی لربنا هذه الليلة وندعوه ونستغفره فقد علم الله منی انی احب الصلاة له و تلاوة كتابه والاستغفار والدعاء"
واپس جاؤ انہیں آج رات واپس لوٹا دو۔ تاکہ آج رات ہم اپنے رب کے حضور نماز پڑھ لیں۔ دعا و استغفار کر لیں۔ اللہ کریم خوب جانتے ہیں کہ مجھے نماز کا بہت شوق ہے۔ مجھے تلاوت قرآن، استغفار و دعا کرنا بہت محبوب ہے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۵۱)

﴿نواسۂ رسول ﷺ کا ہمراہیوں سے رقت آمیز خطاب﴾

سید نا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو جمع کیا اور پھر یوں مخاطب ہوئے۔ میں اللہ کی ثنا کرتا ہوں۔ خوشحالی اور تنگی میں اسی کی حمد بجالاتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے ہمیں خاندانِ نبوت کے ساتھ عزت بخشی۔ ہمیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے۔ ہمیں قرآن سکھایا۔ دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ ہمیں شکر گزاروں کی صف میں شامل فرمایئے۔ امابعد
میں کسی کو اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر وفادار اور بہتر تصور نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی گھرانے کو اپنے گھرانے سے بڑھ کر صاحبِ خیر اور صلہ رحمی کا خواہاں سمجھتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ میرا خیال ہے کل دشمن سے مقابلے کا دن ہے۔

"وانی قد اذنت لکم جمیعا فانطلقوا فی حل لیس علیکم منی ذمام هذا اللیل قد غشیکم فاتخذوه جملا، فان القوم یطلبوننی ولو اصابونی لهوا عن طلب غیری"

میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ۔ اب تم پر میرے عہد کی تعمیل ضروری نہیں۔

(الکامل ج ۴ ص ۵۵)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں یوں درج کیا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنے اہل خانہ کو وصیت کی۔ اور رات کے اول حصے میں ہمرایوں سے خطاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فصیح و بلیغ عبارت میں درود پڑھا، پھر فرمایا۔

"من احب منکم ان ینصرف الی اهله فی هذه اللیلة فقد اذنت له فان القوم انما یرید وننی فلو قد اصابونی لهوا من طلب غیری"

تم میں سے جو کوئی بھی اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جانا چاہتا ہو، چلا جائے میں نے اسے اجازت دی بلاشبہ دشمن کو میں ہی مطلوب ہوں جب وہ میری جان لے لیں گے تو دوسروں کی طرف سے توجہ ہٹا لیں گے۔ یہ باتیں سن کر آپ کے بھائی، بھتیجے اور بیٹے یوں گویا ہوئے۔

"لابقاء لنا بعدک"

آپ کے بعد ہمارا کوئی جینا نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پھر بنی عقیل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"یابنی عقیل حسبکم بمسلم اخیکم اذهبوا فقد اذنت لکم"

اے بنی عقیل تمھارے لیے تمھارے بھائی مسلم کی شہادت ہی کافی ہے۔ تم جاسکتے

ہو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔

انہوں نے کہا۔

"فما یقول الناس انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیرالاعمام لم نرم معھم ولم نطعن معھم برمح ولم نضرب معھم رغبۃ فی الحیاۃ الدنیا "

لوگ کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ، سردار اور اپنے بہترین چچاؤں کے بیٹوں کو دنیا کی خاطر چھوڑ آئے۔ نہ ہی ان کے ساتھ مل کر کوئی تیر چلایا، نہ ہی نیزے کا استعمال کیا اور نہ ہی ان کی معیت میں تلوار اٹھائی۔

"لا واللہ لانفعل لکن نفدیک بانفسنا واموالنا واھلینا"

نہیں بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں، مال اور اہل و عیال سب فدا کر دیں گے۔

اسی طرح کی گفتگو مسلم بن عوسجہ نے کی۔ سعید بن عبداللہ الحنفی نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"واللہ لو علمت انی اقتل دونک الف قتلۃ وان اللہ یدفع بذالک القتل عنک وعن انفس ھولاء الفتیۃ من اھل بیتک لاحببت ذالک فکیف وانماھی قتلۃ واحدۃ"

خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے ہزار بار قتل کیے جانے سے آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھرانے کے ان نوجوانوں سے یہ مصیبت دور ہو سکتی ہے۔ تو میں ایک ہزار بار قتل ہونا محبوب سمجھوں اور یہاں تو صرف ایک بار ہی قتل ہونا ہے۔ اس کے بعد آپ کے ہمراہیوں نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"واللہ لانفارقک و انفسنا الفداء لک نقیک بنحورنا وجبا ھنا واید ینا وابداننا فاذا نحن قتلنا وفینا ما علینا"

ہم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں۔ کہ ہم آپ سے جُدا نہ ہونگے۔ اپنے سینوں، پیشانیوں، ہاتھوں اور بدنوں کے ساتھ آپ کا دفاع کرتے رہیں گے۔ جب ہم آپ کا دفاع کرتے کرتے خود قتل ہو جائیں گے تو پھر سمجھیں گے کہ ہم نے وہ حق ادا کر دیا جو ہمارے ذمے تھا۔

(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۵۱)

وبات الحسین و اصحابہ طول لیلھم یصلون و یستغفرون ویدعون و یتضرعون و خیل حرس علوھم تدور من وراءھم "

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے پوری رات نماز پڑھتے، استغفار و دعا کرتے اور اللہ کے حضور گریہ زاری میں گزار دی۔ حالانکہ دشمن کے گھوڑ سوار ان کے پیچھے چکر لگا رہے تھے۔

(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۵۲)

"ثم قدم عمر بن سعد برایتہ و اخذ سھا فرمی بہ وقال اشھدوا لی انی اول رام"

اگلے دن دس محرم کو عمرو بن سعد اپنا لشکر لیے جنگ کے لیے آگے بڑھا، کمان پر تیر چڑھایا۔ اور کہا لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے۔

(الکامل ج ٤ ص ٦٥)

ابن سعد کے لشکر میں سے جو شخص بھی مبارزت طلبی کرتا۔ جواباً لشکرِ حسین میں سے کوئی مقابلے پر اترتا اور اسے فنا کے گھاٹ اتار دیتا یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج چلایا۔

"اتدرون یاحمقی من تقاتلون"

ارے احمقو! تم جانتے نہیں کہ تم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو؟۔

"وھم قوم مستمیتون"

﴿یہ تو وہ لوگ ہیں جو موت کے طلبگار ہیں﴾

عمرو بن سعد نے بھی اس کی تائید کی۔ پھر عمرو بن حجاج نے حملہ کیا۔ مسلم بن عوسجہ گھوڑے سے اتر پڑے۔ شدید جنگ لڑی۔ وہ جس طرف بھی حملہ آور ہوتے صفایا کر ڈالتے۔ لشکرِ حسین رضی اللہ عنہ میں بتیس گھوڑے سوار تھے۔ ابنِ سعد کے فوجیوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ گھوڑے زخمی ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں سوار پیدل ہو گئے۔ اصحابِ حسین رضی اللہ عنہم سب شہید ہو گئے۔ ان شہید ہونے والوں میں دس سے زائد سیدنا حسین کے گھرانے سے تھے۔ اولادِ علی میں عباس، جعفر، عثمان، احمد، ابو بکر اور

اولادِ حسین میں سے علی، عبداللہ، ابو بکر، قاسم، عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون، محمد، اولادِ عقیل میں سے محمد بن ابی سعید بن عقیل شہید ہوئے۔

﴿ایسا بے مثل بہادر کبھی نہ دیکھا﴾

عبداللہ بن عمار کہتے ہیں۔

"رایت الحسین حین اجتمعوا علیہ یحمل علی من عن یمینہ حتی ابذ عروا عنہ وعلی من عن شمالہ حتی ابذ عرواعنہ فواللہ مارایت مکثورا قد قتل اولادہ واصحابہ اربط جاشا منہ ولا امضر ----واللہ ما رایت قبلہ ولا بعدہ مثلہ"

میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت دیکھا۔ جب دشمن آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دائیں جانب والوں پر اس طرح حملہ آور ہوتے۔ کہ وہ منتشر ہو جاتے۔ بائیں طرف کے فوجیوں پر حملہ آور ہوتے تو وہ بھی بکھر جاتے۔ اللہ کی قسم

میں نے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کہ دشمن کے جم غفیر میں گر چکا ہو۔ اس کی اولاد اور اس کے تمام ساتھی قتل ہو چکے ہوں۔ وہ اس قدر جری اور مضبوط دل کا حامل ہو۔ (البدایہ ج۸ ص۲۶۵)

﴿شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ﴾

حصین بن نمیر نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف تیر چھوڑا۔ جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر آ لگا۔

"فجعل یتلقی الدم و یرمی بہ السماء و یقول اللھم احصھم عددا واقتلھم مددا ولاتذر علی الارض منھم احدا"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف خون اچھالتے اور یہ بدعا کرتے۔ "اے اللہ ان کو شمار کر لے۔ انھیں ہلاکت کے گھاٹ اتار دینا۔ روئے زمین پر ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑنا"۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر لڑنے لگے۔ شمر باآوازِ بلند چلایا۔

"ویحکم ما تنتظرون اقتلوہ"

افسوس تم پر، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اسے قتل کر ڈالو۔ زرعہ بن شریک نے ایک وار آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اور دوسرا وار آپ رضی اللہ عنہ کی گردن پر کیا۔ سنان بن انس نیزہ لے کر حملہ آور ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ گر پڑے وہ گھوڑے سے اترا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سر تن سے جدا کر کے خولی بن یزید کو دے دیا۔

کیا سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر تن سے جُدا کیا گیا؟

سیدنا امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کا ان کے تنِ نازنین سے جُدا کیا جانا ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ جس کا انکار کرنا ایسے ہی ہے کہ انسان نصف النھار کے وقت سورج کا ہی انکار کر دے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے۔ جو صرف کتب تاریخ ہی سے نہیں بلکہ کتبِ احادیث سے بھی ثابت ہے۔ لیکن ناصبی اسے بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام کا سر کاٹا ہی نہیں گیا۔ اور وہ روایات جن میں سر تن سے جُدا کر کے عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں بھیجے جانے کا تذکرہ ہے۔ سب وضعی یعنی من گھڑت ہے۔ جب کہ عصر حاضر کے وہ ناصبی جو عامل بالحدیث ہونے کے دعویدار ہیں۔ وہ سر اقدس کے تن سے جدا کیے جانے کے قائل ہیں۔ کیونکہ انہیں خدشہ ہے۔ کہ اگر ہم نے اپنے سابقہ پیشواؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سر اقدس کے کٹنے کا انکار کیا تو بہت سے ایسے لوگ جو علمِ حدیث سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ ہم سے بد ظن ہو جائیں گے۔ ہماری ناصبیت ان پر آشکار ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر ان لوگوں نے موقف یہ اپنایا کہ حضرت حسین علیہ السلام کا سر اقدس تن سے جُدا تو کیا گیا۔ لیکن ابنِ زیاد نے کوئی بے ادبی نہیں کی۔

قارئین کرام:۔ آپ اگر باریکی سے حامیانِ یزید کے لٹریچر کا مطالعہ کریں گے تو بآسانی جان لیں گے۔ کہ مقصد ان ناصبیوں کا ایک ہی ہے۔ وہ ہے "یزید و ابنِ زیاد کا دفاع" ایک گروہ نے ابنِ زیاد ملعون کو اس طرح بچانے کی کوشش کی۔ کہ سر اقدس کے جسم سے الگ کیے جانے کا ہی انکار کر دیا۔ اس سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جب سر کاٹا ہی

نہیں گیا تو ابنِ زیاد کے پاس سر کیسے لے جایا گیا۔ اور دوسرے ناصبیوں نے ابنِ زیاد کو بچانے کی کوشش تو کی۔ لیکن ذرا اور انداز سے۔ انہوں نے سر اقدس کے جُدا کیے جانے کا اقرار تو کیا لیکن اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کر دیا۔ کہ ابنِ زیاد نے سیدنا حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے ساتھ کوئی بے ادبی والا معاملہ نہیں کیا۔

ناصبیوں کے یہ دونوں گروہ ابنِ زیاد اور یزید کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دلائل صحیحہ ان کے خود ساختہ نظریات کی تائید نہیں کرتے۔ مسلمہ کتبِ احادیث ان کے مذموم نظریات کی تردید ہی کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

" اتی عبیداللہ بن زیاد براس الحسین علیہ السلام"

(بخاری شریف حدیث نمبر ۳۷۴۸، جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۷۸، مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۷۷۴)، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۶۹۷۲، مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۵۱۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کتاب بدء الوحی میں ذکر کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو باب مناقب الحسن والحسین میں ذکر کیا ہے۔

ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "صحیح" یہ روایت صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو مسند احمد میں مسند انس بن مالک میں ذکر کیا ہے۔

شعیب الارنؤوط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابن حبان میں باب "ذکر البیان بان الحسین بن علی یشبہ بالنبی" میں ذکر کیا ہے۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں "باب مناقب الحسین بن علی" کے تحت ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ رواہ البزار باسناد ورجالہ و ثقوا۔

ثابت ہوا کہ ناصبیوں کا یہ دعویٰ بھی (کہ حضرت حسین کا سر تن سے جدا نہیں کیا گیا) اپنے دوسرے من گھڑت نظریات کی طرح سو فیصد باطل ہے۔

﴿لشکرِ یزید کی سنگ دلی کا ایک منظر﴾

دشمن کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اچانک لشکرِ یزید سے ایک مکروہ آواز بلند ہوئی۔

"من یوطی بفرسہ الحسین؟

کون ہے جو جسد حسین کو گھوڑوں کے ساتھ روندے؟

فانتدبہ اقوام بخیولھم حتی رضوا ظھرہ"

لشکرِ اعداء کے سنگ دل اپنے گھوڑے لے کر آگے بڑھے۔ اور جسد حسین رضی اللہ عنہ کو کچل ڈالا۔

(المنتظم ج۵ ص ۳۴۱)

"ووجد بالحسین ثلاث و ثلاثون طعنۃ واربع و ثلاثون ضربۃ غیر الرمیۃ"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسدِ اطہر پر نیزوں کے تینتیس اور تلواروں کے چونتیس زخم پائے گئے جبکہ تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔

(الکامل ج۴ ص ۷۴)

کون ناموسِ رسالت کا نگہباں ہو گیا

کس کا سر نیزے کو پہنچا کون قربان ہو گیا۔

کس کی شہ رگ پر یزیدی ہاتھ اٹھے

کون تھا جس کا لہو تفسیرِ قرآں ہو گیا

کل بہتر فرد میدانِ کربلا میں ڈٹ گئے

شمر کے ہاتھوں محمد ﷺ کے نواسے کٹ گئے

سانحہ کربلا کی قیامت خیزیاں

ہم چاہتے تھے کہ تاریخ اسلام کے اس خونبار اور جگر پاش واقعہ کی تفصیلات سپردِ قلم کرتے لیکن ہم فی الحال ایسا نہیں کر پائے وجہ وہی ہے جو جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صدیوں پہلے بتلادی تھی۔

"و كان قتله بكربلاء و في قتله قصة فيها طول لا يحتمل القلب ذكرها"

سیدنا امام حسین نے مقام کربلا پر شہادت پائی۔ آپ کی شہادت کے بارے میں ایک طویل واقعہ ہے۔ جسے انسانی دل بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

(تاريخ الخلفاء السيوطی : ۱۸۲)

شیخ نور الحق محدث دہلوی جب یہ دلخراش واقعہ لکھنے بیٹھے تو ہاتھ سے قلم گر گیا۔ اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے پکار اٹھے۔

"در شرح ایں قضیہ جانگزا جگر آب شدہ و قلم ازدست اوفتاد از حوصلہ طبع مسلمانی بیروں است کہ اشارت بآں تواں نمود"

جیسے ہی میں یہ سانحہ جانگداز لکھنے لگا، تو جگر پانی ہو گیا، ہاتھ سے قلم گر گیا۔ کسی بھی مسلمان کے بس میں نہیں کہ اس سانحہ جگر پاش کو بیان کر سکے۔

(تیسیرالقاری ج۳ ص ٤٦٤)

علامہ ابن تغری البردی جب اس سانحہ جگر پاش کا مطالعہ کرنے لگے۔ تو دل زخموں سے اٹ گیا۔ بے ساختہ پکار اٹھے۔

"قصة طويلة يجرح ذكرها القلوب"

نواسۂ رسول ﷺ کی شہادت کا واقعہ ایک طویل قصہ ہے۔ جس کا تذکرہ دل کو زخمی کر ڈالتا ہے۔ (النجوم الزاہرہ ج ا ص ۶۲)

﴿خانوادہ رسالت ہجومِ غم میں﴾

ایک نظر وادی کربلا میں یزیدی فوجوں کے نرغے میں ابن حیدر رضی اللہ عنہ کی طرف ڈالیے۔ دشمنوں کے جم غفیر کے سامنے کھڑے ہیں۔ تین دن سے پانی کی ایک بوند حلق سے نہیں اتری۔ دشمن کی چمکتی ہوئی تلواریں خون پینے کے لیے بے تاب اور پھر دل میں اٹھتے ہوئے یہ خیالات کہ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ان خاتونانِ پاک باز پر کیا گزرے گی۔

اگر فرصت ملے تو ایک نظر خاتونانِ عفت مآب کی بے بسی و بے کسی پر بھی ڈال لیجئے۔ شام کے سائے دراز ہو چکے ہیں، اداسیوں کے قافلے صحرائے کربلا پر اترنے لگے ہیں، چاند بھی خاندانِ رسالت کے صبر و استقلال کا مشاہدہ کرنے، سسکیاں بھرتے تاروں کے ساتھ آ نکلا ہے۔ چاند کی زرد روشنی ہی سے لگتا ہے کہ یہ صحرا غم والم کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ تصور تو کیجئے۔ کسی کا باپ، بھائی یا بیٹا فوت ہوتا ہے تو ڈھارس بندھانے والوں کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ مصیبت کی گھڑیوں میں دلاسہ دینے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ سامنے بھائیوں، بیٹوں، شوہروں کے کٹے پھٹے لاشے پڑے ہیں۔ ان دکھ بھرے لمحات میں کوئی دلاسہ دینے والا نہیں۔ جدھر بھی نگاہ اٹھتی ہے۔ سفاک اور خونخوار دشمنوں کا ہجوم نظر آتا ہے۔ آہ! جس نبی کے دامنِ رحمت میں اقوامِ عالم کو پناہ ملی تھی۔ آج اسی کی بیٹیاں ریگزارِ کربلا میں بھوکی، پیاسی

جلے گرے خیموں میں رات کی بھیانک، وحشت ناک تیرگی میں سسکیاں بھر رہی ہیں۔ اُدھر یزیدی رات بھر فتح کا جشن مناتے رہے۔ ادھر خانوادہ رسالت کے خیموں سے دبی دبی سسکیاں صحرا کا خشک دل پھاڑتی رہیں۔

پھر جب خاتونانِ اہلِ بیت کو صحرائے کربلا سے قیدیوں کی حالت میں لے جایا جانے لگا۔ تو نہایت ہی دلخراش منظر تھا۔ سیدہ زینب کی نظر جیسے ہی شہداء کے کٹے پھٹے اجسام پر پڑی۔ جگر دھواں دینے لگا۔ دل کا درد اشکِ رواں بن کر آنکھوں سے بہہ پڑا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا اک سیلِ رواں جاری تھا۔ لرزتی ہوئی زبان سے نکلتے ہوئے یہ الفاظ فضائے کربلا کو سوگوار بنائے جا رہے تھے۔

واہ محمدا صلی علیک ملائکۃ السماء   ھذا الحسین بالعراء مرمل بالدماء
وبناتک سبایا وذریتک مقتلۃ تسفی علیھا الصبا

ہائے اے محمد! آپ ﷺ پر فرشتگانِ فلک درود پڑھتے رہیں۔ یہ آپ ﷺ کا حسین ہے۔ جو کہ چٹیل میدان میں پڑا ہوا ہے۔ خون میں ملبوس ہے۔ عضو، عضو کٹ گیا ہے۔ آپ کی بیٹیاں قیدی بنالی گئی ہیں۔ آپ کی اولاد قتل کر دی گئی ہے۔ تیز چلتی ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے۔

(الکامل ج۲ ص ۱۷۸، تاریخ الامم والملوک ج۳ ص ۲۳۶)

قارئین کرام:

تصور کیجیے۔ جب صحرائے کربلا سے ان پاک باز خواتین کو اونٹوں پر سوار کروا کے لے جایا جا رہا ہوگا۔ شہداء کے لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر جب وہاں سے نکل رہی ہوں گی۔ تو ان کے دلوں پر درد والم کے کتنے تیر پیوست ہوئے ہونگے؟ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی

ہوئی اداسیوں کے مہیب سائے کتنے گہرے ہو چکے ہونگے؟ کیا تاریخ انسانیت سے ڈھونڈ کر کوئی ایسی مثال دکھلائی جا سکتی ہے کہ بھائیوں، نوجوان بیٹوں کے سر کاٹ کر اونٹوں پر رکھے ہوئے ہوں۔ پیچھے پیچھے مظلوم خواتین کا قافلہ جا رہا ہو؟ کیا اس سانحہ خونچکاں، واقعہ دلخراش کا ایک ایک حرف پکار پکار کر یہ اعلان نہیں کر رہا کہ خاندانِ نبوت سے بڑھ کر مظلوم کوئی نہیں۔ شاہ سوارِ کربلا سے بڑھ کر بہادر و صابر کوئی نہیں۔ اور جب یہ لٹا پٹا قافلہ شام کے وقت خالی گھروں کی طرف لوٹا ہوگا۔ تو بچھڑ کر دور چلے جانے والوں کی یاد نے روحوں کو کس قدر تڑپایا ہوگا؟

کیا خاتونانِ اہلِ بیت کو قیدی بنایا گیا؟

حامیانِ یزید اس بات پر بڑا زور دیا کرتے ہیں۔ کہ خاتونانِ اہلِ بیت کو قیدی نہیں بنایا گیا۔ اس بارے میں ہم ایک ایسی فیصلہ کن بات ذکر کرتے ہیں۔ جسے حامیانِ یزید نہ صرف تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی کتب و رسائل میں بے دھڑک لکھتے رہتے ہیں۔ کہ "جب مستوراتِ اہلِ بیت یزید کے دربار میں پہنچیں، تو یزید نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا"۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ یزید نے اہلِ بیت کی خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو اس کی نیت کیا تھی۔ وکلائے یزید کی اس بات سے کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ حامیانِ یزید کے نزدیک بھی خاتونانِ اہلِ بیت کا یزید کے دربار میں پیش کیے جانا ثابت شدہ ہے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے۔ کہ مستوراتِ اہلِ بیت اپنی مرضی سے یزید کے دربار میں گئی تھیں یا انہیں مجبوراً لے جایا گیا تھا؟ اگر کہا جائے کہ اپنی مرضی سے گئی تھیں تو اس دعویٰ کو ثابت

کرنے کے لیے کم از کم ایک دلیل درکار ہے۔ آج تک اس دعویٰ پر دلیل نہیں لا سکے۔ لہٰذا یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ خاتونانِ اہلِ بیت کو مجبورا لے جایا گیا تھا۔ اور یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ کہ جسے مجبورا لے جایا جائے، وہ قیدی ہوتا ہے نہ کہ مہمان۔ اگر کسی قافلے پر ڈاکو ٹوٹ پڑیں مردوں کو قتل کرنے کے بعد قافلے میں شریک بچوں وخواتین کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے جائیں، وکلائے یزید کیا کہیں گے کہ قافلے میں شریک خواتین وبچوں کو مہمان بنا کر لے جایا گیا؟؟

﴿خاتونانِ اہلِ بیت کی مدینہ واپسی﴾

اور پھر جب یہ لٹا پٹا قافلہ مدینۃ الرسول واپس لوٹا۔ بناتِ ابی طالب میں سے ایک خاتون آگے بڑھی۔ "ناشرة شعرها واضعة كفها على راسها"

اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ سر پر ہاتھ رکھے گریہ زاری کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم اخر الامم

جب نبی ﷺ نے تم سے پوچھا۔ کہ میری اولاد کے ساتھ تم نے کیسا ظالمانہ سلوک کیا حالانکہ تم آخری امت تھے۔ تو تمہارا جواب کیا ہوگا۔

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی
منهم اساری و قتلی ضرجوا بدم

میری آل اولاد میں سے بعض کو قیدی بنالیا اور بعض کو قتل کرکے خون میں نہلا دیا۔

ماکان هذا جزائی ان نصحت لکم

ان تخلفونی بشر فی ذوی رحم

میں ہمیشہ تمہاری خیر خواہی کرتا رہا۔ کیا میری ان تمام محنتوں اور خیر اندیشیوں کا یہی صلہ تھا؟ کہ میرے بعد میرے قرابت داروں کے ساتھ اس قدر بد ترین سلوک کرو؟

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۷۷، اسدالغابہ جلد۱ صفحہ ٣٦٦، مختصر تاریخ دمشق جلد ۲ صفحہ ٤٤٨، تاریخ اسلام ازامام ذہبی جلد۵ صفحہ ۱۰۸،الوافی بالوفیات جلد ٤ صفحہ ٣٦٤)

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر شعراء نے بڑے غم انگیز مرثیے کہے۔ لیکن سلمان بن قتیبہ کا یہ مرثیہ بہت مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات ال محمد
فلم ارھا کعھدھا یوم حلت

میں الِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں کے پاس سے گزرا۔ میں نے انہیں کبھی بھی ایسا نہ دیکھا تھا۔ جیسا اس دن دیکھا۔ جب ان کی حرمت پامال کی گئی۔

وان قتیل الطف من ال ھاشم
اذل رقاب المسلمین فذلت

کربلا میں الِ ہاشم کے قتل نے اہل اسلام کی گردنوں کو ذلیل کر دیا۔

الم تر ان الارض اصبحت مریضۃ
لفقدالحسین والبلاد اقشعرت

کیا تم دیکھتے نہیں کہ حسین کی جدائی میں زمین بیمار ہے۔ اور دنیا کانپ رہی ہے۔

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ
وانجمھا ناحت علیہ وصلت

اُن کی جدائی پر آسمان گریہ زاری کرتا ہے۔ ستارے نوحہ کناں ہیں۔ اور ان کی ذات پر درود بھیج رہے ہیں۔

شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام پر رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے قراری

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔

"رأيت النبي ﷺ في المنام بنصف النهار أشعث أغبر، معه قارورة فيها دم يلتقط أو يتتبع فيها شيئاً"

میں نے نبی کریم ﷺ کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک بکھرے ہوئے ہیں۔ اور جسم اطہر گردو غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک شیشی ہے۔ جس میں آپ ﷺ خون ڈالے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔

فقلت: ما هذا؟ قال: دم الحسين وأصحابه، فلم أزل أتتبعه منذ اليوم.

یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج شروع دن سے ہی اسے اکٹھا کر رہا ہوں۔

(المعجم الكبير حدیث نمبر ۲۷۵۳، مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۵۱٤۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں، مشكاة المصابيح حدیث نمبر ٦١٧٢، علامہ البانی لکھتے ہیں صحیح ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۲۵، علامہ شعیب الارنووط لکھتے ہیں اسناده قوی علی شرط مسلم، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۸۲۰۱، امام حاکم فرماتے ہیں ، یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے، علامہ ذہبی بھی اس روایت کو مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیتے ہیں)

کہ جب آپ علیہ السلام کا جسم مبارک زخموں سے چُور ہو گیا۔ آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے، تو اس وقت بھی فاطمہ کی گود میں پرورش پانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانانِ جنت کے سردار حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہی نکلے۔

"صبرا علی قضائک یا رب لا الہ سواک"

تیرے فیصلے پر میں صابر اور راضی ہوں، اے میرے رب تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔

(اسوہ حسین ص27تا32)

قاتلین حسین علیہ السلام قہر خداوندی کی زد میں

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

"رأيت في النوم كأن رجالاً من السماء نزلوا معهم حراب يتتبعون قتلة الحسين، فما لبثت أن نزل المختار فقتلهم"

میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ بہت سے آدمی آسمان سے اترے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے ہیں۔ قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اس خواب کے بعد زیادہ وقت نہ گزرا۔ کہ مختار ثقفی ان پر مسلط ہو گیا۔ اور چن چن کر قاتلینِ حسین کو قتل کرنے لگا۔

(المعجم الکبیر روایت نمبر ٢٧٦٤، ج ٣ص ١٨٩، مجمع الزوائد ج٩ ص١٢٩ علامہ ہیثمی لکھتے ہیں اسنادہ حسن)

مختار ثقفی ایک طویل ترین جدوجہد کے بعد کوفہ پر قابض ہو گیا، جیسے ہی اس کا تسلط قائم ہوا، اس نے کوفہ کے گلی کوچوں میں اعلان کروادیا۔

"من اغلق بابہ فھو امن الا رجلا اشرک فی دم ال محمد"

(تاریخ الامم والملوک ج٣ ص ٤٥٩)

کہ جو شخص دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ جائے اسے عام امان ہے، لیکن ایسے شخص کے لیے کوئی امان نہیں۔ جس نے ال رسول کا خون بہانے میں کسی طرح حصہ لیا ہو۔ اور مختار اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ

" لایسوغ لی الطعام والشراب حتی اطھرمنھم الارض"

میرے لیے کھانا پینا جائز نہیں جب تک ان قاتلوں کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک نہ کر ڈالوں (تاریخ الکامل ج ۴ ص ۲۴۱)

"فجعل يتبع مَن خرج فی قتال الحسین علیہ السلام فیقتلھم شر قتل"

مختار ثقفی حضرت حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی تلاش وتعاقب میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ قاتلوں میں سے جو کوئی ہاتھ لگتا، اسے نہایت اذیتیں دے کر واصل جہنم کر دیتا۔ (المنتظم ج ٦ ص ٥٨)

﴿شمر بن ذی الجوشن کا انجام﴾

یہ ملعون شخص امیر عراق مختار ثقفی کے خوف سے روپوش ہو گیا۔ نہایت ہی ذلت آمیز انداز سے کوفہ سے نکلا۔ صحراؤں کی خاک چھانتا رہا۔ کبھی کہیں چھپتا کبھی کہیں، لیکن امیر مختار کے دستِ انتقام سے بچ نہ سکا۔

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"قتلہ ابن ابی الکنود والقیت جثتہ للکلاب" (الکامل ج ۳ ص ۳۰۹)

اسے ابن ابی الکنود نے قتل کر دیا اور اس کی لاش کتوں کے آگے ڈال دی گئی۔

﴿وادی عیین کے قاتلین حسین کا انجام﴾

مختار ثقفی نے وادی عیین کے مکانوں سے پانچ سو افراد گرفتار کیے گئے۔ جب وہ مختار کے سامنے پیش کیے گئے تو مختار ثقفی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"انظروا من شھد منھم قتل الحسین فاعلمونی فقتل کل من شھد قتل الحسین فقتل منھم مائتین و ثمانیۃ واربعین قتیلا"

ان کا بغور جائزہ لو، دیکھو ان میں کون سے لوگ قتلِ حسین میں ملوث ہیں۔ ان میں دو سو اڑتالیس افراد جو کسی بھی اعتبار سے سانحہ کربلا میں ملوث تھے۔ تہہ تیغ کر دئیے گئے۔

﴿مختار کی طرف سے منادی کرنے والا باآواز بلند اعلان کرنے لگا﴾

ونادی منادی المختار من اغلق بابہ فھوا امن الامن شرک فی دماء ال محمد "

جس شخص نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے امان ہے لیکن جو شخص آلِ محمد کی خون ریزی میں کسی بھی طرح شریک ہوا ہو۔ اسے کوئی امان نہیں۔

(الکامل ج٤ ص ٢٣٥)

﴿عمرو بن الحجاج الزبیدی کا انجام﴾

امام ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"فرکب راحلتہ واخذ طریق واقصتہ فلم یرلہ خبر حتی الساعۃ ادرکہ اصحاب المختار وقد سقط من شدۃ العطش فذبحوہ و اخذوا راسہ"

یہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر واقصہ کے راستے پر چل پڑا۔ پھر اس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا (اس کو زمین کھا گئی یا آسمان)۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ مختار کے سپاہیوں نے اسے آ لیا۔ (یہ بھاگتے بھاگتے) شدتِ پیاس سے گر پڑا۔ انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کا سر اتار لیا۔ (الکامل ج ٤ :ص ٢٤٢)

﴿عبداللہ بن اسید، مالک بن بشیر، ابنِ مالک المحاربی کا عبرت انگیز انجام﴾

امیر عراق کو ان کے بارے میں خبر ہوئی تو اس نے ان کی گرفتاری کے لیے سپاہی

روانہ کردیے۔ جو انہیں قادسیہ سے گرفتار کر کے لے آئے۔ جیسے ہی امیر عراق مختار نے انہیں دیکھا، کہا

"یا اعداء اللہ و رسولہ این الحسین ابن علی ادوا الی الحسین قتلتم من امرتم بالصلاۃ علیھم"

اے اللہ و رسول کے دشمنو! حسین بن علی رضی اللہ عنہما کہاں ہے۔ مجھے حسین دو، تم نے انہیں قتل کیا ہے جن پر درود پڑھنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ وہ کہنے لگے

"رحمک اللہ بعثنا کارھین فامنن علینا و استبقنا"

اللہ آپ پر رحم فرمائے ہمیں مجبور کر کے بھیجا گیا تھا۔ ہمارے اوپر احسان کیجئے۔

تو مختار نے کہا:

"ھلا مننتم علی الحسین ابن بنت نبیکم"

تم نے اپنے نبی کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ پر رحم کیوں نہ کیا۔ پھر مختار نے بذی کے بارے میں حکم دیا اس کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اسے تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ وہ تڑپتا رہا حتیٰ کہ جہنم واصل ہو گیا۔

﴿یزیدی گورنر ابنِ زیاد کا عبرت انگیز انجام﴾

چھیاسٹھ ہجری میں امیر عراق مختار ثقفی نے سانحہ کربلا کے مرکزی کردار ابنِ زیاد کی سرکوبی کے لیے ابراہیم بن الاشتر نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ کمان لشکر روانہ کیا۔ چنانچہ نہرِ خاذر کے پاس نہایت خون ریز جنگ کے بعد ابنِ اشتر رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ زیاد کو عبرت انگیز شکست سے دوچار کر دیا۔ یزید کا یہ چہیتا گورنر شکست خوردہ ہو کر دُم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن لشکرِ مختار کی گرفت سے بچ نہ سکا۔ امیر لشکر ابراہیم بن الاشتر

رحمۃ اللہ علیہ نے تعاقب کر کے اس ملعون کا سر اس کے ناپاک تن سے جدا کر کے امیر عراق مختار ثقفی کی طرف روانہ کر دیا۔ جب یہ سر امیر مختار ثقفی کے دربار میں رکھا گیا۔ تو ایک نہایت ہی ہولناک، رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر دیکھنے میں آیا۔ وہ منظر کیا تھا؟۔ عمارہ بن عمیر کہتے ہیں۔

"لما جيء برأس عبيد الله بن زياد وأصحابه نضدت في المسجد في الرحبة فانتهيت إليهم وهو يقولون قد جاءت قد جاءت فإذا حية قد جاءت تخلل الرؤس حتى دخلت في منخري عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا"

عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے انھیں مسجد میں ایک چبوترے پر ڈال دیا گیا۔ میں بھی وہاں پہنچا۔ اچانک شور بلند ہوا۔ وہ آیا۔۔۔ وہ آیا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک سانپ ہے جو کہ چلا آرہا ہے۔ وہ سروں کے درمیان سے گزرتا گزرتا ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ اس کے نتھنوں میں ٹھہرا رہا۔ پھر نکلا چلا گیا۔ اور غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر شور بلند ہوا۔ دیکھو! وہ آگیا۔ وہ آگیا۔ وہ پھر سروں پر سے گزرتا ہوا دوبارہ ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا۔ راوی کہتا ہے۔ اُس سانپ نے دو مرتبہ ایسے کیا یا تین مرتبہ۔

(هذا حديث حسن صحيح | سنن الترمذي ٣٧٨٠ | قال الشيخ الألباني : صحيح)

﴿قہرِ خداوندی کا اک انداز﴾

"لما قتل الحسين انتهبت جزور من عسكره، فلما طبخت إذا هي دم فأكفؤها"

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے ایک اونٹ

(یزیدیوں) نے لوٹ لیا۔ جب اسے پکایا گیا۔ تو وہ خون بن گیا۔ انہوں نے اپنی ہنڈیاں الٹا دیں۔

(المعجم الکبیر ج۳ ص ۲۰۱ روایت نمبر ۲۷۹۵، علامہ ہیثمی لکھتے ہیں رجالہ ثقاۃ ، مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۳۰)

﴿گستاخِ اہلِ بیت قہرِ خداوندی کی زد میں آ کر اندھا ہو گیا﴾

ابو رجاء العطاردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"لا تسبوا علياً ولا أحداً من أهل البيت، فإن جاراً لنا من بلهجيم قال: ألم تروا إلى هذا الفاسق الحسين بن علي قتله الله؟ فرماه الله بكوكبين في عينيه فطمس الله بصره"

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت میں سے کسی کی توہین و بے ادبی نہ کرنا۔ ہمارا ایک پڑوسی تھا۔ ایک دن کہنے لگا۔ اللہ نے اس فاسق حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کا یہ کہنا ہی تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر دو تارے پھینکے۔ جس کے نتیجے میں اس کی آنکھیں برباد ہو گئیں۔ آنکھوں کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۵ ص۳۰۹ ، المحن ص ۱۶۳، تاریخ الخلفاء ص ۱۸۲، سمط النجوم ج ۲ ص ۸۵، تہذیب الکمال ج ٦ ص ٤٣٦، فضائل صحابہ از ابن حنبل ج ۲ ص ۵۷۲، تہذیب التہذیب ج۲، ص ٣٠٦، علامہ نورالدین ہیثمی لکھتے ہیں رجالہ رجالہ الصحیح، مجمع الزوائد ج ۹ص ۱۳۰)

﴿قاتل جل کر کوئلہ ہو گیا﴾

امام السدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"أتيت كربلاء ابيع البن بها فعمل لنا شيخ من طي طعاما فتعشينا عنده ، فذكرنا

قتل الحسين ، فقلنا : ما شرك في قتله أحد إلا مات بأسوء ميتة ، فقال : ما أكذبكم يا أهل العراق ! فأنا ممن شرك في ذلك ، فلم يبرح حتى دنا من المصباح وهو يتقد ، فنفط فذهب يخرج الفتيلة بإصبعه فأخذت النار فيها ، فذهب يطفئها بريقه ، فأخذت النار في لحيته ، فغدا فألقى نفسه في الماء ، فرأيته كأنه حممة"

میں کربلا کی طرف آیا۔ ہم ایک بزرگ کے پاس ٹھہرے۔ اس نے ہمارے لیے شام کا کھانا تیار کیا۔ بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی شروع ہو گئی۔ ہم نے کہا، جو شخص بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہوا۔ وہ بڑی ہی بدترین موت مرا۔ کہنے لگا۔ عراقیو! تم کتنے ہی جھوٹے ہو۔ میں تو ان کے قتل میں باقاعدہ شریک تھا۔ مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ چراغ کے قریب ہوا۔ چراغ جل رہ تھا۔ چراغ مدہم ہونے لگا۔ تو اس نے اپنی انگلی سے چراغ کی بتی کو اونچا کرنے کی کوشش کی ۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کی انگلی کو آگ لگ گئی۔ جسے اس نے اپنے تھوک سے بجھانا چاہا۔ تو اس کی داڑھی کو آگ لگ گئی۔ اس نے بھاگ کر پانی میں چھلانگ لگادی۔ میں نے دیکھا وہ جل کر کوئلہ ہو چکا تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ٣ ص ٨٣، تهذيب التهذيب ج ٣ ص ٣٠٦ ، تهذيب الكمال ج ٦ ص ٤٣٦، سير اعلام النبلاء ج ٥ ص ٣٠٩)

تنبیہ:

بعض ناصبی جب مسئلہ یزید بیان کرتے ہوئے جھوٹ و فریب پر مبنی لیکچر جھاڑتے ہیں تو سادہ لوح مسلمان ان کی داڑھیوں اور سر پہ رکھے ہوئے لال رومال کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ باشرع لوگ ہیں۔ ان کے چہرے سنتِ رسول سے مزین ہیں۔ ان کے دلوں

میں نواسہ رسول ﷺ کا بغض نہیں ہو سکتا۔ اُن سادہ لوح مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ اُس بزرگ نے بھی داڑھی رکھی ہوئی تھی اور بظاہر دینداری کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ یاد رہے! داڑھی سنتِ رسول ہے۔ باعث اجر و ثواب ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن بعض بُرے لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو متاثر کرنے کے لیے اور اپنے مذموم مقاصد کو پورے کرنے کے لیے بھی داڑھی رکھ لیتے ہیں۔

﴿قاتل نشانِ عبرت بن گئے﴾

سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

"شهد رجلان من الجعفيين قتل الحسين بن علي، فأما أحدهما فطال ذكره حتى كان يلفه. وأما الآخر فكان يستقبل الراوية بفيه حتى يأتي على آخرها. رأيت ولد أحدهما كان به خبل، وكأنه مجنون"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں دو جعفی آدمی بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک نہایت ہی شرمناک ناقابلِ بیان بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ وہ اس بیماری کے ہاتھوں بہت ہی ذلیل ہوا۔ جب کہ دوسرا آدمی پانی ہی پیتا رہتا لیکن سیراب نہ ہوتا۔ راوی کا کہنا ہے ان میں سے ایک کے لڑکے کو میں نے دیکھا۔ وہ پاگل ہو چکا تھا۔

(المعجم الكبير روایت نمبر ۲۷۸۸، ج ۳ ص ۱۹۸، تهذيب التهذيب ج ۲ ص ۳۰٦، تهذيب الكمال ج ٦ ص ٤٣٨، سير اعلام النبلاء ج ٥ ص ٣١٠، بغية الطلب ج ٣ ص ٣٣، رجاله ثقات مجمع الزوائد روایت نمبر ١٥١٦٦، ج ٩ ص ١٣١)

وبسنده قال: رأيت الورس الذي أخذ من عسكر الحسين صار مثل الرماد.

اپنی اسی سند کے ساتھ مزید بیان کرتے ہیں۔ میں نے اس ورس کو دیکھا۔ جسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے سے لوٹ لیا گیا تھا۔ وہ راکھ بن چکا تھا۔

(المعجم الکبیر روایت نمبر ۲۷۸۹ ، ج ۳ ص ۱۹۸، علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں ترجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد روایت نمبر ۱۵۱٦۷، ج ۹ ص ۱۳۱)

﴿دشمن کوڑھ زدہ ہو کر محتاج و فقیر ہو گیا﴾

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

"خرى رجل على قبر الحسين فأصاب أهل ذلك البيت خبل وجنون وجذام وبرص وفقر"

ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی بے ادبی کی۔ جس کے نتیجے میں اس کے اہل خانہ پاگل ہو گئے۔ کوڑھ کی بیماری نے آلیا۔ بدترین قسم کے فقر وفاقہ نے گھر میں بسیرا کر لیا۔

(مجمع الزوائد روایت نمبر ۱۵۱٦۹، ج ۹ ص ۱۳۱، علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں)

﴿قاتلین حسین علیہ السلام کا انجام علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے﴾

"فانہ قل من نجامن اولئک الذی قتلوہ من افۃ وعاھۃ فلم یخرج منھا حتی اصیب بمرض واکثرھم اصابھم الجنون۔

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ میں بہت ہی کم ہونگے جو آفات و مصائب سے بچ پائے۔ وہ مختلف امراض میں مبتلا ہوئے بغیر دنیا سے نہ اٹھے۔ ان میں سے اکثر پاگل ہو گئے۔

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے عالمِ دنیا پر اثرات

﴿ہر پتھر کے نیچے سے خون نکلتا تھا﴾

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ما رفع بالشام حجر يوم قتل الحسين بن علي إلا عن دم"

کہ جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اس دن شام کی سرزمین کا جو بھی سنگ ریزہ اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا۔

(المعجم الکبیر ج۳ ص ۱۹۰، روایت نمبر ۲۷٦٦، علامہ نورالدین ہیثمی لکھتے ہیں رجالہ رجالہ صحیح ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۱، روایت نمبر ۱۵۱٦۰)

﴿آسمان جمے ہوئے خون کی طرح ہو گیا﴾۔

ام حکیم کہتی ہیں۔

"قتل الحسين وأنا يومئذ جويرية فمكثت السماء أياماً مثل العلقة"

جن دنوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ میں ایک کم عمر لڑکی تھی۔ آسمان کئی دن تک جمے ہوئے خون کی طرح رہا۔

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۹۰، روایت نمبر ۲۷٦٦ ، علامہ نورالدین ہیثمی لکھتے ہیں : رجالہ رجالہ الصحیح، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۱، روایت نمبر ۱۵۱٦۰)

ابو قبیل کا بیان ہے۔

"لما قتل الحسين بن علي انكسفت الشمس كسفة حتى بدت الكواكب نصف النهار حتى ظننا أنها هي"

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو سورج گہنا گیا۔ حتیٰ کہ نصف النہار کے وقت ستارے نمودار ہو گئے۔

(السنن الکبری روایت نمبر ۷۵۷۹ ج ۳ ص ۳۳۷ ، المعجم الکبیر روایت نمبر ۲۷٦۹، ج۳ ص ۱۹۰، معرفۃ الصحابہ روایت نمبر ۱٦۷۹، ج ۵ ص۳۲۵، البدرالمنیر ج۵ ص ۱۲۵، تلخیص الحبیر روایت نمبر ۷۱۰، ج ۲ ص ۲۲۱، تھذیب الکمال ج ٦ ص ٤۳۳، مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ٤٤۵ ، علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں اسنادہ حسن -مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۳۱)

سانحہ کربلا کا ذمہ دار کون؟

یہ تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ سانحہ کربلا یزید کے دورِ سیاہ میں ہی رونما ہوا تھا۔ اور یہ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور یزید کی بھرپور کوشش تھی۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام سے بیعت لی جائے۔ حامیانِ یزید ہوں یا مخالفینِ یزید سب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام کو حجاز میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ ان مسلمہ حقائق کے علاوہ کچھ قرائن بھی ہیں۔ جنہیں ان مذکورہ بالا حقائق سے ملایا جائے۔ تو قاتل کا تعین کرنا مشکل نہیں رہتا۔ قاتل نے اگرچہ اپنے سفاک چہرے پر گریہ زاری و تاسف کے دبیز اور متاثر کن پردے ڈال رکھے ہیں۔ مذکورہ حقائق اور قرائن اس کے مکروہ سفاک چہرے کو بے نقاب کرکے آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ ان حقائق و قرائن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خالی الذہن ہو کر غور و فکر سے کام لیا جائے تو قاتل یزید ہی قرار پاتا ہے۔

■ یزید ناصبی یعنی اہل بیت کا دشمن تھا۔ اکابرینِ اسلام نے واضح طور پر لکھ دیا ہے۔ فنِ رجال کے مشہور امام علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دوٹوک الفاظ میں فیصلہ سنا چکے ہیں۔

"كان ناصبيا فظا غليظا جلفا" (سير اعلام النبلاء ج ٤ ص ٣٧)

یزید اہل بیت کا دشمن تھا۔ سنگ دل اور بداخلاق بھی تھا۔

قارئین کرام:۔

تصور کیجئے کہ ایک پتھر دل شخص تختِ حکومت پر بیٹھا ہوا ہے۔ ملک کے حساس ترین شہر کے لوگ اس کے مخالف سیاسی لیڈر کو اس کی جگہ تختِ حکومت پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ غور فرمائیں! ایسا سنگ دل حکمران اپنے مخالف لیڈر جس کے ساتھ اسے دشمنی بھی ہے۔ کس طرح کے احکامات جاری کرے گا؟

یزید حضرت حسین علیہ السلام سے انتہائی بغض رکھتا تھا۔ نہایت سنگ دل بھی تھا۔ سیدنا حسین علیہ السلام کو اہلِ کوفہ اور حجاز کے لوگ یزید کی جگہ خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ان حالات میں کیا ممکن تھا۔ کہ یزید سیدنا حسین علیہ السلام کے بارے میں کوئی نرم رویہ اپناتا؟

■ تاریخ انسانیت کی المناک و شرمناک حقیقت ہے۔ کہ اس انسان نے اپنے مفاد کی خاطر کتنے ہی مقدس رشتے پامال کر ڈالے۔ ہابیل کا اپنے ہی بھائی قابیل کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جانا کیا تاریخ آدمیت کی ناقابلِ تردید حقیقت نہیں؟ کیا اس انسان نے حکومت واقتدار کی خاطر اپنے ہی بھائی کا خون نہیں چاٹا؟ کیا چند مرلے کے پلاٹ کی خاطر ظالم بیٹے نے باپ کے بوڑھے نحیف و لاغر جسم کو کلہاڑیوں و برچھیوں کے ذریعے اس جہان سے رخصت نہیں کیا؟

یاد رہے۔ یہ تخت واقتدار چیز ہی ایسی ہے۔ جسے جابر حکمران مظلوم کے خون سے مضبوط کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ یزید بھی ایک عام انسان تھا۔ وہ کوئی ایسا شخص تو نہیں تھا جس کے تقویٰ و طہارت کی گواہی قرآن نے دی ہو۔ اور نہ ہی وہ اس

امت کے برگزیدہ اولیاء میں سے تھا۔ یزید ان صاحبانِ اقبال میں سے بھی نہیں جن کے دلوں کی شفافیت و نورانیت کا قرآن نے ان الفاظ میں تذکرہ کیا تھا۔

" أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم "

یزید اس مقدس خاندان سے بھی تعلق نہیں رکھتا۔ جس کی طہارت و قدوسیت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن نے اعلان کیا تھا۔

"ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرا"

اگر ایسا ہوتا تو ہم کہہ دیتے لوگو! یزید کو عام انسانوں پر قیاس مت کرو۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے رذائل سے محفوظ رکھا ہے۔

اے صاحبانِ بصیرت جب طے ہو گیا۔ کہ یزید کے ایمان و طہارت کی گواہی رب العالمین نے نہیں دی۔ تو ثابت ہو گیا۔ یزید عام انسانوں کی طرح کا ہی ایک انسان ہے۔ لہٰذا جس ترازو پر عام انسان کو تولا جاتا ہے۔ اسی ترازو پر یزید کو بھی تولا جائے گا۔ جن قرائن کی بنیاد پر کسی عام انسان کو قاتل قرار دیا جاتا ہے۔ انہیں قرائن کی بنیاد پر یزید کو بھی قاتل قرار دیا جائے گا۔

■ آج کے دور میں اگر وزیر اعظم اپنے ماتحت کسی وزیر یا افسر کو اپنے کسی سیاسی مخالف لیڈر کی تحریک کچلنے کی ذمہ داری سونپ دے۔ اور اس کے حکم پر ذمہ داری سنبھالنے والا وزیر یا افسر مخالف لیڈر کو قتل کر دے۔ ذمہ دار کون ہو گا؟ وزیر اعظم اور اس کے حکم پر کاروائی کرنے والا دونوں یا صرف کاروائی سرانجام دینے والا حکومت کے ماتحت افسر؟ آپ نے جو فیصلہ دیا ہے۔ اسے ذہن میں رکھتے ہوئے۔ کربلا کی طرف چلیں۔ دیکھئے! وہاں ایک قیامتِ صغریٰ بپا ہے۔ یزید کی طرف سے مقرر کردہ

گورنر جسے کوفہ کی بدلتی ہوئی صورتِ حال کے پیشِ نظر کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا ہے۔ اس کی بھیجی ہوئی فوج خانوادہ رسالت کا بے دردی سے قتلِ عام کر رہی ہے۔ بولئے یہاں صرف ابن زیاد کو مجرم قرار دیا جائے گا یا اس کے ساتھ ساتھ یزید کو بھی ؟؟؟

■ اگر وزیرِ اعظم اپنے گورنر کے ذمے لگائے۔ کہ ہمارا فلاں سیاسی مخالف روز بروز طاقت پکڑتا جا رہا ہے۔ وہ بغاوت بپا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے باغیانہ اقدام کا تدارک کیا جائے۔ تو وہ گورنر مذکورہ سیاسی لیڈر کو قتل کروا دے۔ اور وہ شخصیت بھی ایسی ہو۔ جس کے قتل سے وزیرِ اعظم پر لعن و طعن کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو سکتا ہو۔ بتایئے! وزیرِ اعظم اُس گورنر سے باز پرس نہیں کرے گا؟

کیا وہ اُسے اُس کے منصبِ گورنری سے معزول کرے گا یا اُسے بحال ہی رہنے دے گا؟ آپ نے جو فیصلہ دیا ہے۔ اسے ذہن میں لیے ایک بار پھر کربلا کے خونی مناظر پر نظر دوڑائیں۔ یزید کا گورنر صحرائے کربلا میں تاریخِ انسانیت کا بدترین ظلم روا رکھتے ہوئے خاندانِ رسالت کی لاشیں گرا رہا ہے۔ یہ انسانیت سوز ظلم کرتے کرتے عالمِ اسلام کی ممتاز ترین شخصیت اور شخصیت بھی ایسی جس کے قتل سے یزید بدنام ہو سکتا ہے۔ اسے بھی قتل کر دیتا ہے۔ لیکن یزید نہ تو اسے کوئی سزا دیتا ہے اور نہ ہی اسے اس کے عہدے سے معزول کرتا ہے۔ حالانکہ اسے بخوبی اندازہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے میرے بارے میں طرح طرح کے سوالات لوگوں کے ذہنوں میں اُٹھ رہے ہیں اور مجھے بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ

قاتلوں کو عبرت ناک سزائیں دے کر اپنے اوپر لگنے والے اس مکروہ دھبے کو دھو ڈالے۔ لیکن یزید پھر بھی اپنے گورنر کو جس نے (بقول حامیانِ یزید) اُس کے حکم کے بغیر اپنی من مانی کرتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے۔ ذرا بھر بھی سزا نہیں دیتا۔ بتلایئے ! اصل قاتل کون ہے؟؟

■ قاتل کا پتہ چلانے کے لیے جب تفتیش کی جاتی ہے۔ تو تفتیش کرنے والے اس نکتہ کو بھی مدِ نظر رکھتے ہیں۔ کہ قتل سے فائدہ کس کو پہنچا ہے۔

برادرانِ اسلام ! اس نکتہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اچھی طرح سوچئے اور پھر بتایئے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے دنیاوی طور پر فائدہ کس کا ہوا؟ اور یہ بھی یاد رہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سلطنتِ یزیدیہ کے لیے سب سے بڑا اور مستقل خطرہ تھے۔ لہٰذا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہی سے سلطنتِ یزیدیہ پر منڈلاتے ہوئے خطرات ٹل سکتے تھے۔

■ اصل قاتل معلوم کرنے کے لیے جب تفتیش کا دائرہ کار بڑھایا جاتا ہے۔ تو اس نکتہ کو بھی بنیاد بنایا جاتا ہے کہ مقتول کی مخالفت کس سے تھی۔ قارئین کرام ! اس بات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو قاتلین کی فہرست میں یزید پلید نمایاں نظر آتا ہے۔ کیونکہ یزید اور سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا اختلاف تاریخ اسلام کا ناقابلِ تردید باب ہے۔ اس بارے میں حامیانِ یزید کی ایک دو نہیں بلکہ بیسوں ایسی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں انھوں نے سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کو باغی قرار دے کر نعوذ باللہ واجب

القتل قرار دیا ہے۔ وکلائے یزید کے ہاں سیدنا حسین علیہ السلام کا قتل جائز ہے تو ان کے پیرو مرشد یزید کے ہاں سیدنا حسین علیہ السلام کا قتل کیونکر ناجائز ہوگا۔

■ مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

قارئین کرام! اب ہم ایک فیصلہ کن بات ذکر کرتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں۔ کہ سلیم الطبع انسان کے لیے قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا تعین کرنے کے لیے انشاء اللہ کافی ثابت ہوگی۔ یہ عبارت اُس مصنف کی ہے جسے حامیانِ یزید اپنا روحانی پیشوا و امامِ زماں سمجھتے ہیں۔ موصوف نے یزید کے دفاع میں ایک رسالہ بنام "رسوماتِ محرم الحرام اور سانحہ کربلا" تصنیف کیا ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۰۳ پہ یزید کی پُرزور وکالت و حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت کا جو مسئلہ سامنے آیا۔ جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمیت صرف چار اشخاص نے اختلاف کیا۔ ان میں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مدینے میں بیعت لینے کا مطالبہ کیا گیا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو موخر کر دیا۔ پھر وہاں سے مکہ تشریف لے گئے۔ مکہ میں بھی ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ گویا دونوں شہروں میں ان کے وقار واحترام کو ملحوظ رکھا گیا۔ ان پر کسی قسم کی سختی کی گئی نہ ہی ان سے کوئی باز پرس ہی ہوئی۔ نرمی اور عزت واحترام کا یہ معاملہ یزید کی اجازت یا رضامندی کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

قارئین کرام!
اب فیصلہ آپ نے دینا ہے۔ اگر مکہ، مدینہ کے گورنروں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جو نرمی اور عزت واحترام والا انداز اپنایا یہ اگر یزید کی اجازت ورضامندی کے بغیر ممکن نہیں تو گورنرِ کوفہ ابنِ زیاد کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینا کیا یزید کی رضامندی و اجازت کے بغیر ممکن ہے؟ سچ ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

﴿گھر کی گواہی﴾

سنابلی ہندوستانی نے "المعجم الکبیر" کی ایک روایت ذکر کی ہے۔ جسے اس نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہی روایت اس کے مرشدِ اعظم یزید کو مجرم ثابت کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"عن طاوس قال : قال ابن عباس : استأذنني حسين في الخروج ، فقلت : لولا أن يزري ذلك بي أو بك لشبكت بيدي في رأسك ، قال : فكان الذي رد علي ، أن قال : " لأن أقتل بمكان كذا وكذا أحب إلي من أن يستحل بي حرم الله ورسوله "، قال : فذلك الذي سلى بنفسي عنه"

(المعجم الکبیر ج۳ ص۱۹۹)

قارئین کرام:۔ بجائے اس کے کہ درج بالا روایت کا ترجمہ ہم خود کریں سنابلی ہندوستانی کا کیا ہوا ترجمہ تحریر کر دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کوفہ روانگی کی اجازت طلب کی۔ تو میں نے کہا، اگر میری اور آپکی شان کے خلاف نہ ہوتا تو میں آپ کو مضبوطی سے پکڑ رکھتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس پر حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کہ میں فلاں فلاں مقام پر قتل کر دیا جاؤں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے۔ کہ میری وجہ سے مکہ کی حرمت پامال ہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ بات کہہ کر حسین رضی اللہ عنہ نے مطمئن کر دیا۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ٨٦٣-٨٦٤)

قارئینِ کرام خط کشیدہ کلمات دوبارہ پڑھیے۔ کیا یہ الفاظ پکار پکار کر اصل مجرم کا چہرہ بے نقاب نہیں کر رہے۔ اور ناصبیوں کے اس دعوے کو کہ " قاتل صرف اور صرف کوفی ہی تھے " یکسر باطل ثابت نہیں کر رہے؟۔ بات واضح ہے کہ مکہ میں حکومت کوفیوں یا سبائیوں کی نہیں تھی بلکہ ناصبیوں کے پیر و مُرشد یزید بن معاویہ کی تھی۔ لہٰذا مکہ میں جو بھی کاروائی ہونی تھی وہ بحکمِ یزید ہی ہونی تھی۔ باالفاظ دیگر جو کاروائی اُس خبیث نے میدانِ کربلا میں کروائی وہ حضرت حسین علیہ السلام کو مکہ میں ہوتی نظر آ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے کرام اور محدثینِ عظام نے یزید کو برملا طور پر سانحہ کربلا کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ چنانچہ دیکھئے

- سید نا نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ٢٢٧
- علامہ صدیق الحسن خان بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ کی بغیۃ الرائد ص ٩٨
- علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ بخاری کی شرح تیسر الباری ج ۵ ص ٩٠
- عبدالاول غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشکاۃ شریف ج ۴ ص ٨٧

- قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کی تفسیر مظہری ج ٦ ص ۵۵۴
- جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تاریخ الخلفاء ص ۱۸۲
- علامہ محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۵۳
- امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جمہرۃ انساب العرب ص ۴۹
- سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح عقائد نسفیہ ص ۱۱۷
- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح تراجم بخاری ص ۲۳
- شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۴۳
- شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میزان العقائد ص ۱۹٦
- علامہ صالح بن مہدی مقبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب العلم الشامخ ص ۳٦۸
- علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ارشاد الساری نے ج ۵ ص ۱۰۴

نوٹ : ہم "ایامِ یزید" میں اصل عبارات ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا جو قارئین اصل عبارات ملاحظہ کرنا چاہتے ہوں وہ "ایامِ یزید" کے باب "کیا یزید سانحہ کربلا کا ذمہ دار ہے" کا مطالعہ فرمائیں۔

◙ سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا یزیدی فوج کے خلاف اٹھنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یزیدی لشکر ہی قاتل تھا۔

﴿سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کون تھے؟﴾

قارئین کرام نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا تعارف کروادیا جائے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

"هو صحابي جليل "

آپ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ (البداية والنهاية ج ۸ ص ۲۷۱)

"كان اسمه يسار فغيره النبي ﷺ "

آپ رضی اللہ عنہ کا نام یسار تھا۔ نبی ﷺ نے سلیمان نام رکھا۔

(الاصابہ ج۳ ص۱۷۲، المحبر ص ۲۹۱)

"فلما قبض رسول الله تحول الى الكوفة فنزلها شهد مع على رضى الله عنه الجمل و صفين"

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی تو کوفہ میں سکونت اختیار کرلی۔

جنگ جمل و صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

(المحبر ص ۹۲۱، الاعلام ج۳ص۱۲۸)

"له رواية يسيرة"

آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ روایات بھی مروی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۳ص ۳۹٤)

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"کان ممن کاتب الحسین"

آپ رضی اللہ عنہ ان افراد میں سے ہیں۔ جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے تھے۔

"کان خیرا فاضلا" صاحب خیر اور فاضل تھے۔

(الاصابہ ج۳ص۱۷۲)

"کان دینا عابدا" دین سے انتہائی لگاؤ رکھنے والے اور عبادت گزار تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۳ ص ۹۵)

تحریکِ توابین کے سرکردہ امراء کا مختصر تعارف

صخر بن حلال المزنی رحمۃ اللہ علیہ :۔

"المزنی تابعی کان شجاعا، بطلا نقم علی عبیداللہ بن زیاد قتلہ الحسین فخرج مع التوابین من اهل الکوفۃ، وزعیمهم سلیمان بن صرد فقاتل بنی امیۃ حتی قتلہ"

صخر بن حلال المزنی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے شجاع اور دلیر تھے۔ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تھا۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر سخت ناراض تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی توابین کی معیت میں سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت نکلے۔ بنو امیہ سے جنگ لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(الاعلام از زرکلی ج۲ ص ۲۰۳)

عبداللہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ :

"عبداللہ بن سعد بن نفیل الازدی من ازد شنوءۃ احد رؤ ساء الکوفۃ وشجعانها خرج مع سلیمان بن صرد خمسۃ الاف رجل یقال لهم التوبون"

آپ رحمۃ اللہ علیہ ازد شنوءۃ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ کوفے کے سرداروں اور بہادر ترین افراد میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی معیت میں توابین کے اس لشکر کے ساتھ نکلے۔ جو پانچ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

(الاعلام ج٤ص٨٩)

کرب الحمیری رحمۃ اللہ علیہ:۔

"تابعی من الشجعان السادۃ کان مقیما بالکوفۃ وخرج مع سلیمان بن صرد الخزاعی لقتال بنی امیۃ انتقاما للحسین بن علی شھد الحروب وقاتل حتی قتل"

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ بہادر ترین سرداروں میں سے تھے۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی معیت میں بنوامیہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کی غرض سے نکلے، لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(الاعلام ج۵ ص ۲۲۱)

المسیب بن نجبہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

"المسیب بن نجبۃ بن ربیعۃ بن ریاح الفزاری تابعی کان راس قومہ شھد القادسیۃ وفتوح العراق وکان مع علی فی مشاھدہ و سارا مع التوابین من اھلھا فی طلب دم الحسین وکان شجاعا بطلا وکان متعبدا ناسکا"

آپ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنی قوم کے رئیس تھے۔ قادسیہ اور عراق کی دیگر فتوحات میں شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی ساتھ ساتھ رہے۔ بڑے شجاع اور بہادر انسان تھے۔ (الاعلام ج۷ص ۲۲۵)

جلیل القدر صحابی کی زیرِ قیادت تابعین کرام کا ایمان افروز خروج

ربیع الثانی ۶۵ ہجری کا چاند دیکھتے ہی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اپنے نامور ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ وادی نخیلہ پہنچ کر حکیم بن منقذ الکندی اور ولید بن الکنانی کو صدائے عام لگانے کے لیے مامور کیا۔ وہ کوفہ کی گلی کوچوں میں بآوازِ بلند اعلان کرنے لگے

"یا لثا رات الحسین"

اے حسین کا بدلہ لینے والو: آؤ۔

حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"هذان اول خلق الله دعوا یا لثا رات الحسین"

یہ دونوں شخص وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے یہ نعرہ بلند کیا۔
(الکامل ج٤ ص ١٧٥)

"نخیلہ" میں تین دن قیام کرنے کے بعد جب کوچ کا ارادہ کیا تو روانگی سے پہلے اپنے ہمراہیوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

"ایها الناس من کان خرج یرید بخروجه وجه الله والاخرة فذالک منا ونحن منه فرحمة الله علیه حیا ومیتا ومن کان یرید الدنیا فوالله ماناتی فیئا ناخذه و غنیمة نغنمها ما خلا رضوان الله وما معنا من ذهب ولافضة ولا متاع وماهی الا سیوفنا علی عواتقنا وزادنا قدر البلغة فمن کان ینوی غیرهذا فلا یصحبنا"

اے لوگو! جو شخص رضائے الٰہی اور بروزِ قیامت سرخروئی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا

ہو۔ وہ ہمارا ہے اور ہم اس کے، تادمِ زیست اور بعد از موت اللہ کی رحمت کا اس پر نزول ہو۔ اور جو شخص حصولِ دنیا کی خاطر ہمارے ساتھ آیا ہے۔ بخدا ہم سوائے رضائے الٰہی کے کسی قسم کے مالِ غنیمت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ ہمارے پاس نہ سونا ہے اور نہ ہی چاندی، اور ہمارے پاس یہی تلواریں ہیں جو ہمارے کندھوں پر ہیں۔ اور بقدرِ ضرورت زادِ راہ ہے۔ لہٰذا حصولِ دنیا کی نیت رکھنے والا ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ لشکرِ توابین میں ہر طرف سے یہی صدا ابھری۔

"انا لا نطلب الدنیا ولیس لها خرجنا انما خرجنا نطلب التوبة والطلب بدم ابن بنتِ رسول الله نبینا"

ہم دنیا کے طلبگار نہیں اور نہ ہی حصولِ دنیا کی خاطر نکلے ہیں ہم صرف توبہ کے طلبگار اور نواسہ رسول ﷺ کے خونِ ناحق کا انتقام لینے نکلے ہیں۔

۵ ربیع الثانی ۶۵ ہجری کی شام روانہ ہو کر اہواز جا پہنچے۔ اہواز پڑاؤ کرنے کے بعد پھر رخت سفر باندھا۔

علامہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"فانتهو الی قبرالحسین فلما وصلوا صاحوا صیحة واحدة"

سیدنا حسین کی قبر کی طرف چل پڑے۔ جب مرقدِ حسین کے پاس پہنچے تو سب کی چیخیں نکل گئیں۔

"فما رئی اکثر باکیا من ذلک الیوم"

جس قدر گریہ زاری وہاں ہوئی اس سے پہلے ایسی آہوزاری کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔

"واقاموا عنده یوما ولیلة یبکون و یتضر عون و یتر حمون علیه واصحابه"

مرقدِ حسین کے پاس ایک دن ایک رات اس طرح ٹھہرے کہ وہ روتے، گڑگڑاتے اور سیدنا حسین اور آپ کے ساتھ جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے بارے میں دعائے خیر کرتے۔ قبر حسین کے پاس اللہ کے حضور بایں الفاظ فریاد کناں ہوتے۔
"اللهم انا نشهدک انا علی دینهم وسبیلهم واعداء قاتلیهم واولیاء محبیهم وزادهم النظر الیه خنقا"

" اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم ان ہی کے دین پر ہیں۔ اور ان ہی نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔ ہم ان کے قاتلوں کے دشمن اور ان کے حب داروں کے دوست ہیں۔ اور جیسے ہی ان کی نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف اٹھتی۔ توان کا جوشِ انتقام مزید بڑھ جاتا۔ پھر جب وہاں سے کوچ کا مرحلہ آیا تو
"کان الرجل یعود الی ضریحه کالمودع له فازدهم الناس علیه اکثر من ازدحامهم علی الحجر الاسود"

ہر آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس اس طرح آتا۔ گویا کہ الوادع کہہ رہا ہے۔ اس سے مرقدِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اس قدر ہجوم ہو گیا۔ کہ حجرِ اسود کے پاس بھی اتنا ہجوم نہیں ہوتا۔

(الکامل ج٤ ص ١٧٩)

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ ہمراہیوں کے ساتھ پیش قدمی کرتے کرتے "عین الوردہ" جا پہنچے۔ وہاں عین الوردہ کی مغربی جانب پڑاؤ کیا۔ جیسے ہی اہلِ شام قریب پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے خطبہ دیا۔ دینا سے بے رغبتی اور آخرت کی ترغیب دلاتے ہوئے جہاد پر ابھارا۔ پھر فرمایا۔ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تمھارے امیر المسیب

بن نجبہ ہونگے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبداللہ بن سعد پھر اگر وہ بھی جامِ
شہادت نوش کر جائیں۔ تو عبداللہ بن وال اگر وہ بھی شہادت سے بہرہ مند ہو جائیں
تو رفاعہ بن شداد امیر ہونگے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ س ۳۵۵)

ادھر اہلِ شام کی طرف سے حصین بن نمیر بارہ ہزار فوجیوں پر مشتمل بھاری لشکر کے
ہمراہ آ پہنچا۔ اہلِ شام نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی دعوت دی۔ سلمان بن
صرد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں نے جواباً کہا کہ تم مروان کی بیعت توڑ کر ابنِ زیاد کو
ہمارے حوالے کر دو۔ ہم عراق سے ابنِ زبیر کے ساتھیوں کو بے دخل کر دیں گے۔
پھر ہم سب مل کر خلافت اہلِ بیت نبوی کی طرف منتقل کر دیں۔ فریقین میں سے
کسی نے بھی ایک دوسرے کی شرائط تسلیم نہ کیں۔ لشکرِ سلیمان رضی اللہ عنہ کے میمنہ نے
حصین بن نمیر کے میسرہ پر اور میسرہ نے ان کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ سیدنا سلیمان
رضی اللہ عنہ لشکرِ مخالف کے قلب پر حملہ آور ہو گئے۔ اہلِ شام شکست کھا کر بھاگ گئے۔
اصحابِ سلیمان برابر فتح یاب تھے کہ رات کی تاریکی چھا گئی
(الکامل ابن اثیر ج٤ ص١٨٢)

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

صبح ہوئی تو ابنِ زیاد کی طرف سے ابن ذی الکلاع اٹھارہ ہزار سواروں کے ساتھ لشکرِ
شام سے آملا۔ اُس روز ایسی خون ریز جنگ ہوئی کہ بوڑھوں، جوانوں نے کبھی نہ دیکھی
تھی۔ جب تیسرا دن ہوا تو ابنِ زیاد کی طرف سے ادھم بن محرز بھی دس ہزار

شامیوں کے لشکر کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا۔ اہل شام نے اصحابِ سلیمان رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ (البدایہ والنھایہ ج۸ ص ۳۵۶)

سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے اترے۔ باآوازِ بلند پکارا۔

"عباداللہ من اراد البکورالی ربہ والتوبۃ من ذنبہ فالی"

اے اللہ کے بندو! تم میں سے جو شخص صبح سویرے (جامِ شہادت نوش کرکے) اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہتا ہے۔ تو میری طرف چلا آئے۔ یہ کہہ کر تلوار کی میان توڑ ڈالی۔ یہ دیکھ کر ہمراہیوں نے بھی اپنی میانیں توڑ ڈالیں۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ ہو کر اہلِ شام پر ٹوٹ پڑے۔ شامیوں کی اچھی خاصی تعداد قتل ہو گئی۔ اور بہت سے شامی شدید زخمی ہو گئے۔ حصین بن نمیر نے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں کا صبر و استقلال اور دلیری دیکھ کر اپنے تیر اندازوں کو بھیجا۔ وہ نہایت شدت کے ساتھ تیر برسانے لگے۔ ابنِ زیاد کے سواروں اور پیادوں نے اصحاب سلیمان رضی اللہ عنہ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ انھیں یزید بن حصین نے تیر مارا تھا۔

"فوقع ثم وثب ثم وقع"

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، پھر اٹھے پھر گر گئے۔ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسیب بن نجبہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم اٹھا لیا۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے رحمت کی۔ آگے بڑھے حملہ کیا۔ کچھ دیر بعد واپس آ گئے۔ پھر حملہ آور ہو گئے۔ بار بار ایسا ہی کیا۔ لشکرِ مخالف کے بہت سے افراد کو تہہ تیغ

کرنے کے بعد جامِ شہادت نوش کر گئے۔ المسیب بن نجبہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ابنِ صرد رضی اللہ عنہ اور ابنِ نجبہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعائے خیر کی پھر قرآنِ پاک کی یہ آیت پڑھی۔

"فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ازدی ہمراہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارد گرد جمع ہو کر دشمن سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ اس دوران سعد بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھیجے ہوئے تین سوار آئے اور کہنے لگے۔ کہ ہمارے پیچھے اہلِ مدائن کے تین سو ستر افراد آ رہے ہیں۔ اور مثنی بن العبدی بصرہ سے تین سو افراد کے ساتھ آ رہے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی خوش ہو گئے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے۔

"لو جاؤونا ونحن احياء"

کاش ہمارے زندہ رہنے تک وہ آ جاتے۔ (الکامل ج ۴ ص ۱۸۴)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں

ابنِ زیاد کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تین دن نہایت شدت کے ساتھ لڑائی جاری رہی۔ فریقین کی کافی تعداد قتل ہو گئی۔ توابین کی کافی تعداد شہید ہو گئی۔ اور ان کے چاروں امیر "سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ، مسیب بن نجبہ، عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن وال رحمۃ اللہ علیہم بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ جنگ عین الوردہ کے مقام پر ۶۵ ہجری میں لڑی گئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۹۵)

﴿اہلِ نظر سے چند سوالات﴾

اگر لشکرِ یزید سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل نہیں تھا۔ قاتل صرف کوفی ہی تھے۔ جیسا کہ حامیانِ یزید اکثر کہتے رہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور ہزاروں جلیل القدر تابعین کرام یزیدی جرنیل ابن زیاد سے انتقام لینے کے لیے کیوں نکلے؟

اگر لشکرِ یزید قاتل نہیں تو پھر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا۔ انھوں نے یزیدی سپہ سالار کے خلاف خروج کرکے کیا ظلم و زیادتی کی راہ اپنائی تھی؟

نعوذ باللہ

سانحہ کربلا سے متعلقہ شبہات اور ان کا ازالہ

شُبہ

صحیح سند سے ثابت ہے۔ جب یزید کو قتلِ حسین کی خبر ملی تو وہ رویا تھا۔ اگر وہ قاتل ہوتا تو کبھی نہ روتا۔ اسے تو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا۔

ازالہ

ملزم کا رونا اس کے بے قصور ہونے کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ یہ بات تو حامیانِ یزید بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی تقاریر میں ایک مخصوص فرقے کو قاتل ثابت کرنے کے لیے اکثر کہا کرتے ہیں۔ جو روتا ہے وہی قاتل ہوتا ہے۔ پھر اُس مخصوص فرقے کو للکارتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ ارے تم ہی قاتل ہو۔ کیونکہ تم روتے پیٹتے ہو۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔ جب برادرانِ یوسف سیدنا یوسف علیہ السلام کو ویران کنویں میں پھینک کر واپس پلٹنے لگے تو پیراہن یوسف پر کسی جانور کا خون لگا لیا ۔اور جیسے ہی گھر کے قریب پہنچے تو رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

"وجاءوا اباهم عشاء يبكون"

قرآن کہتا ہے۔ برادرانِ یوسف عشاء کے وقت روتے ہوئے واپس آئے تھے۔ دیکھو! خود ہی قاتل اور خود ہی رو رہے ہیں۔ ثابت ہوا، جو روئے وہی قاتل ہوتا ہے۔ لہٰذا تم ہی قاتل ہو۔ قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرما لیا یہ لوگ کس طرح ایک

مجرم کی حمایت پر کمربستہ ہو چکے ہیں۔ عقل و خرد سے کام لینا کب کا ان لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ مخصوص فرقہ سے وابستہ لوگ محرم کے مہینہ میں روئیں تو قاتل۔ لیکن یزید روئے تو بے قصور۔ عقل محوِ حیرت ہے۔ عدل و انصاف ماتم کناں ہے۔

شُبہ

حضرت حسین ؓ کا قتل سبائیوں نے کیا تھا۔ سبائی چونکہ ملتِ اسلامیہ میں اختلافات کا بیج بو کر اُمت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے تھے۔ یہ کاروائی انہوں نے کی۔

ازالہ

میدانِ کربلا میں دور دور تک کوئی سبائی نظر نہیں آتا۔ کربلا کے مرکزی کرداروں میں کوئی سبائی نہیں۔ نہ ہی ابنِ زیاد سبائی تھا۔ اور نہ ہی شمر ملعون سبائیت کا پروردہ تھا۔ اور نہ ہی عمرو بن سعد سبائیت کا آلہ کار تھا۔ یہ سب یزیدی تھے۔ حامیانِ یزید پر لازم ہے۔ کہ ثابت کریں۔ ابنِ زیاد، شمر، عمرو بن سعد یہ سب سبائی تھے۔ اگر کسی معتبر و مستند روایت سے ان قاتلینِ حسین کا سبائی ہونا ثابت نہیں کرتے تو اعتراف کریں کہ قاتل سبائی نہیں بلکہ یزید اور اس کے اہلکاروں نے ہی خاندانِ رسالت کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگے ہیں۔

شُبہ

یزید نے کہا تھا۔ اللہ ابنِ مرجانہ یعنی ابن زیاد پر لعنت کرے۔ میں نے تو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو کبھی بھی حسین کا قتل نہ ہونے دیتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے ایک مسلمان کی زبان پر یقین کرتے ہوئے یہ تسلیم کرلیں کہ یزید بالکل بے قصور ہے۔

ازالہ

دنیا میں صرف ایک یزید ہی مسلمان ہے یا کوئی اور بھی مسلمان رہتا ہے۔ محسنِ ظن کا صرف یزید ہی حق دار ہے یا دیگر مسلمانوں کے بارے میں بھی حسن ظن رکھنا چاہیے؟ جب کسی عام مسلمان پر قتل کا الزام لگتا ہے۔ وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ اس کے بارے میں حامیانِ یزید حسن ظن رکھتے ہوئے اسے قتل سے بری قرار کیوں نہیں دیتے؟ ہم کہتے ہیں۔ تمام حامیانِ یزید و علمبر دارانِ ناصبیت صرف ایک ایسی اسلامی عدالت کی نشاندہی کر دیں جہاں فاضل جج نے یہ کہہ کر ملزم کو بری قرار دے دیا ہو۔ کہ ملزم رو رہا ہے۔ بار بار کہے جا رہا ہے۔ میں نے قتل نہیں کیا۔ لہٰذا عدالت اسے بری قرار دیتی ہے۔ زیادہ نہیں صرف ایک ہی ایسی عدالت کی نشاندہی کر دی جائے۔

شُبہ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

ابوزرعہ الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

معاویہ، عبدالرحمن ، خالد وکانو من صالحی القوم "

یزید کے بیٹے معاویہ عبدالرحمٰن خالد نہایت صالح افراد تھے۔

(البدایہ والنھایہ ج۸ ص ۳۳۵)

ثابت ہوا کہ یزید صالح و موحد تھا کیونکہ جس کے بیٹے صالح ہوں وہ خود غیر صالح کیسے ہو سکتا ہے۔

ازالہ

عبداللہ بن ابی بن ابی سلول امام المنافقین کا بیٹا جلیل القدر صحابی تھا۔ سچا محبِ رسول تھا۔ کیا امام المنافقین ابی بن ابی سلول کو بھی صالح اور مواحد مان لیا جائے۔ ان حامیانِ یزید سے گزارش ہے کہ برائے کرم عبداللہ بن ابی سلول کے صالح، موحد اور سچا محبِ رسول ہونے کا فتویٰ بھی مشتہر کر دیں۔ کیونکہ اس کا بیٹا صالح و موحد تھا۔

نوٹ: العقد الفرید وہ کتاب ہے، جو کہ ناصبیوں کے ہاں بھی معتبر سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ ناصبیوں کے آقا و مولا محمود عباسی نے اپنی تحریرات میں اس کی

عبارتیں پیش کی ہیں

شبہ

یزید کی وفات کا تذکرہ علمائے کرام نے احترام کے ساتھ کیا ہے۔ اگر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث ہوتا تو محدثین کبھی بھی اس کا تذکرہ ادب و احترام کے ساتھ نہ کرتے۔

ازالہ

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

"اخذالله اخذ عزیز مقتدر" (تھذیب التھذیب ج۲ ص۳۳۸)

اللہ تعالیٰ نے یزید کو پکڑ لیا جس طرح غالب اور قدرت رکھنے والا پکڑا کرتا ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

"فما امهله الله وهلک بعد نیف و سبعون"

اللہ تعالیٰ نے یزید کو مہلت نہ دی۔ ستر سے کچھ زائد دن ہی گزرے ہوں گے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص۲۲۵)

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"اخذالله اخذ عزیز مقتدر" (اسماء الخلفاء ص۳۵۷)

اللہ تعالیٰ نے یزید کو پکڑ لیا جس طرح غالب اور قدرت رکھنے والا پکڑا کرتا ہے۔
بتائیے یہ احترام آمیز تذکرہ ہے؟؟

شُبہ

واقعہ کربلا اور حرہ کے بعد بھی لوگوں نے یزید نام رکھا اگر یزید قاتلِ حسین ہوتا تو لوگوں اپنے بچوں کا نام یزید نہ رکھتے؟

ازالہ

ہر علاقے کا ایک ماحول ہوتا ہے۔ لفظ یزید عربی ہے۔ عربوں میں یہ نام پہلے ہی معروف تھا۔ بہت سے لوگوں کا نام (اس خبیث سے پہلے) بھی یزید تھا۔ حتیٰ کہ یزید کے تایا جان کا نام بھی "یزید" تھا۔ جو نام معاشرے میں کافی مشہور ہو چکا ہو۔ اس نام کا اگر کوئی ظالم بھی ہو تو بعض لوگ پھر بھی وہ نام رکھ لیتے ہیں۔ تاریخ میں ایسے ظالم بھی گزرے ہیں، جنہیں حامیانِ یزید بھی ظالم تصور کرتے ہیں۔ مثلاً حجاج بن یوسف، لیکن حجاج نام کے کتبِ احادیث میں کئی راوی موجود ہیں۔ کیا حجاج بن یوسف کو بھی ولی کامل قرار دے دیا جائے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اس امت میں کتنے لوگ ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اور اپنے بچوں کا نام بھی عبدالرحمٰن رکھتے ہیں۔ کیا یہ کہہ کر کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حقیقتاً حضرت علی کو شہید کیا ہوتا تو لوگ اپنے بچوں کا نام عبدالرحمٰن نہ رکھتے۔ اسے بری

الذمہ قرار دے دیا جائے۔ اسی طرح ثقیف قبیلہ میں ایک مختار نامی شخص گزرا ہے۔
جسے دنیا مختار ثقفی کے نام سے جانتی ہے۔ اور حامیان یزید اسے گالیاں دینا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں کا نام مختار بھی رکھتے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں مختار ثقفی ان کے ہاں مقربانِ الٰہی و محبوبانِ خدا کی صف میں شامل ہو چکا ہے؟

نوٹ:۔
عجم میں یہ نام چونکہ معروف نہیں تھا۔ اس لیے اہل عجم اپنے بچوں کا نام "یزید" رکھنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔
حامیانِ یزید پر لازم ہے کہ وہ شواہد کے ساتھ ثابت کریں لوگوں نے اپنے بچوں کا نام اِس خبیث کی نسبت سے یزید رکھا ہے۔

شُبہ

حضرت حسین کے فرزند علی بن حسین المعروف زین العابدین نے یزید کی بیعت کی تھی۔ ثابت ہوا، امام زین العابدین کے نزدیک یزید اگر سیدنا حسین کے قتل میں ملوث ہوتا تو کبھی بھی یزید کے پاس جا کر اس کی بیعت نہ کرتے۔

ازالہ

کسی بھی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت زین العابدین بارضا و رغبت یزید

کے پاس گئے ہوں۔ اور اس کے پاس جا کر اس کی بیعت کی ہو۔ جو شخص دعویٰ کرتا ہے اس کے ذمہ داری ہے کہ وہ دلیل پیش کرے۔

شُبہ

زین العابدین نے یزید کے بارے میں کہا تھا۔

"وصل الله امیرالمومنین"

اگر یزید قاتل ہوتا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت حسین کے لختِ جگر اپنے باپ کے قاتل کے بارے میں یہ الفاظ کہتے۔

ازالہ

درج بالا روایت انتہا درجے کی ضعیف و مردود روایت ہے۔ لہٰذا ضعیف و مردود روایت پر اتنے سنگین مسئلہ کی بنیاد ان حامیانِ یزید ہی کا کام ہے۔ اور تعجب ہے، ان حامیانِ یزید پر کہ ہر وقت یہ ڈھنڈورا پیٹے رہتے ہیں کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے، یہ بھی ضعیف ہے اور خود یزید کی محبت میں انتہا درجے کی مردود روایات پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی روایات پیش کرنا ان کے دلوں میں چھپے ہوئے اہل بیت کے بغض کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔

قارئین کرام:۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ جو بات بات پر ضعیف ضعیف کی رٹ لگاتا ہو، وہ خود کیسے موضوع و مردود روایات کیسے بیان کر سکتا ہے۔ ہم آپ کے

اطمینانِ قلب کے لیے صرف ایک مثال ذکر کیے دیتے ہیں۔ اگرچہ اس بارے میں ہم بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔آپ نے ایک کتاب بنام "رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا" کا نام سنا ہوگا۔ عصرِ حاضر کے ناصبیوں کے ہاں یہ کتاب انتہائی محبوب و مقدس تصور کی جاتی ہے۔ ہر سال کثیر تعداد میں یہ کتاب کارِ خیر سمجھ کر عوام الناس میں فری تقسیم کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف نے صفحہ انیس پر لکھا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

"من زار قبرا بلا مقبور کا نما عبدالصنم"

قارئین کرام:

درج بالا عربی الفاظ جنہیں مصنف نے حدیث قرار دیا ہے۔ دراصل یہ حدیث ہے ہی نہیں۔ تمام وکلائے یزید پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کہ درج بالا کلمات جنہیں حدیثِ رسول کا نام دے کر پیش کیا گیا ہے۔ ذخیرہ حدیث میں بسندِ صحیح اور بطور حدیث رسول کے دکھلا دیں۔

اعتراض:۔

اگر یزید نے قاتلینِ حسین سے انتقام نہیں لیا تو کیا ہوا۔ حضرت علی نے بھی قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لیا تھا۔ جس طرح حضرت علی کی کوئی مجبوری ہو گی اس طرح یزید کی بھی کوئی مجبوری ہو گی۔ حضرت علی پر تو اعتراض نہیں کیا جاتا۔ لیکن یزید پر کیوں کیا جاتا ہے۔

جواب:۔

ا۔ حضرت علی ﷛ کے ایمان کی گواہی اللہ اور اس کے رسول نے دے دی ہے۔ سیدنا علی ﷛ کے بارے میں بد گمانی حرام ہے۔ جبکہ یزید لعین کے ایمان کی گواہی تو در کنار اس کی مذمت میں صحیح احادیث وارد ہیں۔ لہٰذا ایسی ذات پر جس کے ایمان کی گواہی اللہ و رسول نے دی ہو، ایسے شخص کا قیاس کرنا جس کی مذمت صحیح احادیث سے ثابت ہو، انتہائی گھٹیا اور خلافِ شریعت حرکت ہے۔

۲۔ حامیانِ یزید جب حضرت علی ﷛ کی خلافت کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو بڑے زور شور سے کہنے لگتے ہیں۔ کہ حضرت علی ﷛ کی تو خلافت ہی قائم نہیں ہوئی تھی۔ اور حضرت علی ﷛ کی حکومت کو اکثر علاقوں نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ اور جب یہی لوگ یزید کی حکومت کا تذکرہ کرتے ہیں تو یزید کو خلیفہ بر حق ثابت کرنے کے لیے کہنے لگتے ہیں۔ یزید کی خلافت تمام عرب و عجم نے تسلیم کر لی تھی سوائے تین چار افراد کے۔ بلکہ یہاںتک کہہ دیتے ہیں کہ جس قدر اتفاق یزید کی خلافت پر ہوا تاریخ اسلام میں ایسا اتفاق کسی خلیفہ کی خلافت پر نہیں ہوا۔

قارئین کرام:۔

کیا ایسی شخصیت جس کی خلافت کو بقول حامیانِ یزید کے سوائے دو تین افراد کے تمام عرب و عجم نے تسلیم کر لیا ہو، کو ایسے شخص کی خلافت پر قیاس کیا جا سکتا ہے، جسے بقول حامیانِ یزید چند لوگوں نے خلیفہ تسلیم کیا ہو۔ نیز جس شخص کی خلافت ہی قائم نہ ہوئی ہو چند لوگوں نے اس کی بیعت کی ہو اگر وہ بااثر طبقہ سے قصاص نہ لے سکے تو

اقرالیں

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
"ذهبت لأنصر هذا الرجل فلقيني أبو بكرة ، فقال : أين تريد قلت أنصر هذا الرجل قال ارجع فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار ، فقلت : يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال إنه كان حريصا على قتل صاحبه.
(بخاری شریف حدیث نمبر ٦٨٧٥)

میں گھر سے چلا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اس آدمی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کروں۔ راستے میں میری ملاقات حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا، میں علی کی مدد کے لیے جارہا ہوں۔ کہا واپس لوٹ جاؤ، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر باہم لڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاتل تو دوزخی ہوا لیکن مقتول دوزخی کیوں قرار پایا۔ فرمایا! اس لیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے قتل کا خواہش مند تھا۔

سوال یہ ہے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے استدال کی روشنی میں جنگِ جمل کے شرکاء جن میں جلیل القدر صحابہ بلکہ عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ انہیں نعوذ باللہ جہنمی تصور کر لیا جائے؟ جس طرح ابو بکرہ رضی اللہ عنہ صحابی کے استدلال کی روشنی میں جنگِ جمل کے شرکاء

کو جہنمی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسطرح یزید کی بیعت توڑنے والوں کو یا اس کے خلاف خروج کرنے والوں کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی روشنی میں غدار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طبیعتیں نہایت ہی محتاط واقع ہوئی تھی۔ جہاں معمولی سا شبہ بھی محسوس ہوتا۔ فوراً اس کام سے کنارہ کش ہو جاتے۔

شُبہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کربلا ذکر کرنے سے پہلے لکھا ہے۔

"خروجه باهله من مكة ال العراق فی طلب الامارة"

یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا طلب امارت کی غرض سے اپنے اہل و عیال سمیت عراق کی طرف سفر کرنا۔ ثابت ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ دین کی خاطر نہیں بلکہ حکومت حاصل کرنے کی غرض سے نکلے تھے۔

ازالہ

حصول اقتدار کی خاطر میدان میں نکلنے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کی نیت ہی یہ ہوتی ہے کہ اقتدار مل جائے تاکہ ہم دنیاوی مال و اسباب اکٹھا کر لیں۔ یہ لوگ شریعت کی نظر میں بدترین اور گھٹیا سوچ کے حامل تصور کیے جاتے

ہیں۔

دوسرے وہ لوگ جن کی نیت صرف یہ ہوتی ہے کہ اقتدار مل جائے تاکہ دین کا علم بلند کیا جاسکے۔ اللہ کے دیے ہوئے وسائل کو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے۔ یہ سوچ لیکر اٹھنے والے شریعت اسلامیہ کی نظر میں بڑے عظیم لوگ ہوتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

"اجعلنی علی خزائن الارض"

سلطنت کے خزانے میرے کنٹرول میں کر دیئے جائیں۔ تاکہ مصر کے وسائل کو نہایت احتیاط کے ساتھ رعایا کی بہتری کے لیے صرف کیا جائے۔ ثابت ہوا نیت اچھی ہو تو طلبِ اقتدار کوئی بُری چیز نہیں مخلوق کی بہتری و خوشحالی کے لیے تگ و دو کرنا عین عبادت ہے۔

حضرت حسین علیہ السلام اس غرض سے میدان میں نکلے تھے کہ برسر اقتدار طبقہ رعایا کے حقوق غصب کر رہا ہے۔ انسانوں کو اپنا غلام و محکوم بنا رکھا ہے۔ دین کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اس ظالم و بے حس حکمران طبقے سے اقتدار چھین کر عدل وانصاف کا نظام قائم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس نیت کے کیساتھ نکلنا دینی سفر ہی کہلائے گا۔ نہ کہ دنیاوی۔

یاد رہے۔ دین اور سیاست لازم و ملزوم ہیں۔ دین اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے تو اسلام کے دامن میں نماز، روزہ، حج اور صدقات و خیرات کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا۔ جب سیاست و حکومت کو دین سے الگ کر دیا جائے تو پھر حکومت

چنگیزیت کا روپ دھار لیتی ہے۔ ہر سو فرعونیت و نمرودیت رقص کرتی نظر آتی ہے۔
اقبال نے یہی نکتہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔
"جُدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" اور جب سے یہ سوچ عام ہوئی ہے کہ سیاست کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاست اور چیز ہے دین اور چیز ہے۔ اسلام دشمن اور کرپٹ طبقہ تخت و اقتدار پر قابض ہو چکا ہے۔ اللہ کا نازل کردہ دین مسلمانوں کے دیس میں ہی اجنبی ہو کر رہ گیا ہے۔

شُبہ

راستے میں مسلم بن عقیل ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر واپسی کا ارادہ کیا اگر جہاد کی نیت سے نکلے ہوتے تو واپسی کا گمان تک نہ کرتے کیونکہ جہاد سے واپس ہونا کبیرہ گناہ ہے۔

ازالہ

روایات بتلاتی ہیں کہ سیدنا امام حسین ؑ حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی کوفہ کے سفر پر نکلے تھے۔ سیدنا مسلم بن عقیل ﷺ کو کوفہ اسی لیے بھیجا تھا کہ وہاں کے حالات کا بغور جائزہ لیں۔
ملاحظہ فرمائیں۔

"فبعث الحسين بن علي إليهم مسلم بن عقيل فقال سر إلى الكوفة فانظر ما كتبوا به إلي فإن كان حقا قدمت إليهم"

سیدنا حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کی طرف مسلم بن عقیل کو روانہ کیا روانہ کرتے وقت کہا کوفہ جاؤ وہاں جائزہ لینا کہ مجھے ان لوگوں نے جو خطوط لکھے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے اگر صورت حال ویسی ہی ثابت ہوئی جیسی انہوں نے بیان کی ہے تو پھر میں ان کے پاس چلا جاؤں گا۔ (الکامل فی التاریخ ج ۴ ص ۲۱)

اور اہل کوفہ کو لکھ بھیجا۔

"أما بعد فقد فهمت كل الذي اقتصصتم وقد بعثت إليكم أخي وابن عمي وثقتي من أهل بيتي مسلم بن عقيل وأمرته أن يكتب إلي بحالكم وأمركم ورأيكم، فإن كتب إلي أنه قد اجتمع رأي ملإكم وذوي الحجى منكم على مثل ما قدمت به رسلكم أقدم إليكم وشيكاً إن شاء الله، فلعمري ما الإمام إلا العامل بالكتاب والقائم بالقسط والدائن بدين الحق، والسلام"

میں تمہارا مدعا و مقصد سمجھ چکا ہوں میں تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی اور خاندان کی معتمد علیہ شخصیت مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں میں نے اسے تاکید کر دی ہے کہ تمہارے حالات کے بارے میں مجھے لکھ بھیجے۔ اگر اس نے تمہارے بارے میں یہ رپورٹ دی کہ تمہارے سرکردہ افراد ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ اصل حالات ویسے ہی ہیں جو تمہارے قاصدوں نے بتائے ہیں۔ تو۔۔۔۔ میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔
(الکامل فی التاریخ ج ٤ ص ۲۲)

ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کا نکلنا کوفہ کے حالات کے اطمینان بخش ہونے پر

منحصر تھا۔ اور جب راستے میں مسلم بن عقیل کی شہادت اور کوفے کے حالات کے یکسر بگڑ جانے کی خبر ملی تو آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا۔

وکلائے یزید پر لازم ہے کہ قرآن پاک کی کوئی ایسی آیت مبارکہ یا ذخیرہ احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حالات کے یکسر تبدیل ہو جانے کے باوجود بھی آگے بڑھتے چلے جانا فرض ہے۔

بسا اوقات ایسے ہوتا ہے انسان حالات کے مطابق کوئی لائحہ عمل تیار کرتا ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ جن حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قدم اٹھایا تھا اب وہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا سابقہ پالیسی موجودہ حالات میں سازگار نہیں وہ اپنی پالیسی تبدیل کر لیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے کہاں حکم دیا ہے کہ حالات خواہ بدل جائیں۔ تم نے اپنی پالیسی نہیں بدلنی اگر پالیسی تبدیل کرو گے تو گناہگار تصور کیے جاؤ گے۔۔۔؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمر قال : لما حاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف فلم ينل منهم شيئا قال إنا قافلون إن شاء الله فثقل عليهم وقالوا نذهب ، ولا نفتحه - وقال مرة نقفل - فقال اغدوا على القتال فغدوا فأصابهم جراح فقال إنا قافلون غدا إن شاء الله فأعجبهم فضحك النبي صلى الله عليه وسلم.

نبی ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا پھر جب محاصرے سے کچھ حاصل نہ ہوا تو فرمایا انشاء اللہ ہم کل واپس لوٹ جائیں گے۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری کہنے لگے ہم اسے فتح کیے بغیر واپس کیسے لوٹیں۔ فرمایا (ٹھیک ہے) پھر جنگ کرو، راوی کہتا

ہے جنگ ہوئی صحابہ کرام ؓ شدید زخمی ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اب ہم واپس لوٹیں گے صحابہ کرام ؓ کو یہ بات بہت اچھی لگی۔ نبی ﷺ مسکرانے لگے۔

(صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۳۲۵)

اب بتائیں وہ لوگ جو بار بار یہی رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ "معرکہ کربلا حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا اگر دینی معرکہ ہوتا تو حضرت حسین ؑ واپسی کا ارادہ نہ کرتے" درج بالا روایت کے بارے میں کیا رائے دیں گے نبی ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کیا جہاد کے لیے نہیں نکلے تھے۔ طائف کا محاصرہ کرنا کیا حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا۔ روایت پر غور کریں صاف الفاظ ہیں۔ طائف کا محاصرہ کیا جب فتح نہ ہوئی تو واپسی کا اعلان فرمایا۔ یہاں ناصبی حضرات کیا فتوے صادر کریں گے ۔۔۔ کیا۔۔۔ یہاں بھی فتوی یہی ہوگا کہ یہ حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا۔ اگر حق و باطل کا معرکہ ہوتا تو آپ ﷺ واپسی کا ارادہ نہ فرماتے۔ نعوذ باللہ من ذلک

قارئین کرام:

حقیقت یہ ہے کہ جب سپہ سالار میدان جہاد میں نکلتا ہے تو حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا طریق کار وضع کرتا ہے۔ حکمت عملی اپناتا ہے اور جب حالات میں واضح تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ تو اپنی حکمت عملی بھی تبدیل کر لیتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی کافی مثالیں موجود ہیں۔ نوٹ یہ ساری بحث اُس وقت ہے جب ناصبیوں کی بیان کردہ روایت کو اصولِ روایت و اصولِ درایت کی روشنی میں صحیح ثابت کر دیا جائے۔

شبہ

جب کوفی فوج نے آپ کو حراست میں لے لیا تو اس وقت آپ نے ایک پیش کش یہ بھی کی تھی کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں مجھے واپس جانے دیا جائے۔ اگر جہاد کے مقصد سے آئے ہوتے تو واپسی کی بات نہ کرتے کیونکہ جہاد سے واپس ہونا کبیرہ گناہ ہے۔

ازالہ

اولا: درج بالا روایت بوجوہ قبولیت کا درجہ نہیں رکھتی ضعیف و مردود ہے۔
ثانیا: اگر حامیانِ یزید اس روایت کو صحیح تسلیم کروانے پر مصر ہیں تو اس سے بھی انھیں کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ کہ مجاہد جب میدان میں نکلتا ہے تو حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے لائحہ عمل مرتب کرتا ہے۔ پھر جب دیکھتا ہے کہ میں نے جن حالات کے پیشِ نظر لائحہ عمل تشکیل دیا تھا وہ یکسر تبدیل ہو گئے ہیں تو فوراً اپنا طریقہ کار بدل لیتا ہے۔ پیش آمدہ حالات کے لیے نئی حکمت عملی طے کرتا ہے۔

شبہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا

" اتق الله فی نفسک والزم بیتک ولا تخرج علی امامک"

اللہ سے ڈرو اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور اپنے امام پر خروج نہ کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا:

" اتق الله ولا تضرب الناس بعضهم ببعض"

اللہ سے ڈرو آدمیوں کو آدمیوں سے نہ مرواؤ۔ (البدیہ والنھایہ ج۸ ص ۱۶۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتے ہوئے۔یزید کے خلاف لڑنے سے منع کرتے رہے۔ ثابت ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج غیر شرعی تھا۔

ازالہ

مذکورہ بالا روایات نہایت درجے کی مردود و ناقابل اعتبار روایات ہیں۔اسی لیے علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

"ولا انکرواعلیه ولا اثموه لانه مجتهد وهو اسوة المجتهدين"

(مقدمہ ابن خلدون ص ۱۱۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (یزید کے خلاف خروج کو ناجائز قرار دیتے ہوئے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نہ اعتراض کیا اور نہ ہی انھیں گناہگار قرار دیا۔ کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خود مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے لیے اسوہ تھے۔

شُبہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو منع کیا اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام خروج جہاد ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منع نہ کرتے۔

ازالہ

یہ کہنا کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا حسین علیہ السلام کو روکا تھا لہذا یہ جہاد نہیں، یقین جانیے یہ حضرت حسین علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بدترین الزام ہے۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیدنا حسین علیہ السلام پر اعتراض آتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض یہ کہ وہ حضرت حسین علیہ السلام کے اقدام خروج کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور سیدنا حسن علیہ السلام پر غیر شرعی اور ناجائز اقدام خروج کرنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ یہاں ناصبیوں نے بدترین تلبیس سے کام لیا ہے۔ حقیقت کے چہرے کو بُری طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کُتبِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے پر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف اس لیے روکا تھا کہ حالات

سازگار نہیں۔ خروج سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سلطنتِ یزیدیہ کا تسلط بُری طرح قائم ہو چکا ہے۔اور سیدنا حسینؑ جن کے بلاوے پر جارہے ہیں۔وہ بدترین قسم کے غدار و بے وفا لوگ ہیں۔ایسے غدار و بے وفا لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے بنوامیہ کی سلطنتِ قاہرہ سے ٹکر لینا سود مند نہیں ، نقصان کے امکانات یقینی اور زیادہ ہیں۔ لہذا آپ کوفہ نہ جائیں۔ملاحظہ فرمائیں:

☆حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا

"این ترید یا بن فاطمة"

اے سیدہ فاطمہ کے نور نظر کدھر کا ارادہ ہے۔فرمایا:

"العراق و شیعتی "

میں سرزمین عراق اور اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔تو

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا تھا

"انی کاره لو جهک هذا تخرج الی قوم قتلوا اباک "

میں آپ کے اس سفر کو مناسب نہیں سمجھتا۔آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں۔جنھوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ١٥١)

☆عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

"متعنا بنفسک ولا تسر فواللہ لئن قتلت لیتخدونا خولاو عبیدا"

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ نہ جائیں۔ ہمیں اپنی ذاتِ اقدس سے فائدہ حاصل کرنے دیں۔ خدا کی قسم اگر آپ شہید ہو گئے تو یہ حکمران طبقہ ہمیں غلام بنالے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ١٥٠)

☆عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے خط میں لکھا تھا۔

"ان اھلکت الیوم طفی نورالارض فانک علم المھتدین ورجاء المومنین"

اگر آپ شہید ہو گئے تو دنیا کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام ہیں۔ اہلِ ایمان کی امیدوں کا مرکز و محور ہیں۔ (الکامل ج۳ص۲۷۷)

برادرانِ اسلام:

یہ ہیں وہ اسباب جن کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روکا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس لیے روک رہے ہیں کہ کوفہ والے بے وفا و غدار قسم کے لوگ ہیں۔ ایسے غداروں کے پاس پر خطر حالات میں جانا نا قابلِ تلافی نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ نہ جائیں۔ جبکہ ناصبی محققین اس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ

حضرت حسین ﷺ کا نکلنا ناجائز تھا۔ اس لیے صحابہ کرام ﷺ نے منع کیا تھا۔

یہ بدترین قسم کی تلبیس ودھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

شُبہ

نبی کا فرمان ہے۔"من اتاکم وامرکم علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ" (مسلم)

جب تمہارا کسی آدمی پر اتفاق ہو چکا ہو اور کوئی شخص تمہارے پاس آکر تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو اسے قتل کر ڈالو۔

ثابت ہوا۔ امیر المومنین کی بغاوت کرنے والے کے قتل کا حکم خود رسول اللہ نے دیا ہے۔ شریعت کے سامنے سب ایک ہیں۔ یزید برحق ثابت ہوتا ہے نہ کہ حضرت حسین۔ نیز حضرت حسین کا قتل کیا جانا از روئے شریعت جائز تھا۔

ازالہ

مذکورہ بالا الفاظ لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد کے تحت ناصبیوں کے اس غلیظ ترین اعتراض کو ذکر کیا ہے۔ عوام الناس

یہ نہ سمجھیں کہ یہ غلیظ ترین سوچ شاید پہلے وقتوں میں بعض ذہنوں میں پائی جاتی ہوگی۔ آج کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو ایسی غلیظ و گھٹیا سوچ رکھتا ہو۔

قارئین کرام:

بخدا یہ الفاظ کئی جگہ ناصبیوں کے منہ سے میں نے خود سنے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اٹھنا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اکابرینِ اسلام کا موقف کیا ہے۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

"زعموا مع ذلك أن السلطان لا ينكر عليه الظلم والجور وقتل النفس التي حرم الله - - - فصاروا شرا على الأمة من أعدائها المخالفين لها لأنهم أقعدوا الناس"

وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حاکمِ وقت خواہ ظلم و جور کی راہ اپنائے، ناحق قتل کرے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جائے گی۔ یہ لوگ دراصل امت کے بدترین دشمنوں میں سے ہیں۔ اس امت کا نقصان اسلام کے دشمنوں نے اتنا نہیں کیا۔ جتنا نقصان ان لوگوں نے کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے امتِ محمدیہ کو ظالم حکمرانوں کے خلاف میدانِ جہاد میں آنے سے روک دیا ہے۔

(احکام القرآن ج۲ ص۳۲۰)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے باب وجوب طاعۃ الامراء میں لکھا ہے۔

"وقد رد عليه بعضهم هذا بقيام الحسن وبن الزبير وأهل المدينة على بني أمية وبقيام جماعة عظيمة من التابعين والصدر الأول على الحجاج مع بن الأشعث وتأول هذا القائل قوله أن لا ننازع الأمر أهله في أئمة العدل وحجة الجمهور أن قيامهم على الحجاج ليس بمجرد الفسق بل لما غير من الشرع وظاهر من الكفر قال القاضي وقيل أن هذا الخلاف كان أولا ثم حصل الإجماع على منع الخروج عليهم والله اعلم"

کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا بعض علمائے کرام نے رد کیا ہے۔ اور دلیل یہ پیش کی ہے۔ کہ حضرت حسین، عبداللہ بن زبیر، اہل مدینہ یزید کے خلاف اٹھے تھے۔ تابعین کی بہت بڑی جماعت نے ابن الاشعث رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت حجاج کے خلاف خروج کیا تھا۔

(شرح صحیح مسلم از امام نووی ج ۱۲ص۲۲۹)

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

"وإذا جار والي الوقت ، وظهر ظلمه وغشمه ، ولم ينزجر حين زجر عن سوء صنيعه بالقول ، فلأهل الحل والعقد التواطؤ على خلعه ولو بشهر الأسلحة ونصب الحروب . هذا كلام إمام الحرمين"

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج۱ص۱۳۱)

جب حاکمِ وقت ظلم و ستم پر اتر آئے اور اس کا ظلم ظاہر ہو جائے۔ اگر اسے زبان سے نصیحت کی جائے پھر بھی ظلم و تشدد سے بعض نہ آئے۔ تو اہلِ حل و عقد، ذمہ دارانِ امت پر واجب ہے۔ کہ سب متحد ہو کر اسے اقتدار سے الگ کر دیں۔ اسے اقتدار سے

ہٹانے کے لیے خواہ اسلحہ اٹھانا پڑے، جنگ لڑنی پڑے۔ امام الحرمین کا یہی فتویٰ ہے۔
صاحبِ شذرات الذہب نے یہاں تک لکھ دیا ہے۔

"نقل الاتفاق ایضا علی تحسین خروج الحسین یزید و خروج ابن الزبیر و اھل الحرمین علی بنی امیۃ ثم راو جواز الخروج علی من کان مثل یزید"
(شذرات الذھب ج۱ ص ٦٨)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے خلاف اور ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ اور اہلِ حرمین کے بنو امیہ کے خلاف اقدامِ خروج کی تحسین پر علماء کا اتفاق منقول ہے۔ پھر علماء نے ہر ایسے حکمران کے خلاف اقدامِ خروج جائز قرار دیا ہے جو یزید جیسا ہو۔

یاد رہے "سیدنا حسین علیہ السلام کو باغی کہنے والے خود خارجی ہیں"

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا ہے۔

" واما ما تفوہ بعض الجھلۃ من ان الحسین کان باغیا فباطل عند اھل السنۃ والجماعۃ ولعل ھذا من ھذیانات الخوارج الخوارج عن الجادۃ"

رہی یہ بات جو بعض جاہلوں نے پھیلائی ہوئی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے تو یہ بات اہلِ سنت کے ہاں باطل ہے۔ شائد یہ بات ان خارجیوں کی بکواسات میں سے ہے جو راہِ حق سے بھٹک گئے ہیں۔ (شرح فقہ الاکبر)

امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے والوں کے بارے میں ابنِ تیمیہ کی رائے

" غلو الناصبۃ الذین یزعمون ان الحسین رضی اللہ عنہ خارجیا وانہ یجوز قتلہ"

ناصبیوں نے غلو کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خارجی تھے اور ان کا قتل

جائز تھا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج۲ ص ٦٥٢)

قارئین کرام:

ابن تیمیہ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ جو لوگ حضرت حسین علیہ السلام کو باغی قرار دے کر ان کا قتل جائز قرار دیتے ہیں وہ عام ناصبی نہیں بلکہ وہ کٹر ترین قسم کے غالی ناصبی ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں یہ لوگ لعنتی ہیں:

"حکموا بان الحسین السبط رضی الله عنہ و ارضاہ باغ علی الخمیر السکیر الهاتک لحرم الشریعۃ المطهرۃ یزید بن معاویۃ لعنهم الله فیالله العجب من مقالات تقشعر منها الجلود و یتصدع من سماعها کال جلمود"

ان لوگوں نے کہا، نواسہ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اُس بدترین قسم کے شرابی، نشئی اور شریعت مطہرہ کی واجب الاحترام شخصیات و مقامات کی بے حرمتی کرنے والے یزید بن معاویہ کی بغاوت کی تھی۔ اللہ ایسے لوگوں پر لعنت برسائے۔ کیا ہی تعجب انگیز بات ہے۔ یہ تو ایسی باتیں ہیں۔ جنھیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کان پھٹ جاتے ہیں۔ (نیل الاوطار ج۷ ص۲۰۱)

شبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج سے امت کا دینی فائدہ ہوا اور نہ ہی دنیاوی، جس اقدام کا نا دینی فائدہ ہو اور نہ ہی دنیاوی اسے جہاد کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

اختتامیہ

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے اقدامِ خروج کو وہی شخص فضول قرار دے گا۔ جو تاریخ اسلام سے ناواقف ہوگا یا سیدنا امامِ حسین علیہ السلام سے انتہا درجے کا بغض رکھتا ہو، سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے اس انقلابی اقدام نے اسلامی تاریخ پر ایسے مثبت اثرات ڈالے ہیں۔ جنہیں تاریخ کا ہر طالب علم سمجھتا اور جانتا ہے۔ یہ تاریخ اسلام کی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ شہادتِ حسین علیہ السلام کے بعد جس قدر اسلامی تحریکیں چلی ہیں ان کی معرکہ کربلا سے ہی بنیاد پڑی ہے۔ اسلام کا نقصان جس قدر نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے کیا اتنا نقصان کافر بادشاہوں نے بھی نہیں کیا۔ سیدنا حسین علیہ السلام کا خروج علی الاعلان امت کو دعوتِ جہاد دیتا ہے کہ اے مسلمان جب تمہارا حکمران شریعت کے منافی اقدام کرنے لگے تو اس کے خلاف میدانِ عمل میں نکل۔

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے اس انقلابی اقدام نے قیامت تک کے لیے حریت و آزادی کی شمع روشن کر دی، اقبال نے اسی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں برجلوہ خیرالامم — چوں سحابِ قبلہ باراں درقدم
بر زمینِ کربلا باریدورفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تاقیامت قطعِ استبداد کرد — موجِ خونِاو چمن ایجاد کرد

جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے توڑ کر حریت کے حلق میں زہر ٹپکا دیا تو بہترین

امیر کے خلاف خروج کا مسئلہ

وکلائے یزید اٹھتے بیٹھتے وہ روایات دہراتے رہتے ہیں۔ جن میں امیر کی اطاعت کا حکم ہے۔ اور امیر کے خلاف خروج سے منع کیا گیا ہے۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھا دی جائے، کہ امیر کی اطاعت واجب ہے۔ اس کے خلاف خروج کی سخت ممانعت ہے۔ واضح ہے کہ جب یہ بات آدمی کے ذہن میں بیٹھ جائے تو پھر سیدنا حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج کرنا خلافِ شرع محسوس ہوگا۔ اور یزید حق بجانب ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے، کہ یہ ناصبی اطاعت امیر سے متعلقہ روایات اپنی کتب ورسائل میں درج کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ ناصبیوں کے ان دلائل کا مختصر طور پر جائزہ لے لیا جائے، تاکہ عوام الناس ان کے مکروفریب کا شکار نہ ہونے پائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"اسمعوا وأطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كأن رأسه زبيبة."

کہ امیر کی بات سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگرچہ تمہارا امیر ایسا حبشی غلام بنادیا جائے جس کا سر انگور جیسا ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"من رأى من أميره شيئا فكرهه فليصبر، فإنه ليس أحد يفارق الجماعة شبرا فيموت إلا مات ميتة جاهلية"

تم میں سے جو شخص اپنے امیر کی طرف سے کوئی ایسی حرکت دیکھے۔ جسے وہ ناپسند

کرتا ہو، تو اسے چاہیے کہ صبر کرے، کیونکہ جو شخص بالشت بھر جماعت سے جدا ہوا ، پھر اسی حالت میں مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"عن أبي ذر قال إن خليلي أوصاني أن أسمع وأطيع وإن كان عبدا مجدع الأطراف"

مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ امیر کی بات سنوں اور اس کی فرمانبرداری کروں۔ (الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم١٤٩٩)

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

"عن عرفجة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنه ستكون هنات وهنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهي جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان ".

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے۔ عنقریب فتنے رونما ہوں گے۔ تو جو شخص امت کے اس امر میں تفریق ڈالنا چاہے۔ اور امت مجتمع ہو چکی ہو۔ تو اس شخص کو تلوار کے ساتھ قتل کر ڈالو۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(صحيح مسلم حديث نمبر ٤٩٠٤)

قارئین کرام؛ یہ وہ روایات ہے۔ جنہیں محمود عباسی سے لیکر ہر چھوٹے بڑے ناصبی نے اپنی کتب و رسائل میں درج کیا ہے۔ اور ان روایات کو نعوذ باللہ سیدنا حسین علیہ السلام پر چسپاں کرتے ہوئے یزید کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب آتے ہیں ان روایات کے اصل مفہوم کی طرف:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا اصل مفہوم یہ ہے۔ کہ امیر کی فرمانبرداری کی جائے، محض تکبر کی وجہ سے لوگ امیر کی بات کو نہ ٹھکرائیں۔ اس روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امیر خواہ شریعت کی دھجیاں بکھیرتا چلا جائے، کسی نے امیر کے خلاف خروج نہیں کرنا۔ دنیائے یزیدیت کو دعوتِ عام ہے کہ ثابت کریں سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے کبھی کہا ہو، کہ میں اعلیٰ و افضل ہوں اس وجہ سے میں امیر کی بات نہیں مانوں گا۔

رہی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تو یہ بھی یزید کے حق میں نہیں کیونکہ اس سے تو صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ امیر کسی کے ساتھ ناروا سلوک کرے تو اس آدمی کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ اس کی طرف سے ہونے والی کسی زیادتی کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت سے جدا نہ ہو جائے۔ حامیانِ یزید پر لازم ہے کہ ثابت کریں کہ سیدنا حسین علیہ السلام نے کبھی کہا ہو کہ یزید نے میری ذات پر زیادتی کی ہے۔ اس لیے میں اس کے خلاف خروج کا اعلان کرتا ہوں۔

کسی معتبر و مسلمہ امام سے ثابت کریں کہ حضرت حسین علیہ السلام نے اپنی ذات کی خاطر یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔

رہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی راویت، یہ بھی وہی مفہوم رکھتی ہے۔ جو مفہوم سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا ہے۔ یعنی محض تکبر کرتے ہوئے کسی امیر کی اطاعت سے انکار نہ کیا جائے۔ کہ میں اعلیٰ قبیلے سے ہوں اور امیر ادنیٰ قبیلے سے ہے۔

وغیرہ وغیرہ

رہی حضرت عرفجہ ﷺ سے مروی روایت تو یہ بھی یزید کے حق میں نہیں۔ اس روایت میں " أن يفرق أمر هذه الأمة وهي جميع "کے الفاظ اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ وہ ایسا امیر ہو جس پر امت جمع ہو چکی ہو۔ یزید کی امارت پر امت کا جمع ہو جانا ثابت ہی نہیں۔ لہٰذا یزید ایسا امیر ثابت نہیں ہوتا، جس کے خلاف خروج ناجائز قرار پائے۔ یہ تو تھی بات حامیانِ یزید کی طرف سے پیش کی جانے والی روایات کے اصل مفہوم کی۔ اب آتے ہیں ان دلائل کی طرف جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج کرنا جائز ہی نہیں بلکہ شرعی تقاضا تھا۔

ا۔یزید کے خلاف خروج جائز تھا، دلیل یہ ہے کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔

ناصبی لوگ دوغلی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے تو قبول کر لیتے ہیں، لیکن سیدنا حسین علیہ السلام کے عمل کی تردید کرنے لگتے ہیں۔ جابجا کہتے اور لکھتے رہتے ہیں کہ یزید کی بیعت برحق تھی کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اہلِ خانہ کو منع کیا تھا کہ یزید کی بیعت نہ توڑو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کو گلے لگا لینا اور مدینہ کے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کے عمل کو ٹھکرا دینا اور اس کے ساتھ ساتھ سیدنا حسین علیہ السلام کے عمل کو بھی خلافِ شرع قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ یزید کی بے جا وکالت پر کمربستہ ہو چکے ہیں اور سیدنا حسین علیہ السلام کا بغض دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں۔

جب وہ روایات پیش کی جاتی ہیں جن سے یزید کی مذمت نکلتی ہے تو کہنے لگتے ہیں ان روایات کو محدثین نے یزید پر چسپاں کیا ہے جو تم کر رہے ہو۔؟

ہم بھی ان حامیانِ یزید سے سوال کرنا چاہیں گے۔ یہ روایات جو تم یزید کے حق میں پیش کرتے رہتے ہو، کیا محدثین کرام نے ان روایات کو یزید کے حق میں اور سیدنا حسین علیہ السلام کی مخالفت میں پیش کیا ہے؟

قارئین کرام اب ہم وہ روایات ذکر کرتے ہیں جنہیں حامیانِ یزید چھپائے بیٹھے ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے۔

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع أن يغيره بيده فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان"

کہ تم میں سے جو کوئی بھی برائی دیکھے (اگر سکت رکھتا ہو) تو اس پر فرض ہے اس برائی کو ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی سکت نہ پاتا ہو تو زبان سے روکے۔ اگر زبان سے روکنے کی سکت نہ پاتا ہو تو اپنے دل میں روکنے کا ارادہ رکھے، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر ١٨٦، مسند عبد بن حمید حدیث نمبر ٩٠٦، ابو داؤد حدیث نمبر ١١٤٠، ترمذی حدیث نمبر ٢١٧٢، امام ترمذی فرماتے ہیں حسن صحیح، ابنِ ماجہ حدیث نمبر ٤٠١٣، ابنِ حبان حدیث نمبر ٣٠٧، مسند ابی یعلیٰ حدیث نمبر ١٠٠٩، بیہقی حدیث نمبر ١٩٩٦٦ ، مسند احمد حدیث نمبر ١١٤٧٨، اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"إنه سيكون عليكم أمراء يظلمون ويكذبون فمن صدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه ولا يرد علي الحوض،ومن لم يصدقهم بكذبهم ولم يعنهم فهو مني وأنا منه وسيرد علي الحوض".

کہ جلد ہی تم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں گے، جو ظلم کریں گے،اور کذب بیانی سے کام لیا کریں گے۔ تو جس شخص نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ان کے ظالمانہ اقدامات میں ان کی معاونت کی ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا اس سے کوئی تعلق رہے گا۔ ایسا شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر آ نہیں سکے گا۔ اور وہ شخص جس نے نہ تو ان کے جھوٹ کو سچ قرار دیا اور نہ ہی ان کا معاون ثابت ہوا، ایسا شخص میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آ جائے گا۔

(مسند البزار حديث نمبر ٢٧٣٢، صحيح الترغيب و الترهيب حديث نمبر ٢٢٤٤، رجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد حديث نمبر ٩٢٦٢)

امام محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر رحمہ اللہ کا موقف:

امام صاحب نے اپنی معروف تصنیف "الروض البسام" میں ایک فصل قائم کی ہے، لکھتے ہیں

"الفصل الثانی فی بیان ان منع الخروج علی الظلمة استثنی من ذلک من فحش ظلمه و عظمت المفسدة لولایته مثل یزید بن معاویه والحجاج ابن یوسف"

دوسری فصل اس بات کی وضاحت کے بارے میں ہے۔ کہ ظالم حکمرانوں پر خروج کی جو ممانعت ہے اس سے ایسا ظالم حکمران مستثنیٰ ہے جس کا ظلم عیاں ہو چکا ہو اور اس کی حکومت کی وجہ سے معاشرے میں عام بگاڑ پیدا ہو رہی ہو۔ جیسا کہ یزید بن معاویہ

، حجاج بن یوسف ہیں۔
(بالفاظِ دیگر بعض حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کیا جاسکتا اور بعض کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے۔ یزید بن معاویہ اور حجاج بن یوسف ایسے حکمران ہیں جن کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے)
ثابت ہوا مجتہد الزماں علامہ ابن الوزیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں۔ یزید کا ظلم کھل کر سامنے آچکا تھا اس کی حکومت واقتدار کی وجہ سے معاشرے میں فساد پیدا ہو رہا تھا۔ اور آگے جا کر ابن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں امام صاحب نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا تھا، کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے کی ممانعت پر اجماع ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا اور خاص طور پر ابو بکر القاری کا بھرپور رد لکھا تھا۔ اور دلیل یہ پیش کی تھی۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے یزید کے خلاف خروج کیا۔ حضرت ابن الاشعث رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت جلیل القدر تابعین اور اعلیٰ درجے کے مسلمانوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا۔ اجماع کا دعویٰ کہاں گیا۔

تمہارا کیا خیال ہے کہ یزید اور حجاج کے خلاف خروج کرنے والے کافر ہو گئے اللہ کی قسم جو ان پاک باز ہستیوں کو کافر قرار دے گا۔ وہ ہاں اس بات کا مستحق ہو جائے گا کہ اسے کافر قرار دیا جائے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے۔ کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور اس بات کو ذہن نشین کرلے، کہ آج انسان جو کچھ زبان سے ادا کرے گا، قیامت کے دن اسے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ بروزِ محشر اس سے یقینا باز پرس کی جائے گی۔
(الروض البسام ج۲ ص۵۳)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ صلح جُو تھے

حامیانِ یزید جہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ وہاں امامِ مظلوم کی شخصیت و کردار پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے۔ ان کی کوشش ہے، کسی طرح عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی جائے، کہ نعوذ باللہ اختلاف و انتشار کو پسند کرتے تھے۔ لہٰذا جو کچھ ہوا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مزاج و طبیعت کی وجہ سے ہوا۔استغفر اللہ من ذالک

چنانچہ (رسوماتِ محرم الحرام اور سانحہ کربلا) کے مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر بغیر کسی جھجک کے برملا لکھا ہے۔ کہ

"ان کا مزاج ہی سانحہ کربلا کا سب سے بڑا سبب بنا"۔

لہٰذا ہم پر فرض ہے کہ اصل حقیقت واضح کی جائے۔ تاکہ سادہ لوح عوام کے ایمان کا تحفظ ہو۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزاج خالقِ کائنات کی منشاء و مرضی کے مطابق تھا۔ آپ کے مزاج میں اخلاق و کردار میں ذرا بھر بھی خرابی نہ تھی۔ جن کے بارے میں رب العالمین نے اعلان فرمایا ہو۔

"لیذهب عنکم الرجس اهل البیت"

وہ اس طرح کی اخلاقی خامیوں کا شکار نہیں ہو سکتے۔ اور جن کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ نبوت سے خبر دے دی ہو۔

"لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض"

کہ حسین اور قرآن ایک دوسرے سے ہرگز ہرگز جدا نہ ہونگے۔ یہ سب جانتے ہوئے ، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزاج و کردار پر اعتراض کرنا بے شرمی و ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ قارئین کرام:۔ قرآن و حدیث کے اس واضح اور دوٹوک فیصلے کے بعد ہمیں کسی تاریخی کتاب کے حوالے کی ضرورت نہ تھی۔ مبغضانِ حسین چونکہ تاریخ کا سہارا لیکر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اخلاق و کردار پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان حامیانِ یزید کی ہفوات و خرافات کی تردید کے لیے ایک نظر تاریخ کی طرف بھی جھانک لیتے ہیں۔

اگر آپ اختلاف اور انتشار ہی کی راہ اپنانے والے ہوتے تو اس وقت اعلانِ بغاوت کر دیتے ، جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے ساتھ مصالحت کر لی تھی۔ سرکردہ افراد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔

دع الحسن وما رأى من هذا الصلح، واجمع إليك شيعتك من أهل الكوفة وغيرها، وولني وصاحبي هذه المقدمة، فلا يشعر ابن هند إلا ونحن نقارعه بالسيوف).

فقال الحسين: (أنا قد بايعنا وعاهدنا، ولا سبيل إلى نقض بيعتنا).

وكتب إليه جعدة بن هبيرة بن أبي وهب، (أما بعد، فإن من قبلنا من شيعتك متطلعة أنفسهم إليك، لا يعدلون بك أحدا، وقد كانوا عرفوا رأي الحسن أخيك في دفع الحرب، وعرفوك باللين لأوليائك، والغلظة على أعدائك، والشدة في أمر الله، فإن كنت تحب أن تطلب هذا الأمر فاقدم علينا، فقد وطنا أنفسنا على الموت معك)

فكتب إليهم: (أما أخي فأرجو أن يكون الله قد وفقه، وسدده فيما يأتي، وأما أنا فليس رأيي اليوم ذلك، فالصقوا رحمكم الله بالأرض، واكمنوا في البيوت، واحترسوا

من الظنة ما دام معاوية حيا، فلن يحدث الله به حدثا وأنا حي، كتبت إليكم برأيي والسلام).

اے ابو عبداللہ حسن کو چھوڑیے، ان کی صلح پر نہ جایئے۔ آپ کے کوفہ و دیگر شہروں میں جتنے بھی چاہنے والے ہیں۔ انہیں اکٹھا کیجئے۔ مجھے اور میرے اس ساتھی کو فوج کے مقدمۃ الجیش پر مقرر کر دیجیئے۔ ابنِ ہند کے بیٹے کو معلوم بھی نہیں ہو گا۔ ہم تلواروں کے ساتھ اس کے سر پر پہنچ چکے ہونگے۔

تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جوابا فرمایا، کہ ہم معاہدہ کر چکے ہیں۔ ہم اپنے معاہدے کو توڑ نہیں سکتے۔ اور پھر خط لکھا، کہ میرے بھائی نے جو قدم اٹھایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ توفیقِ الہی سے اٹھایا ہے۔ آج میری وہ رائے نہیں، جو تمہاری ہے۔ زمین کے ساتھ چپک جاؤ۔ اور گھروں میں بیٹھ جاؤ۔ جب تک معاویہ زندہ ہیں۔ میری زندگی میں اگر کوئی نئی صورتِ حال بنی تو تمہاری طرف اپنی رائے لکھ بھیجوں گا۔ والسلام

(الأخبار الطوال صف ٣٩٦)

درج بالا عبارت حامیانِ یزید کی اس گھٹیا سوچ کی تردید کر رہی ہے۔ کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مزاجا صلح پسند نہیں تھے۔

شُبہ

یزید کا تقرر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ جن کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

" اللهم اجعله هاديا و مهديا"

اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنادے۔ جس شخص کا تقرر ہادی و مہدی نے کیا ہو۔ اس کی حکومت غیر شرعی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور جو حکومت غیر شرعی نہ ہو اس کے خلاف اٹھنا جائز نہیں ہوتا۔

ازالہ

مذکورہ بالا روایت پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ یزید کی حکومت غیر شرعی نہیں تھی۔ سراسر کج فہمی ہے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک ناصبی شخص نے یزید کے فضائل پر ایک کتاب مرتب کی۔ جس میں اس نے مذکورہ بالا روایت درج کر کے یزید کو شرعی حکمران ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ جس کے جواب میں عالم اسلام کے مایہ ناز محدث امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" تصنیف فرمائی۔ جس کی امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور انداز میں تائید و تعریف کی۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں مذکورہ بالا روایت

" اللهم اجعله هاديا و مهديا"

کے دو جواب دیئے تھے۔

ا۔ یہ روایت صحیح نہیں۔ ضعیف ترین روایت ہے۔ اس روایت کا دارومدار محمد بن اسحاق البلخی پر ہے۔ اور یہ کذاب شخص تھا۔ سیدنا علی بن ابی طالب سے بغض رکھتا

تھا۔ قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اس کا تذکرہ نہایت برے الفاظ کیساتھ کیا کرتے تھے۔

فرمایا کرتے "اس شخص نے ام المومنین کو گالیاں دیں۔ لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا یہ بھاگ گیا"

مزید لکھتے ہیں۔ ابو علی صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

"کان محمد بن اسحاق کذاب یضع الکلام لاسناد ویروی احادیث منا کیر"

محمد بن اسحاق کذاب راوی تھا۔ روایات کی سندیں گھڑ لیا کرتا تھا۔

علامہ ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" یاتی عن الثقات بما لیس من حدیث الاثبات"

یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات لاتا ہے جو ثابت ہی نہیں۔

ثانیا:۔

" ثم لیس من ضرورۃ الدعا الاجابۃ اذ لو قعت فی کل حال ماحرب صفین و تولیتہ یزید"

یہ ضروری نہیں۔ کہ ہر دعا قبول ہی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو یقینا جنگ صفین رونما نہ ہوتی اور نہ ہی یزید کی ولی عہدی کا معاملہ درپیش آتا۔

(الرد علی المتعصب العنید ص ۷۵،۷٦،۷۷)

قارئین کرام:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا دوٹوک فیصلہ:

"ان عليا هوا المحق"

بلاشک وشبہ حضرت علی ہی برحق تھے۔ (المفہم ج ۷ ص ۹۵)

قاضی عیاض اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

"فيه حجة بينة للقول ان الحق مع علی و حزبه"

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حق حضرت علی اور آپ کی جماعت ہی کے ساتھ تھا۔ (اکمال المعلم ج ۸ ص ۲۲۹)

علامہ امیر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

علامہ صاحب اپنی مشہور زمانہ کتاب "سبل السلام" میں ایک حدیث کی شرح لکھتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

والحديث دليل على ان --------- الفئة المحقة علی رضی الله عنه ومن فی صحبته وقد نقل الاجماع من اهل السنة بهذا القول جماعة من ائمتهم"

درج بالا حدیث اس موقف کی دلیل ہے کہ برحق جماعت سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا گروہ ہے۔ اس بات پر ائمہ اہل سنت کی اچھی خاصی جماعت نے اجماع ذکر کیا ہے۔

(سبل السلام ج ۳ ص ۲۵۹)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

"وانہ علی الحق وھم المبطلون" (السراج الوھاج ۲ ص ۷۱۶)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مدِ مقابل غلطی پر۔

علامہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

"کان المصیب علیا"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہی درست تھا۔

(تاریخ ابنِ خلدون ج ۱ ص ۲۰۳)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

" محاربان امیر کرم اللہ وجہہ برخطا بودہ اند و حق بجانب امیر بودہ"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

(مکتوبات ص ۲۷۲)

فقہائے احناف کا فیصلہ:

بر صغیر پاک و ہند میں بہت سے افراد فقہ حنفی سے وابستہ ہیں۔ اس لیے نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے۔ کہ فقہائے احناف کا نقطہ نظر بھی واضح کر دیا جائے۔

ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

" مما یدل علی صحۃ اجتھادہ و خطا معاویۃ فی مرادہ ما صح عنہ صلی اللہ علیہ

وسلم فی حق عمار بن یاسر تقتلک الفئۃ الباغیۃ"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے درست اور حضرت معاویہ کے اجتہاد کے غلط ہونے کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی یہ صحیح روایت ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص۷۵)

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

" بعد ازاں خلیفہ مطلق و امام برحق حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ شد"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مطلق اور امام برحق حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہوئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۴۹)

علامہ برہان المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

" ولا یسبی لھم ذریۃ ولایقسم لھم مال لقول علی یوم الجمل"

حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ (الھدایہ باب البغاۃ ج۲ ص ۵۹)

علامہ ابوالیسر البزدوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

"کان علیؓ علی الحق"

حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

(اصول الدین ص ۱۹۷)

قول فیصل:۔

قارئین کرام: آپ نے مختلف مکتبہ فکر سے وابستہ علمائے کرام و مسلمہ محدثین کرام کے اقوال ملاحظہ فرمائے۔ اب ہم صحابی رسول سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا موقف ذکر

کرتے ہیں۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا فیصلہ:۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے واشگاف الفاظ میں فرما دیا تھا۔

" ان علیا امامهم الحق و ضده علی الباطل"

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی امام برحق تھے اور ان کے مدِ مقابل باطل پر

(مجمع الزوائد ج۷ ص ۲۴۳)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رجالہ ثقاۃ

الحاصل:۔ حالات وواقعات نے ثابت کر دیا کہ

" اللهم اجعله هاديا و مهديا"

حضرت معاویہ کے حق میں ثابت نہیں۔ اگر یہ روایت بسند صحیح ان کے حق میں متحقق ہو چکی ہوتی تو آپ کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں میدان میں نہ آتے۔ اور ناصبیوں کا یہ دعویٰ بھی باطل ثابت ہوا کہ یزید کو ہادی اور مہدی نے متعین کیا تھا۔ جسے ہادی و مہدی متعین کرے اس کی حکومت غیر شرعی نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ اکابرین اسلام کے فتاویٰ جات کی روشنی میں نہایت پختگی کے ساتھ برحق ثابت ہو گیا۔ کہ اگر

یہ روایات صحیح ہوتیں تو کبھی بھی جنگ صفین اور یزید کی ولی عہدی

کے واقعات پیش نہ آتے۔

نوٹ:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے مشاجرات کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرنا نہایت ہی گھناؤنا فعل ہے۔ اور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام از حد ضروری ہے۔

وضاحت: نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے۔ کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام و مرتبہ واضح کر دیا جائے۔ کیونکہ حامیانِ یزید علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ پر طعن و تشنیع کرنے سے بعض نہیں آتے۔ جبکہ اکابرینِ امت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے معترف نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

علماء میں سے یکتائے روزگار تھے۔ بہت سے علوم میں امتیازی مقام حاصل کیا۔ تین سو کے لگ بھگ ضخیم و مختصر کتب تصنیف فرمائیں۔ انہیں تمام علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ عرب و عجم کی اقوام کی تاریخ کے بارے میں بیس جلدوں پر مشتمل بنام "المنتظم" مفصل تاریخ بھی ہے۔ جس سے ہم نے اپنی اس کتاب "البدایہ والنہایہ" میں کافی استفادہ کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں خلفاء وزراء، بادشاہ، امراء، علماء اور فقراء الغرض ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ وعظ میں کم از

کم دس ہزار افراد موجود ہوتے۔ بعض اوقات سامعین کی تعداد ایک لاکھ سے بھی تجاوز کر جاتی تھی۔

(البدایہ والنھایہ ج ۱۳ صفحہ ۳۵)

علامہ صدیق الحسن خان بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ کا خراجِ تحسین:۔

بلاشک و شبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون تھے۔ نہایت قابلِ فخر شخصیت کے حامل سنتِ مطہرہ کے مددگاروں میں سے تھے۔ اہل بدعت کی بھرپور تردید کرنے والے تھے۔ آپ کے مناقب احاطہ بیان سے بھی باہر ہیں۔

(التاج المکلل)

شبہ

اگر حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف خروج کرنا برحق تھا۔ تو دوسرے صحابہ کرام یزید کے خلاف کیوں نہ اٹھے؟

ازالہ

حامیانِ یزید اس طرح کی باتیں کر کے عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یزید کے حمایتی اور طرف دار تھے۔ اگر یزید کے مخالف ہوتے۔ تو کبھی خاموش نہ بیٹھے رہتے۔ یزید کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیتے۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ ناصبیوں نے یہاں بدترین علمی خیانت سے کام لیا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یزید کا گھناؤنا کردار جب عوام کے سامنے بے نقاب ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔ کہ یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا چاہیے یا نہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف تھا۔ کہ یزید کے خلاف خروج کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس اقدام سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ سلطنتِ یزیدیہ کا تسلط بُری طرح قائم ہو چکا ہے۔ ان حالات میں جان و اموال کے ضیاع کے امکانات یقینی ہیں۔ لہٰذا صبر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ کے حضور دعا کرتے رہنا چاہیے۔ کہ

بہتری کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔اس کے برعکس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور انکے رفقاء نے سمجھا۔کہ میدان میں نکلنے سے اصلاح ہو سکتی ہے۔یہ سوچتے ہوئے۔یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ حالات ہماری گرفت میں نہیں۔فائدے کی بجائے شدید نقصان ہو گا۔ بیٹھے رہے اور یزید کے خلاف خروج نہ کیا۔

قارئین کرام:۔

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خروج نہ کرنے کی اصل حقیقت اور یہ ہے اس مسئلے کا حقیقی پس منظر۔ جسے حامیانِ یزید نے مسخ کرکے پیش کیا ہے۔

علامہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولما حدث في يزيد ما حدث من الفسق اختلف الصحابة حينئذ في شأنه. فمنهم من رأى الخروج عليه ونقض بيعته من أجل ذلك، كما فعل الحسين وعبد الله بن الزبير رضي الله عنهما ومن اتبعهما في ذلك، ومنهم من أباه لما فيه من إثارة الفتنة وكثرة القتل مع العجز عن الوفاء به لأن شوكة يزيد يومئذ هي عصابة بني أمية وجمهور أهل الحل والعقد من قريش، وتستتبع عصبية مضر أجمع، وهي أعظم من كل شوكة، ولا تطاق مقاومتهم، فأقصروا عن يزيد بسبب ذلك، وأقاموا على الدعاء بهدايته والراحة منه، وهذا كان شأن جمهور المسلمين. والكل مجتهدون ولا ينكر على أحد من الفريقين، فمقاصدهم في البر وتحري الحق معروفة وفقنا الله للاقتداء بهم. (مقدمة ابن خلدون ١١٠)

جب یزید میں وہ فسق و فجور پیدا ہو گیا جو ہونا تھا تو اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مختلف ہو گئی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی۔ کہ یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ جو لوگ اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ انھیں اس کی بیعت توڑ دینی چاہیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ہم نواؤں کی یہی رائے تھی۔ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی۔ کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے فتنہ بھڑک اٹھنے اور اندیشہ قتلِ عام کے پیشِ نظر نیز اپنے اندر مقابلے کی طاقت محسوس نہ کرتے ہوئے خروج کا راستہ اختیار نہ کیا۔ کیونکہ ان دنوں یزید کی قوت دراصل بنوامیہ کی عصبیت تھی۔ جمہور اہلِ حل و عقد کا تعلق قریش سے تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بنو مضر کی طاقت بھی شامل تھی اور یہ سب طاقتوں سے بڑی طاقت تھی۔ جس کے مقابلے کی کسی میں تاب نہ تھی۔ اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگ یزید کے خلاف نہ اٹھے۔ چنانچہ وہ دعائیں کرنے لگے۔ کہ اللہ یزید کو ہدایت دے۔ اور اس کے شر سے راحت بخشے۔ یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم (یزید کے خلاف خروج کرنے والے اور خروج نہ کرنے والے) خود مجتہد تھے۔ کسی نے ایک دوسرے پر اعتراض نہ کیا۔

اور مزید لکھتے ہیں۔

وأما الحسين فإنه لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من أهل عصره، بعثت شيعة أهل البيت بالكوفة للحسينؓ أن يأتيهم فيقوموا بأمره. فرأى الحسين أن الخروج على يزيد متعين من أجل فسقه لا سيما من له القدرة على ذلك، وظنها من نفسه

بأهليته وشوكته. فأما الأهلية فكانت كما ظن وزيادة. وأما الشوكة فغلط يرحمه الله فيها لأن عصبية مضر كانت في قريش وعصبية قريش في عبد مناف، وعصبية عبد مناف إنما كانت في بني أمية

(مقدمہ ابنِ خلدون ص۱۱۳)

جب یزید کا فسق و فجور اس دور کے تمام لوگوں پر واضح ہو گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے (کوفہ میں رہنے والے طرفداروں) نے پیغامات بھیجے۔ کہ آپ ان کے پاس تشریف لائیں۔ تو ہم آپ کے حکم پر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا۔ کہ یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اب ضروری ہو گیا ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے جو اس کے مقابلے کی طاقت رکھتا ہو۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ میں (منصبِ خلافت) کا اہل ہوں۔ اور (سلطنتِ یزیدیہ) سے ٹکرانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں۔ رہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ خیال کرنا کہ میں منصبِ خلافت کا اہل ہوں۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں بلاشک و شبہ اس کی اہلیت تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لیکن اپنی طاقت کا صحیح اندازہ لگانے میں غلطی کر گئے۔ کیونکہ ان دنوں بنو مضر کی طاقت قریش میں تھی اور قریش کی عبدِ مناف میں اور عبدِ مناف کی بنو امیہ میں۔

نوٹ:۔ علامہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ حامیانِ یزید کے ہاں معتبر ترین مورخ ہیں۔ چنانچہ پاک و ہند میں فتنہ یزیدیت کے بانی محمود عباسی نے لکھا۔ ایک منفرد مثال علامہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جنہوں نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں بعض

مشہور وضعی روایات کو نقد و درایت کے معیار سے پرکھنے کی کوشش کی۔
(خلافت معاویہ و یزید ص ٤٩)

شُبہ

مقتول اگر موت سے قبل اپنے قاتل کی نشاندہی کر دے۔ تو قاتل کی شناخت میں یہ سب سے بڑا ثبوت ہے بلکہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی مرنے سے قبل مقتول کا بیان سب سے ٹھوس مانا جاتا ہے۔ اور حسین رضی اللہ عنہ نے بھی وفات سے قبل اپنے قاتل کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ چنانچہ تمام مورخین نے متفقہ طور پر وفات سے قبل حسین رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے؟

"فانهم دعونا لينصرونا فعدوا علينا فقتلونا"
(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ٣٤٥)

ازالہ

اولا: اس روایت کی سند صحیح نہیں اس روایت کا صحیح سند سے منقول نہ ہونا ناصبیوں کے ہاں مسلم ہے۔ چنانچہ ایک ناصبی اس روایت کے متعلق لکھتا ہے۔ چنانچہ جہاں تک اسکی سند کا معاملہ ہے تو ابن جریر طبری نے دو سندوں سے اسے نقل کیا ہے۔ اصولِ حدیث کے معیار پر ان دونوں سندوں میں سے کوئی سند صحیح نہیں ہے
(الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ٣٤٦)

قارئین کرام:

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ان ناصبیوں کی پیش کردہ روایت کی اسنادی حالت کیسی ہے؟ یہ لوگ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اسکی سند صحیح نہیں لیکن پھر اپنے مقصد کے لیے روایت کو ذکر کرکے اس پر اپنے نظریے کی بنیاد بھی استوار کر لیتے ہیں۔ یہ ناصبیوں کے شاطر پن کی بدترین مثال نہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیا: مذکورہ بالا روایت سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ قاتل صرف کوفی ہی ہیں۔ یزیدی فوج کا سانحہ کربلا سے کوئی تعلق نہیں۔ یزید قطعی طور پر بری ہے۔ یہ صریحا زیادتی ہے۔

اصل حقیقت تو یہ ہے کہ

کوفیوں نے آپ علیہ السلام کو خطوط لکھے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں ہم آپ کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ لیکن بعد میں اپنی بات سے پھر گئے۔ سیدنا حسین علیہ السلام کا ساتھ دینا تو درکنار، انھیں بے یارو مددگار تلواروں کے آگے چھوڑ دیا اس لیے کوفیوں کو مجرم ٹھہرایا گیا۔ ہمارے ہاں کوفی اور یزیدی لشکر دونوں برابر کے شریک ہیں۔

ثالثا: اُن دنوں کوفہ کا گورنر کون تھا؟ کوفہ کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں تھی؟
یہ تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے کہ کوفہ کا گورنر عبیداللہ بن زیاد تھا۔ جس کا تقرر خود یزید نے کیا تھا۔ اور یہ بھی یاد رہے، عبیداللہ بن زیاد کسی کوفی کے ماتحت نہیں تھا۔

بلکہ اہل کوفہ ابن زیاد کے حکم کے پابند تھے۔ اس لحاظ سے شامی ہوں یا کوفی یہ سب یزید کے لشکری قرار پاتے ہیں۔

اگر کسی گھر ڈاکہ پڑے بعد میں تفتیش سے ثابت ہو کہ ڈاکہ زنی میں گھر کا فلاں آدمی بھی ملوث ہے کیا یہ کہا جائے گا۔ کہ ڈاکہ صرف اور صرف اس آدمی نے ہی ڈالا ہے بیرونی ڈاکو جنھوں نے حملہ کیا تھا بالکل بری الذمہ ہیں۔ "ہر شخص یہی کہے گا ڈاکہ زنی میں گھر کا فلاں شخص اور ڈاکو برابر کے شریک ہیں۔ گرچہ اہل خانہ کو رنج زیادہ اپنے اس آدمی پر ہو گا۔ جو ڈاکہ زنی میں ملوث ثابت ہوا۔ لیکن گھر والے لوگ بیرونی ڈاکوؤں کو بالکل بری الذمہ بھی قرار نہیں دیں گے۔

شبہ

سوائے حضرت حسین، عبداللہ بن الزبیر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی جس شخص کو تین چار آدمیوں کے علاوہ تمام عالم اسلام نے حاکم تسلیم کر لیا ہو اس کے خلاف خروج کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

ازالہ

حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت امام حسین، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی آواز کو محض تین چار افراد کی آواز قرار دینا حقائق سے انحراف ہے اور کچھ نہیں۔

قارئین کرام: تاریخ اسلام کی یہ مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما

کو سلطنت یزیدیہ زیر نہ کر سکی۔ اگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی آواز صرف فردِ واحد کی آواز تھی تو بتایا جائے یزید عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو مغلوب کیوں نہ کر سکا؟ کیا وہ جنات کے لشکر تھے جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حمایت میں لشکر یزید کے سامنے سینہ سپر رہے؟

رہے سیدنا امام حسین علیہ السلام تو آپ کی آواز بھی فردِ واحد کی آواز نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ تو اہلِ ایمان کے نمائندے تھے۔ عوام و خواص کی امیدوں کا مرکز تھے۔ اور اہلِ عراق کا یزید کے مخالف ہونا تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے۔ جس کا انکار ناممکنات میں سے ہے۔ ناصبی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کو اہلِ کوفہ نے بکثرت خطوط ارسال کیے تھے۔ اگر اہلِ عراق خصوصا کوفہ کے لوگ بھی یزید کے ساتھ تھے تو سیدنا امام حسین علیہ السلام کو خط کون لکھتا رہا۔۔۔؟

یا پھر یزید نے حضرت حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل خانہ کو قتل کروانے کے لیے سارا ڈرامہ رچایا تھا۔

ثابت ہوا صرف تین چار آدمی یزید کے مخالف نہ تھے بلکہ عالم اسلام کی اچھی خاصی عوام یزید کے مخالف تھی۔

شبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ آٹھ ذوالحج کو مکہ سے روانہ ہوئے۔ ان دنوں مکہ میں حاجیوں کی

کثیر تعداد موجود تھی۔ انتظار کرتے حج کے موقعہ پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتے۔ ایسے سنہری موقع پر یزید کی حکومت کے خلاف بات نہ کرنا کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ حضرت حسین کے خروج کا مقصد کوئی اور ہی تھا۔

ازالہ

جب انسان مجرم کی پشت پناہی پر کمربستہ ہو جائے تو ایسی باتیں ہی کیا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بنو امیہ کی جابرانہ حکومت ہر جگہ اپنے دانت گاڑھ چکی تھی۔ صبر و تحمل تو یزیدی امراء کی گویا کہ گھٹی میں بھی نہ تھا۔ حج کے موقعہ پر اگر یزیدی حکومت کے خلاف اعلانِ بغاوت کیا جاتا۔ تو دور دراز کے علاقوں سے حج کی آڑ میں سیر وسیاحت کی غرض سے آئے ہوئے بنوامیہ کے عیاش امراء کیسا رویہ اپناتے؟ کیا مکہ مکرمہ میں خون کی ندیاں نہ بہہ جاتیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اُن دنوں مکہ مکرمہ کا امیر بھی یزید کا ہی متعین کردہ شخص تھا۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام:

ناصبیوں اور یزیدیوں کی تحریرات کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ یہ لوگ سیدنا حسین علیہ السلام کو عام شخصیت تصور کرتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ سیدنا حسین علیہ السلام کو کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت میں کھڑا کر کے ان کے بارے میں فیصلہ طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان گستاخانِ اہل بیت نے کبھی سیدنا حسین علیہ السلام کو ناصبی الفکر ابن العربی کی عدالت میں اور کبھی ابنِ تیمیہ کی عدالت میں کھڑا کیا ہوتا ہے۔ اور سیدا شباب اھل الجنہ کے بارے میں ان سے فیصلے طلب کیے جا رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ حضرت حسین علیہ السلام صرف صحابی ہی نہیں، بلکہ مجتہد صحابہ میں سے ہیں۔ اکابرینِ امت سیدنا حسین علیہ السلام کے طرزِ عمل سے تو مسائل اخذ کرتے نظر آتے ہیں اور یہ ناصبی سیدنا حسین علیہ السلام پر اعتراض کرتے نظر آتے ہیں۔ افسوس! آج یہ تو کہا جاتا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام کے خروج کا جواز کیا تھا؟ یہ نہیں کہا جاتا کہ یزید ایسا حکمران تھا جس کے خلاف خروج جائز تھا۔ کیونکہ حضرت امامِ حسین علیہ السلام نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور مقامِ تعجب ہے کہ دیگر صحابہ کے طرزِ عمل کو مختلف مسائل کی دلیل کے طور پر لے لیا جاتا ہے۔ جبکہ سیدنا حسین علیہ السلام کے طرزِ عمل پر اعتراضات کے نئے نئے نشتر چلائے جاتے ہیں۔ اکابرینِ اسلام و سلف صالحین کا طریقہ کار تو ایسا نہ تھا۔

بعض روایات یہ کہہ کر رد کر دی جاتی ہیں کہ ان روایات کو اگر تسلیم کیا جائے تو منصبِ صحابیت پر زد پڑتی ہے، لیکن یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم کی انتہا ہے کہ یہی حامیانِ یزید کبھی ایسی روایت کو رد کرتے نظر نہیں آتے جس سے نواسۂ رسول ﷺ کے وقار و مرتبہ پر حرف آتا ہو بلکہ اُس وقت موضوع سے موضوع روایت کو بھی قابل حجت سمجھ لیا جاتا ہے۔ کاش! کبھی حضرت حسین علیہ السلام کے بارے میں کہہ دیا جاتا کہ ہم اس روایت کو نہیں مانتے، کیونکہ اس سے حضرت حسین علیہ السلام کی ذات پر حرف آتا ہے۔

یاد رہے ہر صحابی واجب الاحترام ہے، صحابیت خواہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہو یا حسین علیہ السلام کی شکل میں ہو صحابیت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہو یا حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہو بعض صحابہ کا احترام اور بعض پر رکیک حملے یہ سلف صالحین کا راستہ نہیں، یہ تو بد دیانت اور گمراہ ترین لوگوں کا طرزِ عمل ہے۔

کیا بیعتِ یزید کا انکار صرف حضرت حسین علیہ السلام نے کیا تھا؟

حامیانِ یزید میں سے ہر چھوٹا بڑا یہی واویلا کرتا نظر آ رہا ہے۔ کہ یزید کی بیعت لوگوں نے خوشی سے کر لی تھی، سوائے دو تین افراد کے۔ یزید کے یہ ناکام وکیل اس طرح کی گفتگو سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ بات صرف یزید کی بیعت و ولیعہدی تک نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ یہ زبان دراز مصنف اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرنے لگتے ہیں۔ جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ لہٰذا ان کے مکرو فریب کو عوام پر ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اب آتے ہیں بیعت یزید کی اصل حقیقت کی طرف۔

■ امام المحدثین سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایسی دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ جن سے وکلائے یزید کا مکروفریب بے نقاب ہو جاتا ہے۔

"عن يوسف بن ماهك قال كان مروان على الحجاز استعمله معاوية فخطب فجعل يذكر يزيد بن معاوية لكي يبايع له بعد أبيه فقال له عبد الرحمن بن أبي بكر شيئا فقال خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا { عليه } فقال مروان إن هذا الذي أنزل الله فيه {والذي قال لوالديه أف لكما أتعدانني} فقالت عائشة من وراء الحجاب ما أنزل الله فينا شيئا من القرآن إلا أن الله أنزل عذري"

یوسف بن ماہک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ کہ مروان، معاویہ کی طرف سے حجاز کا امیر تھا۔ اس نے خطبہ دیا۔ دورانِ خطبہ یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ کہ اس کے باپ کے بعد اس کی بیعت کر لی جائے۔ تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اس سے کچھ کہا۔ تو

مروان منبر پر ہی کہنے لگا۔ اسے پکڑ لو۔ تو حضرت عبدالرحمٰن ابی بکر رضی اللہ عنہما سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہو گئے۔ اس لیے کہ مروان کے سپاہی انہیں پکڑ نہ سکے۔ تو مروان کہنے لگا۔ یہ وہی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

"والذي قال لوالديه أف لكما أتعدانني"

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے فرمایا۔

"ما أنزل الله فينا شيئا من القرآن إلا أن الله أنزل عذري"

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں میری صرف برأت ہی اتاری ہے۔

(بخاری حدیث نمبر ٤٨٢٧)

قارئین کرام: درج بالا روایت میں " فقال شيئا" کے الفاظ آئے ہیں۔ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مروان سے کچھ کہا۔ وہ کیا کلمات تھے۔ جنہیں سن کر مروان آپے سے باہر ہو گیا۔

﴿علامہ بدرالدین العینی رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں﴾

فقال عبد الرحمن ما هي إلا هرقلية أن أبا بكر والله لم يجعلها في أحد من ولده ولا من أهل بيته"

تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ یہ ہرقلیت ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تو اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ اور نہ ہی اپنے خاندان میں سے کسی کو منصبِ خلافت پر فائز کیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جز۲۸ ص۲۳۳، فتح الباری ابن حجر ج۸ ص۵۷۸)

﴿ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں﴾

"فقال عبد الرحمن أهرقلية أي أتجرون على سنة هرقل - وهو قيصر - في إقامة الولد مقام الوالد في الملك"

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ مروان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کیا تم ہر قلیت کی سنت جاری کرنا چاہتے ہو۔ کہ باپ کے بعد بیٹے کو تخت حکومت پر بیٹھا دیا جائے۔ (کشف المشکل من حدیث الصحیحین ج ۱ ص ۱۲۴۸)

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الدر المنثور ج ۱۳ ص ۳۲۸ پر یہی روایت ذکر کی ہے

امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔

"فقال عبد الرحمن بن أبي بكر : اهرقلية ؟ ان أبا بكر والله ما جعلها في أحد من ولده ، ولا أحد من اهل بيته ، ولا جعلها معاوية في ولده الا رحمة وكرامة لولده . فقال مروان : الست الذي قال لوالديه : اف لكما ؟ فقال عبد الرحمن : الست ابن اللعين الذي لعن رسول الله ﷺ اباك . قال وسمعتها عائشة فقالت يا مروان ،انت القائل لعبد الرحمن كذا وكذا ؟ كذبت ما فيه نزلت ولكن نزلت في فلان بن فلان ثم انتحب مروان ثم نزل عن المنبر حتى اتى باب حجرتها فجعل يكلمها حتى انصرف"

تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ کیا ہر قلیت لانا چاہتے ہو۔ حضرت ابو بکر نے اللہ کی قسم اپنی اولاد و خاندان میں سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ معاویہ نے اپنے بیٹے کو جانشین بنایا ہے تو صرف اور صرف اس کے ساتھ تعلق اور شفقت کی بنیاد پر۔ تو

مروان کہنے لگا۔ کیا تو وہ نہیں۔ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تھا۔" اف لکما ؟" تو حضرت عبدالرحمٰن نے جوابا کہا۔ کیا تو اس لعنتی شخص کا بیٹا نہیں۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی تھی۔ راوی کہتا ہے۔ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ باتیں سن لیں۔ مروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگیں۔ اے مروان تو عبدالرحمٰن سے یہ باتیں کہہ رہا تھا۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔ مروان چیخ اٹھا۔ پھر منبر سے اتر کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا۔ وہاں مروان کی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بحث و تکرار ہونے لگی۔ پھر پلٹ گیا

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۹۵)

﴿امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں یوں منظر کشی کرتے ہیں﴾

فقال عبد الرحمن بن أبي بكر لقد جئتم بها هرقلية ، أتبايعون لأبنائكم! فقال مروان هو الذي يقول الله فيه" وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا" الآية. فقال: والله ما هو به. ولو شئت لسميت، ولكن الله لعن أباك وأنت في صلبه، فأنت فضض من لعنة الله"

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کہنے لگے۔ کہ تم ہرقلیت لانا چاہتے ہو۔ تم اپنے بیٹوں کی بیعت لیتے پھرتے ہو۔ تو مروان کہنے لگا۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے۔ " وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا" تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جوابا کہا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ اگر میں چاہوں تو میں نام بتا سکتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت کی تھی۔ جب تو اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ تو تو لعنت

کاایک ٹکڑا ہے۔ .(تفسیر القرطبی ج١٦ص١٩٧)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور اور دری تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

فبلغ ذلك عائشة فقالت : كذب مروان ، والله ما هو به ، ولو شئت أن أسمي الذي نزلت فيه لسميته ، ولكنّ رسول الله ﷺ لعن أبا مروان ، ومروان في صلبه ، فمروان من لعنه الله

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک جب یہ بات پہنچی۔ تو فرمایا ! مروان نے جھوٹ کہا۔ اللہ کی قسم اس سے مراد عبدالرحمن نہیں۔ اگر میں اس کا نام لینا چاہوں۔ جس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نام بھی لے سکتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تو مروان کے باپ پر لعنت کی تھی۔ اور مروان اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ لہٰذا مروان اللہ کی لعنت کا حصہ ہے۔ (فتح القدیر ج٦ ص٤٦٠)

قارئین کرام ! مذکورہ بالا عبارت میں مروان کا نام آپ نے بار بار پڑھا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ اس کے بارے میں بھی قدرے وضاحت کر دی جائے۔ حامیانِ یزید کے ہاں یہ شخص بلند پایہ ولی ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وله اعمال موبقة نسال الله السلامة رمى طلحة بسهم وفعل ما فعل"

اس سے نہایت ہی تباہ کن اعمال سرزد ہوئے ہیں۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں۔ کہ ہم ایسے اعمال سے محفوظ رہیں۔ اس نے حضرت طلحہ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔ اور اس سے نہایت ہی گھٹیا حرکات سرزد ہوئیں۔

(میزان الاعتدال ج٤ ص ٨٩)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"کان مروان اکبر الاسباب فی حصار عثمان لانہ زور علی لسانہ کتاباالی مصر بقتل اولئک الوفد"

حصار عثمان کے بڑے اسباب میں ایک سبب مروان ہے۔ اس لیے کہ اس نے اہل مصر کے نام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے جعلی خط لکھا تھا۔

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قسم کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ دیکھئے۔ (مدارك التنزيل وحقائق التأويل ج٣ص٣١٩)

■ حدیث نمبر2

عن ابن عمر قال دخلت على حفصة --- قلت قد كان من أمرالناس ما ترين فلم يجعل لي من الأمر شيء فقالت الحق فإنهم ينتظرونك وأخشى أن يكون في احتباسك عنهم فرقة فلم تدعه حتى ذهب فلما تفرق الناس خطب معاوية قال من كان يريد أن يتكلم في هذا الأمر فليطلع لنا قرنه فلنحن أحق به منه ومن أبيه قال حبيب بن مسلمة فهلا أجبته قال عبد الله فحللت حبوتي وهممت أن أقول أحق بهذا الأمر منك من قاتلك وأباك على الإسلام فخشيت أن أقول كلمة تفرق بين الجمع وتسفك الدم ويحمل عني غير ذلك فذكرت ما أعد الله في الجنان قال حبيب حفظت وعصمت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے کہا، لوگوں کا جو طرزِ عمل ہے وہ آپ دیکھ ہی رہی ہیں۔ مجھے امر خلافت میں شریک نہیں کیا گیا۔ فرمایا! کہ تم فورا جاؤ۔ وہ تمہارا انتظار کرتے ہوں

گے۔ مجھے خدشہ ہے کہ تمہارا وہاں نہ جانا کہیں اختلاف کا باعث نہ بن جائے۔ وہ مسلسل کہتی رہیں۔ حتی کہ آپ چلے گئے۔ جب لوگ منتشر ہو گئے، حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔ کہ جو شخص اس بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہمارے سامنے تو آئے۔ ہم اس سے اور اس کے باپ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا۔ آپ نے انہیں جواب کیوں نہ دیا۔ فرمایا۔ میں کھڑا ہونے ہی لگا تھا۔ اور میں نے ارادہ بھی کر لیا۔ کہ ان سے کہوں کہ اس خلافت کے تجھ سے زیادہ حقدار وہ ہیں۔ جنہوں نے تیرے اور تیرے باپ کے خلاف اسلام کی خاطر جنگیں لڑیں۔ تو میں اس خدشہ کے پیش نظر رک گیا۔ کہ یہ کہیں ایسی بات نہ ہو جائے۔ جس سے انتشار پیدا ہو جائے اور خون ریزی ہونے لگے۔ اور میری بات کا غلط مطلب نہ لے لیا جائے۔ تو میں نے جنت کی وہ نعمتیں یاد کیں جو اللہ نے تیار کر رکھی ہیں۔ حبیب نے کہا، آپ محفوظ رہے اور اپنے آپ کو بچا لیا۔

(صحیح البخاری حدیث نمبر ٤١٠٨)

■ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور بیعتِ یزید:۔

محب الدین طبری نے اپنی مشہور کتاب ریاض النضرۃ میں ایک باب باندھا ہے۔
ذكر احترام الولاة له ووصية أم المؤمنين حين وفاتها أن يصلي عليها
اس میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
عن ابن سعيد بن زيد قال: كتب معاوية بن أبي سفيان إلى مروان ابن الحكم بالمدينة يبايع الناس لابنه يزيد، فقال رجل من الشام: ما يحبسك؟ قال: حتى يجيء سعيد

بن زيد فيبايع، فإنه سيد أهل البلد؛ فإذا بايع بايع الناس. قال: افلا أذهب آتيك به؟ فجاء الشامي وأنا مع أبي الدار، فقال: انطلق فبايع، فقال: أنطلق، فسأجيء فأبايع؛ فقال: تنطلق أو لأضربن عنقك؛ قال: أتضرب عنقي؟ والله إنك لتدعوني إلى أقوام أنا قاتلتهم على الإسلام. قال: فرجع إلى مروان وأخبره، فقال له مروان. اسكت. قال: فماتت أم المؤمنين. أظنها زينب، فأوصت أن يصلي عليها سعيد بن زيد، فقال الشامي لمروان: ما يحبسك أن تصلي على أم المؤمنين؟ قال: أنتظر الرجل الذي أردت أن تضرب عنقه، فإنها أوصت أن يصلي عليها، فقال الشامي: أستغفر الله.

حضرت معاویہ نے مدینہ کے امیر مروان بن حکم کو خط لکھا۔ کہ لوگوں سے میرے بیٹے یزید کی بیعت لو۔ (مروان بن حکم کے پاس ایک شامی آدمی تھا)۔ اس شامی نے مروان سے کہا۔ آپ کو کیا چیز روکے ہوئے ہے۔ آپ لوگوں سے بیعت کیوں نہیں لے رہے؟ اس نے کہا، ہم اس وقت تک لوگوں سے بیعت نہیں لیں گے۔ جب تک سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیعت نہ کرلیں۔ کیونکہ وہ اس علاقے کے سردار ہیں۔ جب وہ بیعت کرلیں گے تو عوام الناس بھی بیعت کرلے گی۔ تو وہ شامی کہنے لگا۔ کیا میں ابھی ان کو لے کر نہ آؤں۔ وہ شامی آیا اور کہنے لگا۔ چلیے اور یزید کی بیعت کیجئے۔ تو سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم چلو میں کرتا ہوں بیعت۔ تو وہ شامی کہنے لگا۔ تم چلوگے یا تمہاری گردن اتار دوں؟ فرمایا! کیا تو میری گردن اتارے گا۔ اللہ کی قسم! تو مجھے ایسے لوگوں کی بیعت کی دعوت دے رہا ہے۔ جن کے خلاف میں اسلام کی خاطر لڑتا رہا ہوں۔ وہ شامی آدمی مروان کے پاس واپس آگیا۔ اور ساری صورتِ حال بتائی۔ مروان نے اس سے کہا،

اب کسی کو نہ بتانا۔ (کہ سعید نے بیعت سے انکار کر دیا ہے) انہیں دنوں (راوی کہتا ہے) ام المومنین میرا گمان ہے سیدہ زینب ؓ وفات پا گئیں۔ تو اس شامی نے مروان سے کہا، آپ ام المومنین کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا رہے۔ اس نے کہا، میں اس شخص کا انتظار کر رہا ہوں۔ جس کی گردن اتارنے کا تو نے ارادہ کیا تھا۔ کیونکہ ام المومنین نے وصیت کی ہے۔ کہ میرا جنازہ سعید بن زید ہی پڑھائیں۔ یہ سن کر شامی نے کہا۔ استغفر اللہ

(الرياض النضرة في مناقب العشرة ص ٣٣٠)

نوٹ:۔ مذکورہ بالا عبارت کسی شیعہ یا سبائی مصنف کی نہیں۔ بلکہ ایک ایسے مصنف کی ہے۔ جس پر ناصبی ہونے کا الزام ہے۔

■ عرب نے یزید کی بیعت کرنے میں ناگواری کا اظہار کیا۔

"أراد معاوية الناس على بيعة يزيد، فتثاقلت ربيعة، ولحقت بعبد القيس بالبحرين، واجتمعت بكر بن وائل إلى خالد بن المعمر، فلما تثاقلت ربيعة تثاقلت العرب أيضاً، فضاق معاوية بذلك ذرعاً"

جب حضرت معاویہ نے لوگوں سے یزید کی بیعت لینے کا ارادہ کیا۔ تو قبیلہ ربیعہ کے لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا۔ اور یہ لوگ بحرین میں عبدالقیس کے ساتھ ملحق ہو گئے۔ بنو بکر بن وائل خالد بن معمر کے ساتھ مجتمع ہو گئے۔ جب بنو ربیعہ نے سستی کا مظاہر کیا تو عرب نے بھی سستی کا اظہار کیا۔ جس سے حضرت معاویہ دلبرداشتہ ہو گئے۔

(مختصر تاريخ دمشق ج٣ص٣٠،أخبار الوافدين العباس بن بكار الضبي ص٤٢)

■ محمد بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔

علامہ الزرکلی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وكان ممن أبى بيعة يزيد بن معاوية.

کہ محمد بن سعد بن ابی وقاص ان افراد میں سے تھے۔ جنہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (الاعلام ج٦ص١٣٦)

■ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بھی یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" فر من بيعة يزيد"

کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے بچنے کے لیے علاقہ چھوڑ گئے۔

(البداية والنهاية ج٦ ص٣٦٢)

امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وامتنع عن بيعة يزيد بن معاوية"

آپ رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا۔ (اسد الغابة ج٢ص ١١٠)

■ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بھی بیعت یزید کو ناپسند کرتے ہیں۔

امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"المسور بن مخرمة له صحبة. ---- وكان فقيهاً من أهل العلم والدين، وكره بيعة يزيد، وأقام مع ابن الزبير بمكة، حتى قدم الحصين بن نمير إلى مكة في جيش من

الشام لقتال ابن الزبير بعد وقعة الحرة، فقتل المسور، أصابه حجر منجيق وهو يصلي في الحجر، ، وصلى عليه ابن الزبير، وكان عمره اثنتين وستين سنة".

کہ مسور بن مخرمہ صحابی رسول ہیں۔ فقیہ ترین علماء میں سے تھے۔یزید کی بیعت کو نہایت بُرا جانا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ میں رہنے لگے۔ جب حسین بن نمیر شامی لشکر کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ آیا۔ تو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کچھ اس طرح ہوئی۔ کہ آپ بیعت اللہ کے پاس مقامِ حجر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ شامی لشکر کی منجنیق سے پھینکا ہوا پتھر آپ کو لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ بوقت شہادت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر باسٹھ سال تھی۔

(اسد الغابہ ج۳ ص۱٤)

بیعت یزید کو لوگوں نے ناپسند کیا۔ ■

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عیون الاخبار" میں ایک روایت ذکر کرتے ہیں۔

جس

کے یہ الفاظ بیعتِ یزید کی اصل حقیقت کو عیاں کر دیتے ہیں۔

"وأظهر قوم الكراهة"

لوگوں نے یزید کی بیعت کو سخت ناپسند کیا۔ (عیون الاخبار ج۳ ص۳۰)

■ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بھی بیعت یزید کو ناپسند کرتے ہیں۔

علامہ العصامی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"ثم كتب إلى زياد يستشيره فنكرزياد ذلك"

معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اس سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا تو اس نے یزید کی ولیعہدی کو سخت ناپسند کیا۔ (سمط النجوم ج ٢ ص٦٥)

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وكتب معاوية إلى زياد يستشيره في ذلك، فكره زياد ذلك لما يعلم من لعب يزيد وإقباله على اللعب والصيد"

حضرت معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر یزید کی ولیعہدی کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ تو اس نے نہایت ہی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ یزید کا لہو و لعب اور شکار کی طرف ہی لگے رہنا اس کے علم میں تھا۔

(البداية والنهاية ج٨ص٨٦)

■ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ یزید کی ولیعہدی کے مسئلہ پر حضرت معاویہ سے مخاطب ہوتے ہیں۔

"أنت أعلمُنا بيزيد في ليله ونهاره، وسرّه وَعلانيَته، فلا تلقمه الدنيا وأنت تذهب إلى الآخرة"

آپ یزید کے شب و روز کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ اس کی خلوت و جلوت کے معمولات کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف جا رہے ہیں۔ جاتے جاتے اس کے منہ میں دنیا کا لقمہ نہ ڈالیے۔

(عيون الاخبار ص٢١٤)

■امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ بیعت یزید کی اصل حقیقت سے نقاب کشائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"أن ابن الزبير وأكثر أهل الحجاز كرهوا بيعة يزيد بن معاوية"

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حجاز کے اکثر لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو ناپسند کیا تھا۔

(المفهم جز ١١ صفحه ٣٥)

■مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"لان يزيد لم تنعقد بيعته عند الحسن وغيره ممن لم يبايعوه والمبايعون مكرهون على بيعته"

حضرت حسین اور ان لوگوں کے ہاں جنہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ یزید کی بیعت منعقد ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی انہوں نے مجبوری سے بیعت کی تھی۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ۲ ص ٦٦)

■شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور بیعت یزید

مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے۔ اور حضرت امام حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہم صحابہ کرام نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی تھی۔

(فتاوی عزیزیه ص ٢٢٦)

■ مفسرِ قرآن الشیخ مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور بیعتِ یزید

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "شہیدِ کربلا" کے صفحہ ۱۳ پر عنوان ہی یہ قائم کیا ہے۔ "اسلام پر بیعتِ یزید کا حادثہ"

پھر اس کی تفصیلات یوں بیان کی ہیں۔ شام و عراق میں معلوم نہیں کس کس طرح لوگوں نے یزید کے لیے بیعت کا چرچا کیا۔ اور یہ شہرت دی گئی کہ شام و عراق، کوفہ و بصرہ یزید کی بیعت پر متفق ہو گئے۔ اب حجاز کی طرف رُخ کیا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر مکہ و مدینہ کو اس کام کے لیے مامور کیا گیا۔ مدینہ کا عامل مروان تھا۔ اس نے خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا۔ کہ امیر المومنین حضرت معاویہ، حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سنت کے مطابق یہ چاہتے ہیں۔ کہ اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لی جائے۔ عبد الرحمٰن ابی بکر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور کہا، کہ یہ غلط ہے۔ یہ ابو بکر و عمر کی سنت نہیں بلکہ کسریٰ و قیصر کی سنت ہے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے خلافت اپنی اولاد میں منتقل نہیں کی۔ اور نہ ہی اپنے کنبہ و رشتہ میں۔ حجاز کے عام مسلمانوں کی نظریں اہلِ بیتِ اطہار پر لگی ہوئی تھیں۔ خصوصاً حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر۔ جن کو وہ بجا طور پر حضرت معاویہ کے بعد مستحقِ خلافت سمجھتے تھے۔ اس میں حضرت حسین بن علی، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی رائے کے منتظر تھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

ان حضرات کے سامنے اول تو کتاب و سنت کا یہ اصول تھا کہ خلافتِ اسلامیہ خلافتِ نبوت ہے۔ اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ آزادانہ انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جائے۔ دوسرے ان کی نگاہ میں یزید کے ذاتی حالات بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ اس کو تمام ممالک اسلامیہ کا خلیفہ مان لیا جائے۔ ان حضرات نے اس تجویز کی مخالفت کی اور ان میں سے اکثر آخر دم تک مخالفت پر ہی رہے، اس حق گوئی اور حمایتِ حق کے نتیجہ میں مکہ و مدینہ میں دار و رسن اور کوفہ و کربلا میں قتل عام کے واقعات پیش آئے۔

■ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور یزید کی تخت نشینی

اپنی شہرہ آفاق کتاب "سیرۃ النبی" میں یزید کی تخت نشینی سے اسلام کا جو سیاسی، مذہبی و اخلاقی نقصان ہوا مختصر الفاظ میں رقم زن ہیں۔

"یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کی سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولین شب تھی" (سیرۃ النبی ج ۳ ص ۷۰۹)

■ مولانا اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ اور بیعت یزید:

خلفائے راشدین خلیفہ کے انتخاب میں بہت محتاط تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں تو احادیثِ نبوی کے اشارات و کنایات سے کام لیا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت بھی قریباً یہی چیز کام آئی۔ بعدہ شوریٰ سے انتخاب ہوتا رہا۔ لیکن یزید کی امارت کے متعلق اس اصول کی پابندی نہ کی گئی

(شہیدِ کربلا ص ۱۱)

شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ اور بیعت یزید

آپ کے ہاں یزید کی بیعت سراسر غیر شرعی طریقے سے لی گئی تھی۔آپ اس بیعت کو قیصرو کسریٰ کی سنت قرار دیتے تھے۔ملاحظہ فرمائیے۔

(فتاوی ثنائیہ جلد ۲ ص ۱۲۵)

کیا دورِ یزید تاریخِ اسلام کا سنہری دور تھا؟

حامیانِ یزید اکثر کہا کرتے ہیں۔ کہ یزید کا دور تاریخِ اسلام کا ایک سنہری دور تھا۔ عہد یزید میں امن کا دور دورہ تھا۔ رعایا بڑے سکون و وقار کی زندگی گزار رہی تھی۔ ظاہر ہے جب ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے تو پھر سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا اقدامِ خروج ایک نہایت ناپسندیدہ عمل قرار پائے گا۔ لہٰذا عہدِ یزید کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ تاکہ ناصبیوں کے اس دعویٰ کی حقیقت واضح ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"سمعت الصادق المصدوق يقول: «هلكة أمتي على يدي غلمة من قريش»

میں نے صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ کہ میری امت کی تباہی و بربادی قریش کے ناپختہ کار کم فہم افراد کے ہاتھوں ہو گی۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۷۰۵۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ :۔

"ان اولهم يزيد كما دل عليه قول ابى هريرة راس الستين وامارة الصبيان فان يزيد كان غالبا ينتزع الشيوخ من امارة البلدان الكبار و يو ليها الاصا غر من اقاربه"

امت کی بربادی کا سبب بننے والوں میں سب سے پہلا یزید ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول "راس الستين و امارة الصبيان" اس بات کی دلیل ہے۔ کیونکہ

یزید اکثر بڑے بڑے اہم شہروں کی امارت سے تجربہ کار افراد کو معزول کر دیتا اور ان کی جگہ اپنے خاندان کے کم عمر لڑکوں کو مقرر کر دیتا تھا۔
(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰)

علامہ بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

"وأولهم يزيد عليه ما يستحق وكان غالبا ينزع الشيوخ من إمارة البلدان الكبار ويوليهاالأصاغر من أقاربه."

امتِ محمدیہ کی ہلاکت کا سبب بننے والے افراد میں سب سے پہلا شخص یزید علیہ ما یستحق ہے۔ اس کا معمول تھا۔ کہ وہ نہایت ہی اہم شہروں کی امارت سے بڑے جلیل القدر، تجربہ کار افراد کو ہٹا دیتا اور ان کی جگہ اپنے خاندان کے کم عمر لڑکوں کو مقرر کر دیتا۔ (عمدۃ القاری جز ۲۵ صفحہ ۱۱۳)

علامہ عبدالرؤوف مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

"منهم يزيد بن معاوية واضرابه من احداث ملوك بني أمية فقد كان منهم ما كان من قتل أهل البيت وأكابر المهاجرين"

یزید بن معاویہ اور اس جیسے بنو امیہ کے دیگر بادشاہ مراد ہیں۔ انھیں کے ہاتھوں اہل بیت اور اکابر مہاجرین کا قتل ہوا۔
(التیسیر بشرح الجامع الصغیر جلد۲ صفحہ ۴۸۰)

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دورِ یزید سے اس قدر خائف ہو چکے تھے۔ کہ اکثر یہ دعا کرتے رہتے۔

"اعوذ بالله من راس الستين و إمارة الصبيان"

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں ساٹھ ہجری کے آخری حصہ سے اور نوعمر لڑکوں کی حکومت سے، حتی کہ بازاروں میں چلتے پھرتے اکثر یہ دعا مانگا کرتے۔

"اللهم لا تدر کنی سنة ستين ولا امارة الصبيان"

اے اللہ میری زندگی میں ساٹھ (ہجری) کا زمانہ نہ آئے اور نہ ہی میں نوعمر لڑکوں کی امارت دیکھوں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۰)

ساٹھ ہجری میں کس کی حکومت تھی؟

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"فبويع سنة ستين "اس (یزید) کی ساٹھ ہجری میں بیعت کی گئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۰)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"بويع له بالخلافة بعد ابيه فى رجب سنة ستين"

ساٹھ ہجری رجب کے مہینے میں یزید کی بیعت کی گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۶)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

"يشير إلى خلافة يزيد بن معاوية لأنها كانت سنة ستين من الهجرة واستجاب الله دعاء أبي هريرة فمات قبلها بسنة"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "راس الستين" کے الفاظ سے یزید بن معاویہ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ساٹھ ہجری میں واقع ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ ایک سال پہلے وفات پا گئے۔
(فتح الباری ابن حجر ج۱ص۲۱۶)

شیخ حمزہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"يشير إلى خلافة يزيد، وقد استجيب دعاؤه فمات سنة ٥٩ من الهجرة".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ خلافتِ یزید کی طرف ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی ایک سال پہلے ہی وفات پا گئے۔

(منار القاری شرح صحیح البخاری: جلد۱صفحہ۲۱٤)

علی بن سلطان الملا الہروی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"يشير إلى خلافة يزيد بن معاوية لأنها كانت سنة ستين من الهجرة، واستجاب الله دعاء أبي هريرة فمات قبلها بسنة"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ خلافتِ یزید کی طرف ہوتا تھا کیونکہ ساٹھ ہجری میں اسکی حکومت قائم ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی، آپ رضی اللہ عنہ ایک سال پہلے ہی وفات پا گئے۔

(مرقاة المفاتيح جلد۱صفحہ۳۳٥)

علامہ عبید اللہ بن محمد الرحمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"يشير الى خلافة يزيد بن معاوية ، لا نها كانت سنة ستين من الهجرة، واستجاب الله دعاء ابى هريرة فمات قبلها بسنة "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ اقتدارِ یزید کی طرف ہوتا تھا کیونکہ اس کی حکومت ساٹھ ہجری میں واقع ہوئی تھی۔

اللہ نے دعا قبول فرمائی جس کے نتیجے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سال پہلے ہی خالق حقیقی سے جاملے۔

(مرعاۃ المفاتیح جلد ۱ صفحہ ۳۵۷)

امام السمھودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

" يشير إلى ولاية يزيد وكانت سنة ستين"

اس میں یزید کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔وہ ساٹھ ہجری میں قائم ہوئی تھی۔

(خلاصۃ الوفا جلد ۱ صفحہ ۲۲)

علامہ عبدالکریم الحضیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"توفي معاويةوتولى بعده ابنه يزيد فأجاب الله دعوة أبي هريرة فقبضه قبل ذلك بسنة توفي سنة ٥٩ أو ٥٨ على خلاف في ذلك . المقصود أن الله أجاب دعاءه فقبضه قبل أن يعامل ويعاشر مثل هؤلاء".

معاویہ فوت ہو گئے تو اُن کے بعد اُن کا بیٹا یزید برسر اقتدار آیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اللہ تعالیٰ نے یزید کی حکومت آنے سے ایک سال پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلالیا۔

(شرح كتاب الفتن من صحيح البخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲)

امام الحسن الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام الحسن الکتانی نے امام ابن حجر کا درج بالا قول ذکر کیا ہے اور اس کی تائید فرمائی ہے۔

(الرد على الطاعن فی ابی ہریرہ ص ۱۸)

علامہ محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"یشیر الی خلافة یزید الطرید لعنه الله تعالیٰ علی رغم انف اولیائه لانها کانت سنته ستین من الهجرة و استجاب الله تعالیٰ دعا ابی هریرة رضی الله عنه فمات قبلها بسنة"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ سرکش یزید کی خلافت کی طرف ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ ساٹھ ہجری میں قائم ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ یزید پر لعنت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی جس کے نتیجے میں ایک سال پہلے ہی فوت ہو گئے۔
(روح المعانی ج ۳ ص ۲۵۸)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"مشیرا الی امارة یزید بن معاویه"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ یزید بن معاویہ کی حکومت کی طرف ہوتا تھا۔
(تفسیر المظهری ج ۱ ص ۱۴۹)

علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"هلاک امتی علی یدی اغیلمة" چھوکروں کی حکومت کی خرابی اسلام میں یزید پلید کے زمانہ سے شروع ہوئی، وہ کمبخت ایک کم سن چھوکرا تھا۔ بوڑھے بوڑھے صحابہ اس وقت موجود تھے۔ اس کو کسی قاعدے سے خلافت کا حق نہ تھا۔ لیکن زبردستی حاکم بن بیٹھا تھا۔ آخر مسلمانوں میں وہ تباہی آئی کہ پناہ بخدا مسلمانوں کے سردار امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے جن سے اسلام کی زینت تھی۔ مدینہ منورہ کی بے حرمتی ہوئی، بہت سے صحابہ اور تابعین کو یزید کے لشکر نے مدینہ میں آکر شہید کیا۔

"لعنت اللہ علی یزید، و علی اتباعہ"

(تیسیر الباری جلد نہم ، کتاب الفتن صفحہ ۱۳۱)

قارئین کرام:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو یزیدی دور کے شروع ہونے سے پہلے ہی موت آ جانے کی دعا کریں۔ جبکہ ناصبی اسی دور کو تاریخ اسلام کا سنہری دور قرار دیتے پھریں۔یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم سے اعراض نہیں تو اور کیا ہے۔

یزیدی دور کو سنہری دور قرار دینا فرمانِ رسول کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

"عن أبي هريرة رضي الله عنه يرويه قال ويل للعرب من شر قد اقترب على رأس الستين تصير الأمانة غنيمة والصدقة غرامة والشهادة بالمعرفة والحكم بالهوى "

ترجمہ : " حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا ہلاکت ہے عرب کے لیے ایک ایسے شر سے جو قریب آچکا ہے۔اور وہ شر ساٹھ ہجری کے اختتام پر رونما ہو گا وہ ایسا وقت ہو گا۔ جب امانت کو غنیمت سمجھا جائے گا۔ زکوۃ کو جرمانہ تصور کیا جائے گا۔ گواہی صرف معرفت کی بنیاد پر ہو گی۔اور فیصلے خواہشات نفسانی کے تحت ہو نگے "۔

(مستدرك حاكم ج ٤/ ص ٥٣٠ حديث رقم: ٨٤٨٩ هذا حديث صحيح على شرط الشيخين)

یزیدی دور میں سنتِ رسول ﷺ بدلی جا رہی تھی۔

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا خروج ایک ایسے شخص کے خلاف تھا جس نے رسولِ کائنات ﷺ کی سنت کو بدل ڈالا تھا۔ ہمارا یہ دعوی بلا دلیل نہیں۔ ہماری دلیل رسول کائنات ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

" أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية يقال له يزيد"

میری سنت کو سب سے پہلے بنی امیہ کا ایک آدمی تبدیل کرے گا۔ جس کا نام یزید ہو گا۔

(مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ج٢٧ص ٢٦٦)"سنده حسن"

یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ حامیانِ یزید اپنی پُر فریب تحریروں سے ضعیف ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ عوام الناس چونکہ اصولِ حدیث کا علم نہیں رکھتے اس لیے عوام کو الجھانے کے لیے ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی معنوی تحریف کر کے عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ الحمد للہ یہ ناصبی مصنفین سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے باوجود درج بالا حدیثِ رسول ﷺ کو ضعیف ثابت کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

یزید شام میں گمراہی کا داعی بن چکا تھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" دعاة الضلال يزيد بالشام "

گمراہی کی دعوت دینے والوں میں سے شام میں یزید تھا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج۱ ص ۸۸۱)

ثابت ہوا۔ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا خروج گمراہیوں کے علمبردار یزید کے خلاف تھا۔ نہ کہ عادل و صالح حاکم کے خلاف۔

دورِ یزید ناخلف اور بے عمل امراء کا دور تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔

"تكون خلف بعد الستين اضاعواالصلوت و اتبعوا الشهو ات فسوف يلقون غيا"

۶۰ ہجری کے بعد ایسے ناخلف آئیں گے جو کہ نمازیں ضائع کریں گے۔ ایسے لوگ جلد ہی غی نامی وادی میں پہنچیں گے۔

(صحیح ابن حبان، ج ۳ ص ۳۲، مستدرک حاکم ص ۵۹۰، مجمع الزوئد جلد ٦ ص ۲۳۱)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "رجالہ ثقاۃ" کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت صحیح ہے۔

(التعلیقات الحسام جلد ۱ ص ۱٦٥)

قارئینِ کرام: درج بالا احادیث مبارکہ میں ناخلف امراء کی جو علامتیں بیان کی گئیں ہیں۔ وہ یزید میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ یزید میں یہ بیماریاں پائی جاتی تھیں۔

"کان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات و ترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات و اما تتہا فی غالب الاوقات"

یزید میں یہ برائیاں بھی تھیں شہوات کی طرف لپکنا، بعض نمازیں ترک کرنا، اکثر اوقات وقت گزار کر نماز پڑھنا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۵۳)

نوٹ: درج بالا حدیثِ مبارکہ جہاں یزید کی دینی اور اخلاقی حالت بتلا رہی ہے۔ وہاں یزید کے اخروی انجام سے بھی آگاہ کر رہی ہے۔ پیغمبرِ برحق علیہ السلام کی زبانِ نبوت سے نکلے ہوئے ان الفاظ "فسوف یلقون غیا" کو دوبارہ پڑھیے۔ کیا یہ الفاظ یزید کے جہنم کی وادی "غی" کے مکین ہونے کی طرف اشارہ نہیں کر رہے۔ حامیانِ یزید جو حدیثِ قسطنطنیہ جگہ جگہ بیان کرکے سامعین سے بار بار پوچھ رہے ہوتے ہیں۔ کیا یزید کے جنتی ہونے میں کوئی شک ہے؟؟؟ اگر کوئی درج بالا حدیث بیان کرکے ان حامیانِ یزید سے سوال داغ دے، کہ اے وکلائے یزید،

کیا اب بھی کوئی شک ہے کہ یزید غی نامی وادی میں نہیں پڑا ہوا؟ تو یزید کے یہ ناکام وکیل اُسے کیسے مطمئن کر پائیں گے؟؟؟ العبرت ، العبرت، العبرت

نیز حدیثِ قسطنطنیہ کی دن رات رٹ لگانے والے محبانِ یزید درج بالا حدیث کو بھی ایک نظر ضرور دیکھ لیں۔ یاد رہے درج بالا حدیث کو ہم نے نہیں بلکہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یزید پر چسپاں کیا ہے۔ جن پر ناصبی حضرات آنکھیں بند کر کے اعتماد کر لیتے ہیں۔

(دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۸ص۳۲۵

احادیثِ رسول ﷺ میں ساٹھ ہجری ہی کی مذمت ہے۔

قارئین کرام:۔

خامیانِ یزید اُن روایات کی جن میں سن ساٹھ کا تذکرہ ہے۔پُر فریب تاویل کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ کہ "الستین" سے مراد ساٹھ ہجری نہیں بلکہ آپ کی وفات سے بعد والے ساٹھ سال ہیں۔ اس لحاظ سے "الستین" سے مراد ستر ہجری ہے۔[1]

حامیانِ یزید کی یہ تاویل مندرجہ ذیل وجوہات کی بنیاد پر باطل و مردود ہے۔

ا۔ حامیانِ یزید کی یہ خود ساختہ تحقیق اکابر محدثین اور امت کے جلیل القدر ہزاروں علمائے کرام کی تحقیق سے متصادم ہے۔ جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں جلیل القدر محدثین وائمہ دین کے اقوال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۲۔(ساٹھ ہجری میں یزید حکمران تھا۔ جب کہ ستر ہجری سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ حکومت میں آتا ہے۔

قارئین کرام:۔

فیصلہ آپ نے دینا ہے۔ اگر ستر ہجری مراد لی جائے تو اس سے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ آپ یزید کی خاطر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو مذموم تسلیم کر لیں گے؟

۳۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت چونسٹھ ہجری سے لیکر تہتر ہجری تک جاتا ہے۔ جبکہ یزید کا دورِ حکومت ساٹھ سے لیکر چونسٹھ ہجری تک ہے۔ اگر وکلائے

یزید اسی بات پر مصر ہیں۔ کہ حدیث میں ساٹھ ہجری کی بجائے ستر ہجری کی مذمت ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا دورِ حکومت ستر سے شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ چونسٹھ ہجری سے شروع ہو جاتا ہے۔ کیا چونسٹھ سے لیکر انہتر تک تقریباً چھ سال کا عرصہ ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ستر ہجری سے پہلے کی حکومت قابلِ تعریف ہو۔ اور ستر ہجری کے بعد قابلِ مذمت ہو جائے۔

۴۔ یزید کے دورِ حکومت میں رونما ہونے والے حوادثات اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں ہونے والے سانحات کا موازانہ کیا جائے۔ تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت بالخصوص ستر ہجری میں وہ حوادثات رونما نہیں ہوئے۔ جو یزید کے دورِ حکومت میں رونما ہوئے۔ حالانکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں جو حوادثات رونما ہوئے ان کے ذمہ دار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نہیں بلکہ ان تمام حوادثات کے پیچھے بنوامیہ کا ہی ہاتھ نظر آتا ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اندوہناک قتل کا حادثہ بالاتفاق یزید کے دور میں پیش آیا۔

سانحہ حرہ دورِ یزید میں پیش آیا۔

مکہ پر چڑھائی دورِ یزید میں کی گئی۔

حامیانِ یزید کو دعوتِ عام ہے۔ کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت بالخصوص ستر ہجری کا کوئی ایسا واقعہ پیش کریں۔ اگر یہ پیش نہ کر سکیں تو طے ہو گیا۔

تباہی و بربادی والا وہ دور جس کی مذمت حدیثِ رسول ﷺ میں آئی ہے۔ وہ یزید ہی کا دورِ ملوکیت ہے، نہ کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت۔

یاد رہے

ناصبیوں کا یہ کہنا یہ " سنِ ہجری "آپ ﷺ کے دورِ نبوت میں رائج ہی نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے کلام سے سنِ ہجری مراد نہیں لیا جا سکتا۔ یکسر غلط ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے "راس الستین" کے الفاظ پیش گوئی کے انداز میں ارشاد فرمائے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ حدیث رسول ﷺ میں کسی شخص کا نام لیکر اس کی مذمت کی گئی ہو۔ اور وہ شخص آپ ﷺ کے دورِ نبوت میں پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ اس شخص کے حمایتی ناصبیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کہنے لگیں۔ حدیث میں جس شخص کی مذمت ہے۔ اس سے مراد ہمارا آدمی قطعاً نہیں۔ کیونکہ یہ تو آپ ﷺ کے دورِ نبوت میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ حامیانِ یزید کا جواب کیا ہو گا؟؟

سلطنت بنوامیہ ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

بنوامیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد صرف شخصیت پر ہو، کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے اسلام روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا۔ اور مشورہ و اجتماعِ امت کی جگہ محض غلبہ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی اور ان کا نظامِ حکومت شریعتِ الٰہیہ نہ تھا۔ بلکہ محض اغراضِ نفسانیہ و مقاصد سیاسیہ، ایسی حالت میں ضروری تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔ حضرت سیدالشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کرکے مظالم بنوامیہ کے خلاف جہادِ حق کی بنیاد رکھی۔ اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کردیا۔

(شہادتِ حسین ص ۵۸)

حاصلِ کلام:

☆ بنوامیہ کی حکومت غیر شرعی اور غیر اسلامی تھی۔

☆ بنوامیہ نے روحِ حریت کو تباہ و برباد کیا۔

☆ بنوامیہ کی حکومت کی بنیاد صرف اور صرف اغراض نفسانیہ پر تھی۔

☆ سیدنا حسین کا خروج بنوامیہ کے ظلم و ستم کے خلاف جہاد تھا۔

☆ سیدنا حسین کا خروج بنوامیہ کے ظلم و ستم کے خلاف جہاد تھا۔

نوٹ: مولانا ابوالکلام آزاد کو حوالے کے طور پر انڈین ناصبی نے اپنے بھی پیش کیا ہے۔ دیکھئے یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص۸۴۸، مولانا آزاد کے مضمون سے اپنی مرضی کی عبارت نقل کر دینا اور مخالف عبارت سے صرف نظر کرنا علمی خیانت ہے اور کچھ نہیں۔

کردارِ یزید

حامیانِ یزید اکثر کہتے رہتے ہیں۔ کہ یزید متقی، پرہیزگار شخص تھا۔ جو حاکم متقی و پرہیزگار ہو، شریعت کا پابند ہو، خیر کا متلاشی ہو، اس کے خلاف خروج کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ مقصد ان ناصبیوں کا یہ ہوتا ہے۔ کہ سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھادی جائے۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف میدان میں آنا یکسر غلط تھا۔ چنانچہ ناصبیوں کے شیخ الاسلام محمود عباسی نے واضح طور پر لکھا ہے۔ کردارِ خلیفہ میں کوئی خامی یا برائی ایسی نہ تھی۔ کہ اس کے خلاف خروج کا جواز نکالا جا سکتا۔
(خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۴۵)

قارئینِ کرام:۔ ناصبیوں نے یزید کے خود ساختہ تقویٰ کی بنیاد پر حضرت حسین کے خروج کے ناجائز ہونے کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔ اس لئے یزید کے تقویٰ و پرہیزگاری کی اصل حقیقت واضح کرنا از حد ضروری ہے۔ ہم نہایت مختصر طور پر یزید کے کردار کا مدلل جائزہ لیں گے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام نے کسی متقی و پرہیزگار شخص کے خلاف خروج نہیں کیا۔ بلکہ ایک ایسے شخص کے خلاف میدانِ عمل میں اترے جو تاریخ انسانیت کا سب سے گھٹیا و بدکردار شخص تھا۔

(مزید تفصیل کے لیے کتاب "ایامِ یزید" کا مطالعہ کریں)۔

اس بارے میں ائمہ حدیث و جلیل القدر مفسرینِ کرام اور بلند پایہ مورخین کے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

﴿امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کردارِ یزید﴾

"كان ناصبيا، فظا، غليظا، جلفا، يتناول المسكر و يفعل المنكر"

(سير اعلام النبلاء ج ٤ ص ٣٧)

آلِ رسول سے بغض رکھتا تھا، بدگو، سنگ دل، نہایت ہی بد اخلاق تھا۔ اور نشہ کیا کرتا تھا۔ اور وہ اعمال جو اللہ و رسول کی نظر میں نہایت ہی برے ہیں۔ ان کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔

﴿امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ میں یزید کی بدکرداریاں﴾

امام شوکانی جیسے معتدل مزاج عالم کے قلم سے یزید کے بارے میں بے ساختہ الفاظ نکل گئے۔

"الخمير، السكير، الهاتك لحرم الشريعة المطهرة"

(نيل الاوطار ج ٧ ص ٢٠١)

یزید پکا دائمی شرابی، انتہا درجے کا نشئی اور شریعتِ محمدیہ نے جن مقامات و شخصیات کا احترام واجب قرار دیا ہے ان کی بے حرمتی کرنے والا،

﴿ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قلم نے یزید کی بدکرداریوں کا نقشہ یوں کھینچا ہے﴾۔

"كان فيه ايضا اقبال على الشهوات --- ترك بعض الصلوات واماتتها فى غالب الاوقات"

یزید میں مندرجہ ذیل برائیاں بھی تھیں۔ شہوات کی طرف لپکتے رہنا، نمازیں ترک کر دینا آگے مزید لکھا "قدكان فاسقا" اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یزید فاسق تھا۔

(البدايه والنهايه جلد ٨ ص ٣٥٥)

مزید لکھتے ہیں۔

" حين حضرت المعاوية الوفاة كان يزيد فى الصيد"

جس وقت حضرت معاویہ کی وفات ہوئی، یزید شکار پہ گیا ہوا تھا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۵)

نوٹ:

شریعت کے اصولوں کے مطابق شکار کرنا کوئی جرم نہیں۔ لیکن شکار میں اس قدر مشغول ہو جانا کہ انسان کو عبادات کی کوئی فکر نہ رہے اور حقوق العباد کو اس قدر فراموش کر ڈالے کہ قریب المرگ باپ کو چھوڑ کر شکار پر نکل جائے یہ انسان کے عیاش ہونے کی واضح دلیل ہے۔ نیز ایسا شخص جسے اپنے باپ کی فکر نہ ہو وہ امت کے معاملات کی طرف توجہ کیونکر کرے گا۔

﴿علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کا قلم یزید کے فسق وفجور کو یوں عیاں کرتا ہے﴾

"ظهر فسق يزيد عندالكافة من اهل عصره"

یزید کا فسق وفجور اس دور کے تمام لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔

(تاریخ ابن خلدون ج۱ ص۲۶)

مزید لکھتے ہیں

"كان يعذ له على سماع الغناء" (مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۲)

حضرت معاویہ یزید کو گانا سننے سے منع کیا کرتے تھے۔ موسیقی یزید کی روح میں اتر چکی تھی۔ اپنی تسکین کی خاطر اس نے گویے رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ نے تو باقاعدہ ایک گویے کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان غنیا لیزید"

(عیون الاخبار ج۲ ص۲۱۳)

﴿علامہ الہراسی رحمۃ اللہ علیہ یزید کے تقوی و پرہیزگاری کی قلعی یوں کھولتے ہیں﴾۔

"وھو اللا عب بالنرد والمتصید بالفھود و مد من الخمر و شعرہ فی الخمر معلوم و منہ قولہ"

وہ تو نرد کھیلنے والا، چیتوں کے ساتھ شکار کرنے والا، پکا اور دائمی شرابی تھا۔ شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں۔ ان اشعار میں سے چند ایک اشعار یہ ہیں۔

اقول لصحب ضمت الکاس شملھم — وداعی صبابات الھوی یترنم

خذوا بنصیب من نعیم ولذۃ — فکل وان طال المدی ینصرم

ولا تترکوا یوم السرور الی غد — فرب غد یاتی بما لیس یعلم

میں نے اپنے ان ساتھیوں سے کہا جنہیں جامِ شراب نے یکجا کر دیا ہے۔ جو عیش و عشرت حاصل کر سکتے ہو کر لو۔ کیونکہ نعمت خواہ مدتِ دراز تک تمہارے پاس رہے اس نے ختم ہونا ہی ہوتا ہے۔ اور آج عیش و عشرت کا سامان ہے تو اسے فوراً لے لو، اسے کل تک موخر نہ کرو۔ کیونکہ معلوم نہیں کل کا دن کس قسم کے حالات کے ساتھ نمودار ہو۔ امام صاحب نے پھر یزید کی مذمت میں ایک طویل تحریر لکھ ڈالی

" ثم قلب الورقۃ و کتب لو مددت ببیاض لمددت العنان فی مخازی ھذا الرجل"

پھر جب ورق پلٹا، دیکھا کہ کاغذ ختم ہوا چاہتا ہے۔ تو یہاں تک لکھ دیا، اگر میرے پاس مزید اوراق ہوتے تو میں اس (ملعون یزید) کی بد کرداریاں لکھتے ہوئے قلم کی مہار ڈھیلی چھوڑ دیتا۔

(وفیات الاعیان ج۳ ص۲۸۷)

﴿شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کردادر یزید﴾

"كان فاسقا مدمنا للخمر"

یزید فاسق اور دائمی شرابی تھا۔ (سرالشہادتین ص۸٦)

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور کردارِ یزید﴾

"ومن القرون الفاضلة اتفاقا من هو منافق أو فاسق ومنها الحجاج ويزيد بن معاوية"

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ سابقہ فضیلت والے زمانوں میں بعض منافق تھے بعض فاسق تھے حجاج بن یوسف اور یزید بن معاویہ انہیں میں سے ہیں۔

﴿علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کردارِ یزید﴾

یزید کے بارے میں نہایت مختصر اور جامع ترین الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جس سے یزید کا گھناؤنا کردار روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اخبث الفساق"

تمام فاسقوں میں سب سے بڑا خبیث (فواتح الرجموت ج۳ ص ۲۷۳)

نوٹ:۔ یہ کتاب بعض مدارسِ دینیہ کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

﴿مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی کہ یزید فاسق تھا﴾

یزید بے دولت از زمره فسقه است

یزید بد نصیب فاسقوں میں سے ہیں۔

(مکتوبات ص۲۵۱)

﴿علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور فسق یزید﴾

بلاشک و شبہ یزید فاسق تھا۔ (عرف الشذی ص ۳۳۲)

﴿علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ﴾

" یزید لاریب فی کو نہ فاسقا" (معارف السنن شرح ترمذی : ج٦ ص ٨)

﴿قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کا فیصلہ﴾

یزید کے فسق و فجور پر صحابہ کرام سب کے سب متفق ہیں اور ان کے بعد علماء، محدثین، فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر، علامہ الکیا الہراسی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محققین یزید کے فسق و فجور پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اس کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

(شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۹)

﴿علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ﴾

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی۔ (ابوالائمہ کی تعلیم ص ۴۲)

﴿شیخ الحدیث عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ﴾

یزید کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وہ دہونس، دباؤاور جبر وزور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا۔ اہل بیت نبوی، صحابہ کرام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک معزز ترین خلائق ہیں۔ ان کی توہین و تذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر نہ اٹھار کھی تھی۔ اس نے حرم الہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔ عترت پیغمبر ﷺ کی عزت کو خاک میں ملایا، تارکِ سنت تو تھا ہی۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر صفحہ ۲۷۱)

﴿قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ آف چکوال کا فیصلہ﴾

اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ یزید فاسق تھا کیا حامیان یزید ثابت کر سکتے ہیں کہ مسلک اہلسنت والجماعت یہ ہے کہ یزید صالح اور عادل تھا۔ ہر گز نہیں تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر مسلک اہلسنت یہی ہے کہ یزید فاسق تھا اور تمام اکابر دیو بند بھی اسی مسلک کے تابع ہیں تو پھر حامیان یزید ایک متفق علیہ مسئلہ میں اہلسنت کی کیوں پابندی نہیں کرتے۔

(خارجی فتنہ ج ۲ ص ۴۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عمار الدہنی کی روایت کی اصل حقیقت

حامیانِ یزید اکثر عمار الدہنی کی روایت پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور اس روایت پر بنیاد رکھتے ہوئے، کبھی کہتے ہیں، حضرت حسین یزید کی بیعت کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ کبھی اسی روایت کے ایک حصے سے دلیل لیتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ حضرت حسین کے قاتل صرف کوفی ہیں۔ یزید یا اس کے اہلکاروں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جبکہ اسی روایت کا وہ حصہ جو یزید اور اس کے اہلکاروں کو قاتل ثابت کرتا ہے اسے ماننے سے صاف انکار کر دیتے ہیں اور مختلف طرح کے جھوٹ و افتراء سے کام لیتے ہیں۔ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کی اصل حقیقت واضح کر دی جائے۔ تاکہ اہلِ اسلام ان حامیانِ یزید کے مکر و فریب سے محفوظ رہیں۔

عمار الدہنی کی روایت کے اہم مندرجات:۔

عمار الدہنی کہتے ہیں۔ میں نے اپنے باپ ابو جعفر سے کہا۔ مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اس طرح سنائیے۔ گویا کہ میں وہاں موجود (آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہوں) فرمایا!۔

❁فهم الحسين أن يرجع، وكان معه أخوة مسلم بن عقيل، فقالوا: والله لا نرجع حتى نأخذ بثأرنا ممن قتل أخانا أو نقتل. فقال: لا خيرة في الحياة بعدكم، فسار

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر ملی تو واپسی کا ارادہ کیا۔ اور آپ کے ساتھ مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی بھی تھے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم

ہم واپس نہیں جائیں گے۔ جب تک اپنے بھائی کے قاتل سے انتقام نہ لے لیں۔ یا خود قتل نہ ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہارے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں۔ پھر چل پڑے۔۔۔۔

قال له الحسين: اختر واحدة من ثلاث، إما أن تدعوني فانصرف من حيث جئت، وإما أن تدعوني فأذهب إلى يزيد، وإما أن تدعوني فألحق بالثغور.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے کہا۔ میری تین شرطیں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ہی مان لو۔ ا۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں جہاں سے آیا ہوں اسی علاقے میں واپس لوٹ جاؤں۔

۲۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یزید کے پاس چلا جاؤں۔

۳۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں سرحدوں پہ چلا جاؤں۔

فقبل ذلك عمر، فكتب إليه عبيد الله بن زياد لا ولا كرامة حتى يضع يده في يدي، فقال الحسين: لا والله لا يكون ذلك أبدا.

عمر نے یہ بات مان لی۔ اور ابن زیاد کو اس بارے میں خط لکھ دیا۔ ابن زیاد نے جوابا لکھا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دے۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

ويقول: اللهم احكم بيننا وبين قوم دعونا لينصرونا فقتلونا،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے اللہ ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان

فیصلہ کر دیجیئے۔ جنہوں نے ہمیں بلایا تھا۔ کہا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ پھر ہمیں قتل کرنے لگے۔

قال فأوفده إلى يزيد بن معاوية فوضع رأسه بين يديه، وعنده أبو برزة الاسلمي، فجعليزيد ينكت بالقضيب على فيه ويقول: يفلقن هاما من رجال أعزة علينا وهم كانوا أعق وأظلما فقال له أبو برزة: ارفع قضيبك، فوالله لربما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا فيه على فيه يلثمه

عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید بن معاویہ کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا۔ اور وہاں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر چھڑیاں مارنے لگا۔ اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ تلواریں ایسے آدمیوں کی کھوپڑیاں پھاڑتی ہیں۔ جنہوں نے ہماری نافرمانی کی اور ظالم تھے۔ تو ابو برزہ نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اپنی یہ چھڑی ہٹا لے۔ اللہ کی قسم میں نے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر انہیں چومتے دیکھا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۲۱۴).

قارئین کرام:۔ درج بالا روایت کی اصل سند کچھ یوں ہے۔

حدثنی ذکریا بن یحی الضریر ثنا احمد بن جناب المصیصی ثنا خالد بن عبداللہ القسری حدثنا عمار الدھنی ---

اس روایت کی سند کی طرف نظر ڈورائیں۔ آپ کو ایک نام نظر آرہا ہے۔ جس کے نیچے خط کھینچا ہوا ہے۔ خالد بن عبداللہ القسری یہ وہ راوی ہے۔ جو اخلاقی طور پر اور

دینی طور پر نہایت ہی گرا ہوا ہے۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ناصبي بغيض، ظلوم.

یہ اہل بیت سے انتہائی بغض رکھنے والا ظالم ترین انسان تھا۔

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال ج۱ص ۶۳۳)

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

"رجل سوء يقع في علی".

یہ بدترین شخص تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بکواس کیا کرتا تھا۔

فضل بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

"يقول في علي ما لا يحل ذكره"

یہ حضرت علی کے بارے میں اس قدر گھٹیا اور نازیبا گفتگو کیا کرتا تھا۔ جسے زبان پر لانا جائز نہیں۔

الاصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"خبرت أن القسري ذم زمزم"

مجھے بتایا گیا ہے۔ کہ اس نے آبِ زمزم کی صریح توہین کی تھی۔

یہ بد قماش راوی بنوامیہ کی لونڈی بنا ہوا تھا۔ بنوامیہ کی حمایت میں تمام حدود پھلانگ چکا تھا۔ عمر بن قیس کا کہنا ہے۔ کہ جب اس نے سعید بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا۔ اس نے خطبہ دیا۔ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" كأنكم أنكرتم ما صنعت، والله لو كتب إلي أمير المؤمنين، لنقضتها حجرا حجرا يعني الكعبة"

گویا تم میری ان کاروائیوں کو بُرا سمجھتے ہو۔اللہ کی قسم اگر امیر المومنین مجھے کعبہ گرانے کا حکم دے دے۔ تو میں اس کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ ڈالوں گا۔ جبر و تشدد کے ساتھ ساتھ یہ بے حیا راوی بے شرمی کی بھی تمام حدود پھلانگ گیا تھا۔

شبیب بن شیبہ ﷫ کا بیان ہے۔

"أن امرأة قالت له: إن غلامك المجوسي أكرهني على الفجور، وغصبني نفسي.

کہ ایک مرتبہ کوئی عورت اس کے پاس فریاد لے کر آئی۔ کہا۔آپ کا مجوسی غلام مجھے زنا پر مجبور کرتا ہے۔ تو یہ شرم وحیا سے عاری راوی کہتا ہے۔

قال: كيف وجدت قلفته؟

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۹)

تو نے۔۔۔۔۔۔

قارئین کرام: قلم شرما گیا ہے۔ پیشانی بھیگ گئی ہے۔شرم وحیا کا تقاضا ہے۔ کہ ان الفاظ کا ترجمہ نہ کیا جائے۔

برادرانِ اسلام:۔اب آپ کیا کہتے ہیں۔ان حامیانِ یزید کے بارے میں جنہوں نے اس گستاخ اور بے شرم راوی کی بیان کردہ روایت پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔اور منبرِ رسول پر کھڑے ہو کر بڑی ڈھٹائی سے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

" کربلا کی کہانی امام جعفر کی زبانی" اور اسی روایت کو اپنی کتب و رسائل میں تحریر بھی کر رہے ہیں۔اور روایت کا وہ حصہ جس میں حضرت حسین کے سر اقدس کے یزید کے

دربار میں پیش کیے جانے اور یزید کے سیدنا حسین کے ہونٹوں پر چھڑیاں مارتے ہوئے نہایت ہی متکبرانہ انداز سے وہ اشعار پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ جو اس کے قاتل ہونے کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسے تسلیم کرنے سے یکسر انکار کردیتے ہیں۔

شُبہ

تین شرائط والی روایت کو ائمہ تاریخ نے ذکر کیا ہے۔ کیا جید علمائے کرام کا اس روایت کو اپنی کتب میں درج کردینا اس روایت کے معتبر ہونے کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔

استدلال

ائمہ تاریخ نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے۔ حامیانِ یزید ایک نظر اسے بھی دیکھ لیں۔

"وقال رجل في حضرة عمر بن عبد العزيز أمير المؤمنين يزيد فضربه عمر عشرين سوطا"

کسی آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کہا۔ "امیر المومنین یزید" تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی کو بیس دُرّے لگوائے۔

(اس روایت کو علامہ عبدالحئی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی نے شذرات الذہب ج ۱ص ٦٩، علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام ج٥ص٢٧٥ ،سیراعلام النبلاء ج٤ص٤٠، جلال الدین سیوطی

رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء ص ۱۸۲، ابنِ تغری بردی نے النجوم الزاہرہ ج۱ص۱۶۵، ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب ج۱۱ص۳۱۷، اور لسان المیزان ج۸ص۵۰۷پر درج کیا ہے

اگر ہم ان وکلائے یزید سے ان ہی کے لہجے میں سوال کرلیں۔ کہ مذکورہ بالا روایت کو ائمہ تاریخ نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ کیا علمائے کرام کا اس روایت کو اپنی کتب میں درج کر دینا اس روایت کے معتبر ہونے کی طرف اشارہ نہیں کرتا؟۔

تین شرائط والی روایت کے بارے میں فیصلہ کن بحث

حامیانِ یزید اپنے مذعوم مقاصد کی تکمیل کے لیے بڑے زور و شور سے وہ روایت بیان کرتے رہتے ہیں جس میں آتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں عمر بن سعد کے سامنے تین شرائط پیش کیں۔

۱۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں جہاں سے آیا ہوں اسی علاقے میں واپس لوٹ جاؤں۔

۲۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں سرحدوں پہ چلا جاؤں۔

۳۔ میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یزید کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دوں۔

ہر چھوٹا بڑا ناصبی یہ تین شرائط بیان کرکے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی کرتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آخری وقت اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ کوئی یوں دادِ تحقیق دیتے ہوئے کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کے لیے تیار ہو گئے تھے وغیرہ وغیرہ

قارئین کرام: اصل حقیقت حال یہ ہے۔ کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام نے یہ تین شرائط پیش ہی نہیں کیں۔ کیونکہ حامیانِ یزید کی یہ پیش کردہ روایت عقل و نقل کے میزان پر پورا نہیں اترتی۔ ہم اس پر قدرے گفتگو کر چکے ہیں۔ اور یہی موقف وزنی ہے۔

- تین شرائط والی روایت کو صحیح تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی حامیانِ یزید کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں پھر بھی کچھ ایسے احتمالات ہیں جو کہ ناصبیوں کی تاویلات کو نگلنے کے لیے منہ کھولے بے تاب کھڑے ہیں۔
- ممکن ہے سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اتمامِ حجت کے طور پر یہ تین شرائط پیش کی ہوں۔ چنانچہ بعض علماء نے یہی موقف اپنایا ہے۔ جو علمائے کرام یہ موقف رکھتے ہیں ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔
- صحیح روایات سے ثابت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت پانے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ بلکہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کے بارے میں مورخین کرام نے یہاں تک لکھا ہے۔ کہ آپ جب کربلا پہنچے۔ پوچھا یہ کون سی جگہ ہے۔ بتایا گیا "کربلا"۔ فرمایا! رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجا فرمایا تھا۔ لہٰذا یہ بات خارج از امکان نہیں کہ کربلا پہنچ کر حالات کے نہایت ہی مخدوش ہو جانے اور سرکاری افواج کے درمیان گھر جانے کے باوجود وہ روایات ذہن میں نہ آئی ہوں۔ جن میں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے برلبِ فرات شہادت پانے کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ تین شرائط جان بچانے کے لیے نہیں بلکہ دشمن پر اتمامِ حجت قائم کرنے کے لیے پیش فرمائیں۔ ایسی حالت میں یہ سوچنا کہ میں یہاں سے بچ کر نکل سکتا ہوں۔ ایک عام مسلمان کا ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا سوچیں۔

- یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یہ شرائط "الحرب خدعة" کے تحت پیش کی ہوں۔ کیونکہ جب جنگ سر پر مسلط ہو رہی ہو۔ دشمن کے خلاف چال چلنا از روئے شریعتِ محمدیہ جائز ہے۔ اور یہ مسئلہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"لم یکن رسول الله یرید غزوة الا وری بغیرها"

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جنگ میں توریہ (اصل حکمتِ عملی دشمن سے خفیہ رکھنا، مثلاً جانا مشرق کی طرف ہو لیکن ظاہر یہ کرنا کہ مغرب کی طرف جانا ہے) اختیار کیا کرتے تھے۔

(بخاری حدیث نمبر ٢٩٤٧، مسلم حدیث نمبر ٧١٩٤، مسند احمد ١٥٨٢٠، مسند الطیالسی حدیث نمبر ١٠٢٤، سنن الکبری از امام بیہقی حدیث نمبر ١٣٦٥٩،المعجم الکبیر حدیث نمبر ٢٥٤٤٦، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ٩١٤٤ مصف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ٣٤٣٥١)،

امام صاحب نے یہ روایت ذکر کرنے سے پہلے باب مقرر کیا ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔"فی المکر والخدیعة فی الحرب"

دیکھئے: جب گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو یزید کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ ابن زبیر اور

حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے زبردستی بیعت لو۔ اس نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا کر یزید کی بیعت کرنے کا کہا تو ان دونوں شخصیات نے کہا (بقول حامیانِ یزید) کہ ہم جیسے لوگ خفیہ بیعت نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور موقعہ پا کر مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ مروان بھی سمجھتا تھا۔ کہ آپ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ اسی لیے تو اس نے گورنر کو مشورہ دیا تھا۔ کہ انہیں بیعت لیے بغیر جانے نہ دیں۔ اگر یہ بیعت کیے بغیر چلے گئے۔ تو کبھی بھی تم ان پر قابو نہ پا سکو گے۔ اور اسی طرح ایک اور روایت جسے ناصبی بڑے شوق و ذوق سے بیان کرتے رہتے ہیں۔ یعنی تین شرائط والی روایت، اس روایت کو مکمل پڑھا جائے تو اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جب عمرو بن سعد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین صورتیں رکھیں تو عمرو بن سعد رضا مند ہو گیا۔ فوراً ابنِ زیاد کو خط لکھ کر صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ تو ابنِ زیاد بھی رضا مند ہو گیا۔ تو شمر نے کہا، حسین کو جانے نہ دیا جائے۔ کیونکہ حسین یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔ جب شمر نے یہ بات کہی۔ تو ابنِ زیاد بھی سمجھ گیا۔ جس پر اس نے تین شرائط میں سے کوئی شرط قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ممکن ہے سیدنا امامِ حسین نے "الحرب خدعہ " کہ جنگ حلہ سازی کا نام ہے۔ کہ پیشِ نظر توریہ سے کام لیا ہو۔ اور توریہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔

سانحہ کربلا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

قارئین کرام:۔ سانحہ کربلا سے جہاں اور کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ ایک مسئلہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت پر آمادگی کا ذرا بھر بھی اظہار کیا ہوتا تو یزیدی لشکر آپ سے جنگ نہ کرتا۔ کیونکہ یزید اور عبید اللہ بن زیاد نہایت شاطر اور دور کی سوچنے والے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد جانتا تھا۔ کہ

- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی صورت میں خطرات و مشکلات کا ایک طویل ترین سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔
- عوام کے اندر بغاوت کو جو ماحول بن رہا ہے اس میں مزید شدت آ جائے گی۔
- لوگ سمجھیں گے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی، جان دے دی لہٰذا ہمیں بھی بیعت یزید سے بچنا ہی چاہیے۔
- یہ قتل چونکہ سرکاری افواج کے ہاتھوں ہو گا۔ لہٰذا عوام حکومت سے قصاص کا مطالبہ کرنے لگے گی۔ جس سے حکومت مشکلات کا شکار ہو جائے گی۔ بغاوتوں کا سر کچلنے کے لیے بار بار کاروائیاں کرنی پڑیں گی۔
- قتل حسین کی صورت میں لوگ لعن طعن کرنے لگیں گے۔

اگر وہ اپنی مرضی سے یہ ساری کاروائی کر رہا تھا تو بقول حامیانِ یزید، "کہ یزید نے ابنِ زیاد کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا"۔ اس صورت میں ابنِ زیاد کو یزید کی طرف سے سخت سزا ملنے کا اندیشہ بھی تھا۔ اور قتل نہ کرنے کی شکل میں انعام واکرام ملنے کی قوی امید تھی۔

برادرانِ اسلام :۔ مندرجہ بالا نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ ابنِ زیاد جیسا تجربہ کار گورنر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دے سکتا ہے، صرف اس بنیاد پر کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پہلے میری بیعت کریں بعد میں یزید کی؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہو کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو، میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ تو تھے قتل کی صورت میں ممکنہ نقصانات اب آتے ہیں ان فوائد کی طرف جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لے لینے کی شکل میں حاصل ہو سکتے تھے۔

اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس پہنچ کر اس کی بیعت کر لیتے تو یزید کی حکومت پر خاندانِ نبوت کی مہرِ تصدیق ثبت ہو جاتی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تحریک بغاوت دم توڑ جاتی۔ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف کوئی توجہ نہ دیتے۔

وہ رعایا جو بغاوت کے لیے پر تول رہی تھی۔ وہ جب دیکھتے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی ہے۔ تو بغاوت کا خیال ذہن سے نکال دیتے۔

قارئین کرام : آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی صورت میں ممکنہ خطرات و فسادات اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرنے کی صورت میں فوائد و ثمرات ملاحظہ

فرما لیے۔ اب فیصلہ کیجئے۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگر بیعت پر تیار ہو چکے ہوتے تو کیا ابن زیاد آپ کے قتل کا حکم دے سکتا تھا۔

شُبہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ رات کو امام حسین رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعید نے کافی طویل گفتگو کی۔ اتنی طویل گفتگو کہ رات کا ایک تہائی یا چوتھائی حصہ گزر گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے کہا تم میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام چلو۔ عمرو نے کہا اگر میں نے ایسا کیا تو ابن زیاد میرا گھر منہدم کروا دے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں پہلے سے بہتر صورت میں تعمیر کروا دوں گا۔ عمرو نے کہا ابن زیاد میرا مال واسباب چھین لے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ میری وہ جائیداد جو حجاز میں ہے وہ تیری جائیداد سے بہتر ہے۔ میں وہ تجھے دے دوں گا۔ الغرض حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین صورتیں پیش کیں۔ مجھے یزید کے پاس لے چلو یا مجھے واپس جانے دو یا مجھے ترکوں کی سرحد کی طرف جانے دو۔ ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ تین شرائط پیش کیں تھیں۔

ازالہ

اس روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔

"ولم یدر احد ما قال ولکن ظن بعض الناس ان قالہ------"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد کے مابین جو طویل ترین گفتگو ہوئی۔ اس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ کہ کس قسم کی گفتگو ہوئی۔ بعض لوگوں کا گمان ہے۔۔۔۔۔۔آگے البدایہ والنہایہ میں تین شرائط کا تذکرہ ہے۔ معاملہ واضح ہو گیا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعد کے مابین جو گفتگو ہوئی اس کے بارے میں کسی کو کچھ خبر نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اصل گفتگو کا کسی کو کچھ علم نہیں تو یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ابن سعد کے سامنے تین صورتیں پیش کی تھیں؟ لہٰذا جن راویوں نے ان تین شرائط کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے محض ظن و گمان سے کام لیا ہے۔

تاریخ خود کو دہراتی ہے

ماضی کی طرف پلٹیں، چلتے چلتے اکسٹھ ہجری تک جا پہنچیں، کوفہ پر نظر دوڑائیں۔ یزید کا دورِ ملوکیت ہے۔ شہر میں نواسۂ رسول ﷺ کی آمد آمد کی خبر مشہور ہے۔ کہا جا رہا ہے۔ کہ حسین علیہ السلام نے اپنے نمائندے کو روانہ کر دیا ہے۔ اور اربابِ اقتدار بھی حرکت میں آچکے ہیں۔ اہم شاہراہوں کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ جگہ جگہ یزیدی فوجی کھڑے ہیں۔ مسلم بن عقیل آتے ہیں۔ یزیدی گورنر کی طرف سے مکروفریب، جبر و تشدد کے تمام ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں، حالات یکسر بدل جاتے ہیں۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی گرفتاری ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر بعد المناک و دردناک انداز سے انہیں شہید کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہیں کوفہ کے حالات۔ ان حالات میں کوفہ میں تین قسم کے لوگ نظر آ رہے ہیں۔ ایک حکمران طبقہ، دوسرا اہل بیت رسول ﷺ سے سچی اور حقیقی محبت رکھنے والا ان کے شانہ بشانہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار اور تیسرا مفاد پرست لوگوں کا گروہ جو نہ یزیدی ہیں نہ ہی حسینی۔ وہ تو مفاد کے پجاری ہیں۔ اگر انہیں امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ کر مفاد پورا ہوتا نظر آئے تو یہ لشکرِ حسین رضی اللہ عنہ میں شامل ہو جائیں گے اور لشکرِ یزید میں شمولیت اختیار کر کے مفاد حاصل ہوتا نظر آئے تو لمحہ بھر کی تاخیر کے بغیر لشکرِ یزید کا حصہ بن جائیں گے۔ اور پھر آنے والے وقت نے ثابت بھی کر دیا۔ کہ یہ لوگ ایسے ہی تھے۔ اور اب ماضی سے حال کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں تو یہی تین طبقات نظر آ رہے ہیں۔ ایک وہ

طبقہ جو اپنی زبان و قلم سے اہلِ بیت بالخصوص سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر بڑی ہی شدت سے حملہ آور ہے۔ اور یہ طبقہ کافی وسائل بھی رکھتا ہے۔ جس طرح ان کے پیش رو اکسٹھ ہجری میں دنیاوی اسباب و وسائل سے مالامال تھے۔ اور ایک طبقہ اپنی زبان و قلم سے اہلِ بیت کے ساتھ کھڑا ہے۔ ان کی محبت میں ہر قسم کے حالات و نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہے۔ اور یہ طبقہ بھی اُن لوگوں کی طرح بے سروسامان ہے جو امامِ مظلوم کے ساتھ بے سروسامانی کے عالم میں کھڑے رہے۔

اور ایک طبقہ مفاد پرست لوگوں کا نظر آرہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو نہ حسینی ہیں اور نہ ہی یزیدی۔ یہ تو وہ ہیں، جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالدینار قرار دیا تھا۔ اس طبقے سے وابستہ لوگ چاروں طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ کہ کہاں سے مفاد حاصل ہو سکتا ہے۔ محبانِ اہلِ بیت کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے کبھی شانِ حسن و حسین رضی اللہ عنہما، کبھی سیرتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کبھی محبت حسین رضی اللہ عنہ جیسے مقدس عنوانات کا انتخاب کرکے کتابیں مرتب کرکے بازارِ تجارت کا رُخ کیے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ یزیدیوں سے بھی مفاد حاصل کرنے کی تاک میں ہیں۔ اس لیے یزید کے بارے میں لب کشائی سے یکسر گریزاں ہیں۔ لبوں پر سکوت کے پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ ان کی کتابیں اٹھالیں شروع سے آخر تک پڑھ لیں۔ فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث و اثار خوب تحریر کیے ہوئے ہیں۔ لیکن اصل شیطانِ اعظم جس کے حکم پر صحرائے کربلا پر ظلم و بربریت کے بادل برسائے گئے۔ اس کے بارے میں سکوت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض مفاد پرست تو ناصبیوں کو خوش کرنے کے لیے یہاں تک لکھ

دیتے ہیں کہ ہم قاتلینِ حسین کا تعین نہیں کر سکتے۔ لیکن یہی مفاد پرست مصنفین جب محبانِ اہل بیت کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں تو یزید کو دو ٹوک الفاظ میں قاتل بتلا رہے ہوتے ہیں یہ مفاد پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟

اسوۂ حسینی از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

حبِ اہل بیتِ اطہار جزوایمان ہے۔ ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ اور دردانگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج و غم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں، بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصدِ عظیم کے لیے انہوں نے یہ قربانی دی اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی ہمت کے مطابق ایثار و قربانی پیش کریں، ان کے اخلاق و اعمال کی پیروی کو سعادتِ دنیا و آخرت سمجھیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سارا اجہاد صرف اس لیے تھا کہ

- کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں۔
- اسلام کے نظامِ عدل کو از سر نو قائم کریں۔
- اسلام میں خلافتِ نبوت کی بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کا مقابلہ کریں۔
- حق کے مقابلہ میں نہ زور وزر کی نمائش سے مرعوب ہوں اور نہ جان و مال اور اولاد کا خوف اس راستہ میں حائل ہو۔
- ہر خوف وہراس اور مصیبت و مشقت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔ اور اسی پر ہر حال میں توکل و اعتماد ہو۔ اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اس کے شکر گزار بندے ثابت ہوں۔ کوئی ہے جو جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مظلوم کربلا، شہیدِ جور و جفا

اسوۂ حسینی از سید ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

جہاں تک آپ کے جسدِ مبارک کا تعلق ہے۔ مورخین متفق ہیں۔ کہ وہ نہرِ کربلا کے پاس طف کے مقام پر دفن ہوا۔

شدیم خاک و لیکن زبوئے تربتِ ما
تواں شناخت کزین خاک مردمی خیزد

یہ بھی قدرت کی بوالعجبی ہے کہ اس پرستار حق کا سر کہیں دفن ہوا اور دھڑ کہیں دفن ہوا۔

من شاء فلينظر الى فمنظرى
نذير لمن ظن ان الهوى سهل

یہ ہے وہ صلہ جو پرستارانِ حق کو دنیا والوں نے دیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اربابِ جاہ اپنی طاغوتی نخوت کی پیاس ہمیشہ حق پرستوں کے خون سے بجھاتے رہے اور پرستارانِ حق بھی ہمیشہ سچائی کی قربان گاہ پر اپنی جانوں کو حقیر ترین متاع سمجھ کر بے دریغ نچھاور کرتے رہے۔ حق ان کی نگاہ میں جان سے عزیز تر ہوتا ہے۔ شہیدانِ حق کی دنیا میں امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا مقام ایک اعتبار سے بہت ہی اُبھرا ہوا ہے۔ کسی نے حق کی خاطر خود زہر کا پیالہ پی لیا، کوئی قید و محن کی سختیاں زندگی بھر جھیلتا رہا، کوئی تنہا پھانسی پر لٹک گیا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے۔ اس نے اپنے گھرانے کا ایک ایک فرد اپنی آنکھوں کے سامنے کٹوا دیا۔ اس نے اپنے بچوں کے لاشے خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھے۔ اس کی پیاسی اور بلکتی ہوئی بچیوں کی آوازیں اس

کے سامعہ سے ٹکرا رہی تھیں، مگر وہ صبر و انضباط کا پیکر، وہ استقلال کا ہمالیہ، وہ عزت و ناموس کا سراپا دشمن کے سامنے گردن جھکانے پر آمادہ نہ ہوا۔ وہ دشمنوں کے جم غفیر میں تنہا رہ گیا۔ مگر اس کے صبر و وقار کا دامن یکسر بے داغ رہا۔ وہ دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور بے جگری سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

(خطبات و مقالات ص ٣٠٣-٣٠٤)

قولِ فیصل

حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ حسینی کون، یزیدی کون؟

یاد رہے۔۔۔۔

◀ حسینی جب بھی بات کرے گا کہے گا، " محدثینِ کرام نے یوں لکھا" مفسرینِ کرام نے فرمایا"۔ اسلاف امت کا موقف یہ ہے" لیکن یزیدی جب بھی مسئلہ یزید پر بات کرے گا، کہے گا۔ "میں کہتا ہوں۔ یا اپنے کسی ہم مشرب ناصبی مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے کہے گا۔ "فلاں صاحب یوں فرماتے ہیں"۔

◀ حسینی اپنی ذاتی تحقیق کو اکابرینِ امت کی قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین تحقیق پر ترجیح دینے کی ہمت نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس یزیدی ہمیشہ اپنی ذاتی تحقیق کو اور تحقیق بھی وہ جو مضحکہ خیز مفروضات پر مبنی ہو، اکابرینِ امت کی تحقیق پر ترجیح دے گا۔

◀ حسینی کہے گا۔ " میرا علم نہایت محدود ہے"۔ اکابرینِ امت کے علم کی وسعتیں بحرِ بے کنار کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں"۔ اس کے برعکس یزیدی کہے گا "اکابرینِ امت کا علم وہ گتھیاں نہیں سلجھا سکا۔ جو میں نے سلجھا دی ہیں"

◀ یزیدی کہے گا۔ "اسلاف نے اس مسئلہ کی طرف توجہ نہیں دی"۔ حسینی کہے گا۔ "اسلاف امت نے کوئی مسئلہ تشنہ نہیں چھوڑا"۔

◀ یزیدی کہے گا۔ "آج جو کتابیں ہمیں میسر ہیں۔ اسلافِ امت کی دسترس میں نہ تھیں" حسینی کہے گا۔ " یہ کتابیں میرے اسلاف نے خود لکھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ جو

کتابیں انھوں نے خود لکھیں۔ وہی ان کی دسترس میں نہ ہوں؟

◀ یزیدی اپنی تصنیف کی پیشانی پر لکھے گا حادثہ کربلا پر جدید تحقیق، کوئی لکھے گا نئے مطالعہ کی روشنی میں ، اور مواد پیش کرے گا عصرِ حاضر کے عیسائی اور یہودی مستشرقین کا۔ جبکہ حسینی عالم لکھے گا۔ مسئلہ یزید اکابرینِ امت کی تحقیق کی روشنی میں اور مواد پیش کرے گا۔ عالمِ اسلام کے مسلمہ ائمہ حدیث وائمہ تاریخ کا۔

◀ یاد رہے دینِ اسلام پر اعتراض ہو تو جواب مسلمان دیتا ہے۔ یہودیت پر اعتراض ہو تو جواب یہودی دیتا ہے۔ عیسائیت پر اعتراض ہو تو جواب عیسائی دیتا ہے۔ امام حسین پر اعتراض ہو جواب حسینی دیتا ہے۔ یزید پر اعتراض ہو تو جواب یزیدی ہی دیتا ہے۔

سلفی کون ؟۔۔۔۔ یزیدی کون ؟

قارئین کرام :۔آپ نے لفظِ سلفی بہت سے لوگوں کی زبانی سنا ہو گا۔ یہ لفظ محض ایک لفظ نہیں ، اپنے اندر ایک دعوتِ فکر رکھتا ہے۔ آدمی کی سوچ و فکر کا عکاس ہے۔ یہ بہت مقدس لفظ ہے۔ سلفی کہا جاتا ہے اس شخص کو جو ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چل رہا ہو۔ جو اس امت کے بہترین لوگ تھے۔۔برسوں پہلے گزر گئے۔ سلفی کہا جاتا ہے۔ اس شخص کو جو اسلاف کے نقشِ قدم پر چل رہا ہو۔ لیکن دعوتِ فکر ہے۔ان احباب کو جو اسلاف کی طرف منسوب کرتے ہوئے خود کو سلفی کہتے ہیں۔ اور یزید کے دفاع میں اسلاف کی تحقیق کو ٹھکراتے ہوئے شب و روز یزید کے دفاع میں مشغول رہتے ہیں۔ اسلاف یزیدی نہیں حسینی تھے۔ یاد رہے جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے ، ظلمت و نورانیت کو یکجا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح یزیدیت اور حسینیت کو یکجا نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح لاینفک اجزاء کو باہم الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح حسینیت اور سلفیت کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو سلفی ہونے کا دعویٰ کرے اور یزید کا وکیلِ صفائی بن کر سیدنا امامِ حسین علیہ السلام پر خفیہ وار بھی کرتا پھرے، ایسے بدنصیب پر لفظِ سلفی بھی تعجب کرتا ہے۔

حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از سید ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت کا تقاضا ہے۔ کہ جو جو انہیں محبوب تھا۔ ہم بھی انہیں چاہیں۔ اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے انہیں تعلقِ خاطر تھا۔ ہم بھی ایک قلبی رابطہ اُن سے محسوس کریں۔ اور اُن کا ادب واحترام، انکی تعظیم وتوقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے۔ اور ہزار ہم محبِ رسول ہونے کا دعویٰ کریں۔ اگر یہ کیفیت نہیں ہے۔ تو یہ حبِ رسول محض ایک فریب نفس ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے۔ اور جس میں اِس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے۔ جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ایک عاشق نے کہا۔

اے گل بتو خور سندم تو بُوئے کسے داری

اے پھول اس لیے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں سے یار کی خوشبو آتی ہے۔ اس گھر کے در و دیوار پر پیار آتا ہے جس میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔ قیس عامری کہتا ہے۔

امر علی الدیار دیارِ لیلی　　اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا
وما حبُ الدیار شغفن قلبی　　ولاکن حب من سکن الدیارا

میں لیلیٰ کے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ کبھی اِس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔ کچھ ایسی بات نہیں کہ ان گھروں کے پتھروں اور اینٹوں پر

ریجھا ہوا ہوں، نہیں یہ تو اُس کی محبت کا تقاضا ہے۔ جو اِن گھروں میں رہتا تھا۔ وہ راہیں جن سے یار گزرتا ہے، اُن راہوں پہ پیار آتا ہے۔

وہاں وہاں ابھی رقصاں ہے بوئے عنبر و گُل
جہاں جہاں سے چمن میں بہار گزری ہے

قیس عامری کہتا ہے۔ من آلِ لیلی و ابن لیلی

لیلیٰ اب کہاں ہے۔ لیلیٰ کے بچوں کے چہروں میں سے لیلیٰ کی جھلک دیکھتا ہوں۔ یہ محبت کی عام واردات ہیں۔ محبت جہاں بھی ہو گی، اس کے برگ و بار یہی ہیں۔ ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرام سے پوچھو۔ آپ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا۔ صحابہ اس پر جھپٹ پڑتے۔ صحابہ اسے تبرکا جسم پر ملتے تھے۔ آپ کا لعابِ مبارک صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا تھا۔ آپ حجامت کرواتے، تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے عاشقوں کا آپ کے گرد ہجوم ہو جاتا۔ آپ کے بالوں کو سر سے اترتے ہی اُچک لیتے تھے۔ صحابہ کرام آپ کی اِن نشانیوں کو آخرت کا توشہ سمجھتے تھے۔ اور مرنے کے بعد بھی اپنے آپ سے جُدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام جب حضرت انس کے گھر تشریف لاتے۔ تو ان کی والدہ آپ کے پسینے کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیتی تھیں۔ حضرت انس فوت ہونے لگے تو انھوں نے نصیحت کی۔ کہ میرے لاشے پر حنوط ملو، تو اس میں حضور کے پسینے میں بسا ہوا عطر بھی ملا لینا۔

ایک دن حضور حضرت اُم سلیم کے گھر تشریف لائے۔ گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا، اور پانی پیا۔ حضرت اُمِ سلیم نے مشکیزے

کا دہانہ کاٹ کر تبرکا اپنے پاس رکھ لیا۔ کہ میرے آقا کہ مقدس ہونٹوں نے اس دہانے کو لمس کیا ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ اس کی گلیاں عزیز، اس کا آستانہ عزیز، اس کا پیراہن عزیز، اس کی جوتیاں عزیز، اس کا گھرانہ عزیز، اس کے خادم عزیز، پس اس ذاتِ اطہر و اقدس کی محبت کا بدیہی تقاضا ہے۔ کہ اہلِ بیت سے محبت ہو۔ پھر گھرانہ بھی وہ کہ خود خُدا آخری صحیفہ آسمانی میں ان سے خطاب کرتا ہے۔ اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔ وہ جن کی عظمت و عزت کا یہ عالم کہ قرآنِ مجید میں اُن پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو۔ وہ جن کی فضیلت کعبے کا دروازہ تھام کر آپ نے یوں بیان کی ہو۔ دیکھو! میرے اہلِ بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا۔ وہ بچ گیا، جو اس سے دور رہا ہلاک ہوا۔ (مسند احمد) وہ جن کے احترام کو ملحوظ رکھنے کی آپ نے نصیحت فرمائی۔ بالخصوص حضرت حسن اور حضرت حسین سے آپ کو ایک خاص قلبی لگاؤ تھا۔ اُن کی پیدائش کے وقت خود حضور نے ان کے کان میں اذان دی تھی اور "اشھد ان لا الہ الا اللہ " کی صدا ان کی روح میں اتاری تھی۔ اور اپنا لعابِ مبارک ان کے دہن میں ڈالا تھا۔ آپ انھیں چومتے تھے۔ اور سینے سے لگا کر انہیں بھینچتے تھے۔ (مسند احمد) پس جس گھرانے کی محبوبیت کا یہ عالم ہو، اس کی محبت اور یاد میں جو صبحیں اور شامیں بسر ہو جائیں حاصلِ عمر ہیں۔ ان کی مدح و توصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، کم ہیں۔ ان کی یاد روح کی پاکیزگی اور دل کی طہارت کا ساماں ہے۔ ساتھیو! اپنے حریمِ دل میں جھانک کر دیکھو، اگر اس میں اہلِ بیت کی

محبت بالخصوص حسین بن فاطمہ کی محبت نہیں پاتے ہو۔ تو یقین کرو۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت محض فریبِ نفس ہے۔ صحابہ کرام کو دیکھو کہ آپ ﷺ کا پسینہ، آپکے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ ﷺ کے موئے مبارک حتی کہ آپ ﷺ کا لعبِ دہن بھی انھیں عزیز تھا۔ پھر آہ صد ہزار آہ و حرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسین بن فاطمہ بنت محمد ﷺ کی محبت و تعظیم سے خالی پاتے ہو۔ یہ بہت بڑی محرومی و شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اتر جائے تو تم ان کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

آہ یہ کسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبرِ رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اُس محبوبِ بارگاہ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا۔ وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی۔ تم کو کیا ہوا۔ کہ تم اُن ہی کی عیب چینیاں کرتے ہو۔ اور پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لیے تمہیں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو۔ یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے شمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

"من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب"

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے۔ میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں حضرت حسین کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ وہ صحابی بھی تھے اور اہل

بیت میں سے بھی تھے۔ وہ صرف صحابی ہی نہ تھے۔ بلکہ جلیل القدر علماء صحابہ میں سے تھے۔ وہ صرف اہل بیت ہی میں سے نہ تھے۔ محبوبِ بارگاہِ رسالت تھے۔ پس حضرت حسین کی شان میں گستاخی ان کی تنقیص، ان کے بارے میں سوئے ادب سراسر موجبِ حرماں ہے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

ساتھیو! محض تمہارا جی بہلانے کے لیے یا تمہیں خوش کرنے کے لیے تو میں وعظ نہیں کہتا۔ خدا محض اپنی رضا اور خوشنودی کے لیے وعظ کہنے کی توفیق دے۔ تمہاری رنجش اور تمہاری خوشنودی سے کیا ہوتا ہے۔ وہ بیماریاں جو تم میں اور مجھ میں نہیں ہیں۔ میں ان پر بات کیوں کروں۔ کہ ایسا کرنا محض تضیع اوقات ہو۔ وعظ کہنے کا مقصد تو اصلاح حال ہے۔ کبھی مادہ فاسد کے اخراج کے لیے جراحی کا عمل ناگزیر ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نشتر لگتا ہے۔ تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے۔ مگر یہ تکلیف بڑی سود مند ہے دوستو۔

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

میں کیوں سوئے کربلا چلا؟

سانحہ کربلا کو رونما ہوئے اگرچہ صدیاں بیت گئیں، کتنے ہی موسم بدلے، دنوں نے بہار وخزاں کا روپ دھارا۔ سمندر کی بپھری سرکش موجوں نے کتنے ہی شہر صفحہ ہستی سے مٹا ڈالے۔ ابنِ حیدر کو خاک وخون میں تڑپے اگرچہ عرصہ ہائے دراز بیت گئے۔ خونِ شہیداں کو سلگتے سنگریزوں نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ طوفانِ باد و باراں نے شہیدانِ حق کے نشاناتِ قدم بھی نگاہوں سے اوجھل کر ڈالے۔ لیکن اس واقعہ عظیمہ کے حرف حرف سے اب بھی خون نچڑ رہا ہے۔ ظلم و مظلومیت کی اس انوکھی داستان کا ایک ایک حرف اپنے اندر درد والم کے طوفان سمیٹے ہوئے ہے۔ صاحبانِ بصیرت اگر سانحہ کربلا سے متعلقہ کتبِ تاریخ ورجال کے خونچکاں اوراق کھولیں تو ورق ورق بولتا سنائی دے گا۔ نواسئہ رسول کے سفرِ کربلا کے تمام مراحل مثلاً مدینہ سے مکہ چلے جانا، پھر وہاں سے کوفہ کی طرف روانہ ہو جانا، بالآخر کربلا کی سنسان وادی میں نہایت استقلال کے ساتھ حکمرانانِ وقت کی فرعونیت سے ٹکرا جانا۔ یہ تمام واقعات عالمِ تصور میں مجسم ہو کر سامنے آجائیں گے۔ قافلہ حسینی کے گھوڑوں کی آہٹیں، صحرائے کربلا کی ہولناک وسعتیں جھلسا کر گزر جاتی بادِ سموم یہ تمام مناظر آپ کے ذہن کی سکرین پر چلنے لگیں گے۔ آپ محسوس کریں گے گویا کہ کربلا کا تاجدار آپ سے مخاطب کہہ رہا ہے۔

اے وفاشعارانِ غفلت! میں فخر الرسل کا نواسئہ ہوں، فاطمہ بنتِ محمد کا لختِ جگر ہوں۔ مجھے ابنِ حیدر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ خالقِ کائنات نے ہم سے وعدہ کیا،

کہ ہر قسم کی نجاست تم سے دور رہے گی۔ تمہارے نبی نے نوجوانانِ بہشت کی سیادت کی دستار پہنائی۔ مجھے دنیاوی اقتدار کا حریص سمجھنے والو، مجھے عزت و وقار کی حرص رکھنے والا کہنے والو یہ تو بتاؤ۔ "سیدا شبابِ اهل الجنة" سے بڑا وقار کیا ہے۔ امت میری از حد قدر کرتی تھی۔ حتیٰ کہ صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ میری تعظیم بجالاتے تھے۔ صحابہ کرام ہماری دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھار کھتے۔ تابعین ہماری راہیں تکتے۔ الغرض: بڑے سکون و وقار کے ساتھ زندگی کے شب و روز بسر ہو رہے تھے۔ ایسی پر کیف زندگی چھوڑ کر کربلا کا راہی کیوں بنا؟ مدینہ منورہ کی پر کیف معطر و منور فضاؤں کو چھوڑ کر کربلا کے جھلتے صحرا میں خیمہ زن کیوں ہوا؟ سوچو، غور و فکر کرو، وہ کون سی چیز تھی جس نے مجھ سے مدینہ چھڑوایا، اور ہمیشہ کے لیے کربلا کا مکین بنا دیا۔

سنو!

میں نے جب اسلامی نظام کی جگہ طاغوتی نظام کو جگہ پکڑتے دیکھا۔ جلیل القدر صحابہ کی جگہ نوعمر، ناپختہ کار لڑکوں کو امت کی باگ ڈور سنبھالتے دیکھا۔ میری برداشت اس وقت جواب دے گئی۔ جب میں نے محسوس کیا کہ ملتِ اسلامیہ کو دھیرے دھیرے بے حسی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ جس دین کی خاطر میرے نانا محترم نے پتھر کھائے تھے، وطن چھوڑا تھا، ساری زندگی دکھوں و صعوبتوں میں گزاری تھی۔ اس دین کو جب میں نے خطرات کی زد میں دیکھا۔ ایک عزم کیا۔۔۔۔۔۔ اٹھا۔۔۔۔ اور ایک نہایت پُر خطر وادی کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ مجھے جرات واستقلال کی مثال بننا تھا۔ رب العالمین نے مجھے صحرائے کربلا کا راہی بنا دیا۔ دیکھو! میرے ساتھ کوئی

سانحہ کربلا میں پنہاں نصائح وعبرتیں

۱۔ دنیاوی نعمتیں بھی فانی ہیں۔ اور بڑے سے بڑے مصائب بھی فنا کا جام پی لیتے ہیں۔ زندگی گزر ہی جاتی ہے۔ خواہ چہار سو نعمتیں بکھری پڑی ہوں یا مصائب وآلام کے دہکتے ہوئے صحرا روح کو درد والم سے تڑپائے جا رہے ہوں۔

انسان کے عمل کو بقاء ہے۔ جو کوئی جبر و قہر کے جھونکوں سے دلبرداشتہ ہو کر ہمت نہ ہارے۔ مصائب وآلام کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے ظلم و جبر کا مقابلہ صبر کی طاقت کے ساتھ کر جائے۔ عالی ہمت وہی قرار پاتا ہے۔

۳۔ لوگوں کے دل حسنِ کردار سے فتح کیے جاتے ہیں۔ تیر و شمشیر کے ساتھ نہیں، اگر ایسا ہوتا سلطنتِ یزیدیہ کبھی صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح محو نہ ہو جاتی۔

۴۔ فتح کا دار و مدار اس پر نہیں کہ فخر و غرور کا مجسمہ بن کر تختِ حکومت پر کون متمکن ہو گیا اور خاک وخون کا کفن پہن کر زیرِ زمین کون جا سویا۔ بلکہ فتح کا دار و مدار صرف اسی بات پر ہے کہ حق بجانب کون تھا۔

۵۔ تخت واقتدار ڈھلتی چھاؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے اسلامی تاریخ پر اثرات

اکسٹھ ہجری میں صحرائے کربلا میں بپا ہونے والا بظاہر مختصر سا معرکہ گرچہ عاشورہ کے دن اختتام پذیر ہو گیا۔ لیکن اپنے پیچھے نہایت ہی حیران کن اثرات چھوڑ گیا۔ اس مختصر سے معرکہ نے تاریخ کا دھارا ہی موڑ دیا۔ نہایت کم فہم و نادان ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت حسین علیہ السلام نے کربلا میں بے وجہ جان گنوا دی۔ اس سے امت کو کچھ نہ ملا۔ یاد رہے:

نام نہاد مسلمان حکمرانوں کے خلاف جتنی بھی تحریکیں چلی ہیں۔ ان میں روح سید نا حسین علیہ السلام کے خونِ شہادت نے ہی ڈالی ہے۔ جابر حکمرانوں کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی رگوں میں خون تاجدارِ کربلا ہی کا دوڑتا رہا

ا۔ جب بھی اہلِ حق نے اپنی بے سروسامانی اور حکمران طبقے کی طاقت و تسلط کو دیکھا، تو نظر قافلہ حسینی کی بے سروسامانی کی طرف ہی اٹھی۔ جب بے سروسامانی نے پاؤں کی زنجیر بننا چاہا تو صحرائے کربلا نے صدا لگائی کہ اگر آج تم بے سروساماں ہو تو کیا ہوا، زہرا کا لال بھی کبھی بے سروسامانی کے عالم میں طاغوت سے ٹکرایا تھا۔

۲۔ اگر اس خیال نے پریشان کرنا چاہا کہ ہماری شہادت کے بعد ہمارے اہل و عیال پر کیا گزرے گی تو دور سے صحرائے کربلا کی آواز آئی۔ ایسے خیالات ابنِ حیدر کے دل میں بھی آئے تھے۔ لیکن انھوں نے اہل و عیال کو سپردِ خدا کرتے ہوئے مقتل کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

۳۔ اگر ضمیر خریدنے کی کوشش کی گئی تو سلطانِ کربلا کی خود داری نے استقلال بخشا۔

۴۔ اگر شیطان نے پھسلانا چاہا کہ حکمرانانِ وقت مسلمان ہیں ان کے خلاف کیوں اٹھتے ہو، تو تاریخ کربلا کے خون آلود اوراق نے جواب دیا۔ کہ یزید بھی مسلمان ہونے کا دعوے دار تھا۔

علمائے کرام و خطبائے عظام کے تاثرات

وکیلِ آلِ محمد خادمِ اہلِ بیت مولانا سید یعقوب شاہ گیلانی حفظہ اللہ

"نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا"

گزشتہ چند دنوں کی بات ہے۔ شیخ الحدیث والتفسیر الشیخ علامہ مصطفیٰ المصحفی صاحب مرکز حسین ابن علی میں تشریف لائے اور "دفاع امامِ حسین علیہ السلام" کا مسودہ عنایت فرمایا۔ میں نے اہم عنوانات پر سرسری نظر ڈالی، بے ساختہ زبان پر قرآنِ حکیم کی یہ آیت مبارکہ جاری ہو گئی۔ "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا" پھر جب دن بھر کی مصروفیات سے فارغ ہو کر رات گئے مسودہ کا مطالعہ شروع کیا تو پڑھتے ہی چلا گیا۔ کتاب خالصا علمی و تحقیقی انداز میں لکھی گئی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو کتاب خالصتا علمی و تحقیقی انداز میں لکھی گئی ہو ایسی کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے انسان بوریت محسوس کرنے لگتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے عظیم المرتبت بھائی شیخ مصحفی حفظہ اللہ تعالیٰ کو خاص ملکہ عطا فرمایا ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل نہایت عام فہم اور دلنشین انداز کے ساتھ بیان کر جاتے ہیں۔ کہ معمولی استعداد رکھنے والا شخص بھی نفس مضمون کو باآسانی سمجھ لیتا ہے۔ مجھے یقین ہے جس شخص کے پاس یہ کتاب ہو گی۔ اسے اس مضمون سے متعلقہ کسی اور کتاب کی ضرورت نہ ہو گی۔ کیونکہ شیخ صاحب نے اللہ کی توفیق سے بہت سے بنیادی اور اہم مضامین کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے

فضائل و مناقب کے مطالعہ کا خواہش مند ہو تو۔۔۔۔ صفحہ ۔۔۔۔۔۔۔سے لیکر صفحہ ۔۔۔۔۔۔تک خاطر خواہ مواد موجود ہے۔ اگر کوئی سانحہ کربلا سے متعلقہ ٹھوس معلومات چاہتا ہو اس کے لیے صفحہ ۔۔۔۔۔۔۔سے صفحہ ۔۔۔۔۔۔تک معلومات مہیا کر دی گئی ہیں۔ جو اس کی تسلی و تشفی کے لیے کافی ثابت ہوں گی۔ جس شخص کو ناصبی خبیث تنگ کرتے رہتے ہوں اسے چاہیے کہ "ایامِ یزید" اور زیرِ نظر کتاب "دفاعِ امام حسین علیہ السلام" کا مطالعہ کرے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بڑے سے بڑے ملعون ناصبی کو ذلیل و رسوا کر دے گا۔ کیونکہ میری معلومات کے مطابق ناصبیوں کا کوئی بھی قابلِ ذکر اعتراض ایسا نہیں جس کا اس کتاب میں رد نہ کر دیا گیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بھی "ایامِ یزید" کی طرح علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ میں دعا گو ہوں ان تمام افراد کے لیے جو اہلِ بیت کے دفاع میں محنت کر رہے ہیں۔ بالخصوص اپنے عزیز دوست محمد اعظم (پرنسپل سرسید گرائمر سکول) کے لیے کہ جو تصنیفی و اشاعتی معاملات میں شانہ بشانہ چلتے ہوئے گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اور خود کو خانوادہ رسالت ﷺ کی چاکری کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اور شیخ صاحب کے دستِ راست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حبِ آلِ محمد کے تصدق قبر و حشر کی سختیوں سے محفوظ رکھے۔ اور بروزِ محشر شافع روزِ جزاء کی شفاعت و انکی نظرِ رحمت کا حقدار بنائے۔ آمین ثم آمین

سید یعقوب شاہ گیلانی (تاریخ ۲۰۱۷-۱۰-۲۴)

مدیر: مرکز حسین بن علی امیں پور بنگلہ اڈا مسافر خانہ

استاد الخطباء خطیبِ یورپ والیشیاء شیخ القرآن مولانا قاری عبدالحفیظ حفظہ اللہ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم،بسم اللہ الرحمن الرحیم

"انما یریداللہ ----------------

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا ایمان کا تقاضا ہے۔ ایمان اور سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کا بغض دو ایسے متضاد اجزاء ہیں۔ جو ایک مسلمان کے دل میں کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ انسان کے منافق ہونے کی واضح دلیل ہے، کہ انسان اس مقدس گھرانے سے بغض رکھے جس پر درود وسلام بھیجنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہو۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام علیہم الرضوان واہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل میں بسائے ہوئے ہیں۔ بدنصیبی اور بدبختی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ لوگ جو ان مقدس شخصیات کے بارے میں اپنی گندی وغلیظ زبانیں دراز کیے ہوئے ہیں۔ اس پرفتن دور میں دفاع اہلِ بیت کا فریضہ سرانجام دینا نہایت ہی کٹھن کام ہے۔ خاص طور پر ایسے ماحول میں جہاں ناصبیت کافی زور پکڑ چکی ہو۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے شیخ الحدیث والتفسیر مصطفیٰ المصحفی صاحب کو جنہوں نے دفاع اہلِ بیت کے سلسلہ میں ایک تحقیقی وفکری تحریک شروع کر رکھی ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کی ذات اقدس پر ناصبی اپنے غلیظ قلم کے ساتھ جو گھٹیا، بیہودہ، گندے اعتراضات کرتے رہتے ہیں ان تمام اعتراضات کا روایۃ ودرایۃ بالخصوص اسلاف کے منہج کی روشنی میں رد کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل مصنف کی

کتاب ایام یزید ناصبیت کے تابوت کی آخری کیل ثابت ہوئی ہے۔ جس نے سالہا سال سے یزید پلید کی قصیدہ خوانی کرنے والی گندی زبانیں گنگ کر دی ہیں۔ ایامِ یزید نے یزید کا مکروہ چہرہ بے نقاب کیا تھا۔ اور زیرِ نظر کتاب دفاع امام حسین سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے حسنِ کردار، جرات گفتار، آپ کے موقف کی صداقت و حقانیت ہر خاص و عام پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دے گی انشاء اللہ

دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھ سمیت ایسے تمام احباب کو جو سیدنا امام حسین علیہ السلام کے دفاع میں کام کر رہے ہیں اللہ اپنے حفظ و ایمان میں رکھے اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائے۔

قاری عبدالحفیظ فیصل آباد

حضرت مولانا عبدالعزیز راشد حفظہ اللہ

"نحمده و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فا اعوذ باالله من الشیطن الرجیم،
بسم الله الرحمٰن الرحیم"

زیرِ نظر کتاب دفاع امام حسین علیہ السلام جو کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مصطفٰی مصحفی کی تالیف ہے، کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ کتاب اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب پر اگرچہ بہت سی کتب بازار میں دستیاب ہیں۔ لیکن شیخ مصحفی کی کتاب "دفاع امامِ حسین علیہ السلام" چیز دیگری است کا مصداق ہے۔ پوری کتاب ہی اگرچہ دلائل و براہین سے مزین اور متاثر کن ہے۔ لیکن اس کتاب میں ایک ایسی نمایاں خوبی ہے۔ جس نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ "وہ ہے حضرت امامِ حسین علیہ السلام" کے مخالفین کے دلائل کا عقل و نقل کی روشنی میں بھرپور رد۔ شیخ مصحفی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اس سے قبل "ایامِ یزید" لکھی تو وہ بھی لاجواب جس میں منہج محدثین کی بھرپور ترجمانی کی۔ اب "دفاع امامِ حسین علیہ السلام" مرتب کی تو دلائل و براہین کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ ایامِ یزید لکھ کر عاشقانِ یزید پر اتمامِ حجت کر دیا۔ اور دفاعِ امامِ حسین علیہ السلام لکھ کر مخالفین امام حسین علیہ السلام کے پُر فریب دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں۔

اہلِ اسلام سے گزارش ہے کہ کتاب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوست و احباب تک بھی پہنچائیں۔ آخر میں دعا ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت اطہار کی حقیقی عقیدت و محبت عطا فرمائے۔ آمین

الراقم: عبدالعزیز راشد خطیب فیصل آباد:

تاریخ: 21-10-2017

خطیب الاسلام حضرت مولانا **عبدالباسط شیخوپوری** حفظہ اللہ

(ناظم تبلیغ مرکزی جمیعت اہلحدیث پاکستان)

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد!

سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ ﷺ سیدنا امام حسین
والسلام کا فرمان ہے۔ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ حسن و
حسین سے بھی محبت رکھے۔ (مجمع الزوائد)

اس کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

" المرء مع من احب" (ترمذی)

آدمی دنیا میں جس سے محبت رکھے گا۔ قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا۔ مذکورہ بالا دونوں روایتوں کی روشنی میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنی چاہیے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کا حکم ہے۔ اور جو کوئی آج سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے گا۔ قیامت کے دن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا۔ وہ لوگ جو منبر و محراب کے وارث ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کہ اپنے سامعین کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے سے آگاہ کرتے رہیں۔ تاکہ عوام کا تعلق سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مضبوط ہوتا رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ناصبیت کا رد بھی کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ اہل اسلام کے دل اہل بیت کے بارے میں صاف رہیں۔ موجودہ دور میں ناصبی کچھ زیادہ ہی ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ بازار

میں ان کا زہر بھرا لٹریچر خاصی تعداد میں موجود ہے۔ یہ ناصبی اس انداز سے اپنی تحریک آگے بڑھا رہے ہیں۔ کہ سادہ لوح مسلمان ان سے متاثر ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح العقیدہ خطباء کرام منبر پر جب واقعہ کربلا بیان کرتے ہیں تو اس انداز سے کہ جس میں سراسر ناصبیت کی ترجمانی ہوتی ہے۔ اور ان خطباء کو اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ کہ ہم ناصبیت کی ترجمانی کرتے جارہے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ کہ ایسی مستند تحریر ہو، جو سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی ترجمان ہو۔ اور کربلا کے سانحہ کی حقیقت تک لے جائے۔ تاکہ ناصبیت کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات دم توڑ جائیں۔ اللہ تعالیٰ الشیخ مصطفیٰ المصطفی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کہ دفاع میں قلم اٹھایا۔ اور ہزار ہا حوالہ جات کی روشنی میں ایک ضخیم کتاب بنام "دفاعِ امامِ حسین" مرتب کی۔ اس سے قبل آپ کی لکھی ہوئی کتاب "ایامِ یزید" نے یزیدیت و ناصبیت کے سیلاب کے آگے مضبوط بند کا منظر پیش کیا ہے۔ ناصبیت کی کتنی ہی طوفانی لہریں اس چٹان سے ٹکرائیں، لیکن دلائل و براہین کی اس مضبوط چٹان سے سر پٹخ پٹخ کر رہ گئیں۔ سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک مضبوط ترین کڑی ہے۔ جس میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل اور ان کے موقف کے برحق ہونے کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں دلائل کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے۔ عوام کیا، علمائے کرام کے لیے بھی یہ کتاب چشم کُشا ہو گی۔ انشاء اللہ

تحریر کنندہ:۔ عبدالباسط شیخوپوری تاریخ: ۱۵-۰۹-۲۰۱۷

مبلغِ اسلام حضرت مولانا عبدالقادر عثمان حفظہ اللہ آف گوجرہ

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين

امابعد! حضرتِ امامِ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب و فضائل بے انتہا ہیں، بہت سی صحیح احادیث میں پیغمبرِ اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کیا ہے۔ اور ان کی فضیلت کو امت پر واضح کیا ہے۔ گویا نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا جز اور لازمہ ہے۔ اور ان سے دشمنی و نفرت دنیا میں اور آخرت میں رسوائی کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، تبع تابعین، محدثین کرام اور سلف صالحین اس بات کا خاص خیال رکھتے محبت آل پیغمبر کو اپنی زندگیوں میں خصوصی جگہ دیتے اور اس کی تلقین کرتے یہی وجہ ہے۔ کتبِ احادیث اور اسلاف کی کتابوں میں ان کا ذکرِ جمیل موجود ہے۔ اور ان سے نفرت کرنے والوں سے اظہارِ بے زاری بھی۔ موجودہ دور فکری ابہام و کشمکش کا دور ہے۔ نئے نئے فتنے رونما ہو رہے ہیں۔ اس لیے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا مسلک و موقف وہی ہے۔ جو اسلاف کا ہے۔ ہم محبتِ آلِ رسول کو ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اور ان سے نفرت ودشمنی کرنے والوں سے بیزاری اور برات کا اعلان کرتے ہیں۔ ہمارے بھائی مصطفیٰ المصطفی نے صحیح احادیث اور محدثین کے فرامین کی روشنی میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی حقانیت اور اہلِ بیتِ اطہار کے مقام و مرتبہ کو زیرِ نظر کتاب "دفاعِ امامِ حسین" میں واضح کیا ہے۔ تاکہ ناصبیت کسی قسم کا الجھاؤ پیدا نہ کرسکے۔ انہوں نے منطقی انداز میں اپنے مضمون کو آگے بڑھایا ہے۔ اور یزید کی صفائی میں جو دلائل پیش کیے جاتے

ہیں۔ ان کا محققانہ جائزہ لیا ہے۔ فاضل مصنف کی زندگی درس وتدریس میں گزری ہے۔ اس لیے وہ تصنیف و تالیف کے فن سے آشنا ہیں۔ اللہ کرے ان کی یہ کاوش مقبول ہو کر بارگاہِ ایزدی میں ان کے درجات میں اضافہ کا سبب ہو۔ اور متلاشی حق کے لیے نافع ثابت ہو۔

عبدالقادر عثمان خطیب گوجرہ تاریخ 27-09-2017

مفکرِ اسلام علامہ ریاض الہی ظہیر حفظہ اللہ

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين

محبت نہیں ہے اہلِ بیت کی جسے
بخشش نہ رحمت خدا کی اس
جو حسین کی محبت میں خطا لائے گا
وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا

حسین رضی اللہ عنہ کی محبت اور یزید کی محبت دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جس طرح آگ اور پانی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ مالک الملک کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھ ناچیز کو اس عظیم موضوع کے بارے میں تاثرات بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

"فله الحمد عدد كل شيء وله الحمد مل ء كل شيء"

ہمارے محترم بھائی فضیلۃ الشیخ مصطفیٰ المصطفی نے یہ کتاب لکھ کر اہلِ اسلام پر اور خصوصا اہلِ حدیث پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جس کا بدلہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔

کتاب کیا ہے علم و تحقیق کا ایک سمندر ہے، دلائل کے انبار ہیں۔ علم و تحقیق کا مرقع

ہے۔ جس سے ہر عالم اور غیر عالم بھرپور روشنی لے سکتا ہے۔ یہ کتاب عوام وخواص کے لائق مطالعہ ہے۔

کتاب کے لیے بنیادی معلومات قرآن وسنت سے حاصل کی گئی ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے حدیث کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں مخالفین کے دلائل واندازِ استدلال اور تلبیس کا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل کے جوابات بھی بالتفصیل آگئے ہیں۔ خطباء، مدرسین، طلباء و ائمہ مساجد اور عامۃ الناس کو چاہیے کو وہ تعمیری اور تنقیدی مطالعہ میں رسوخ کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ احقاقِ حق اور ابطال باطل کا انداز ذہن نشین کریں اور یہ محض اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ تعصب سے ہٹ کر ہر شخص کو بنظرِ انصاف ایک نظر اسے ضرور پڑھ لینا چاہیے۔ آخر میں مولانا مصطفیٰ المصطفی کے بارے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"عمر قليل و علم كثير هذا رجل عظيم"

والسلام

ریاض الٰہی ظہیر

١٤-٠٧-٢٠١٨

عصر حاضر کے عظیم مذہبی سکالر ڈاکٹر عبدالرؤف حمزہ

خلافت راشدہ کے بعد جس اہم اور عظیم ترین واقعہ نے اسلام کی فکری، سیاسی، سماجی اور دینی حیثیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔ وہ میدانِ کربلا میں امامِ عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت ہے۔ امامِ مظلوم سیدنا حسین بن علی جنابِ رسولِ مکرم کی دینی روحانی اور خونی وراثت کے امین تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ امتِ مسلمہ کے روحانی امام اور پیشوا تھے۔ حسب و نسب، اعمال، افعال، کردار، علم و فضل اور زہدو تقویٰ میں امتِ مسلمہ کے لیے منارہ نور تھے۔ مگر افسوس کے امت مسلمہ کا ایک خاص طبقہ امامِ عالی مرتبت کی عظیم قربانی اور شہادت کو ایسے رنگ میں بیان کرنے میں مصروف ہے۔ کہ سادہ لوح سامع و قاری اس سے متاثر ہو کر اس عظیم شہادت و قربانی کے معاملہ میں تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اخی الکریم مصطفیٰ المصطفی نے جو ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ثقہ قلم کار ہیں۔ روایت و درایت کے ساتھ ساتھ علمِ تاریخ پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ "ایامِ یزید" لکھ کر محبانِ حسین سے دعا و دادِ تحسین جہاں سمیٹی وہاں ناصبیوں کی بد دعاؤں اور دشنام طرازیوں کا بھی خوش دلی سے سامنا کر چکے ہیں۔ انہوں نے جس محبت اور تڑپ سے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ حبِ یزید میں شرسار لوگ علم کے لبادہ میں سادہ لوح لوگوں کا ایمان خراب کرنے کے درپے ہیں۔ مولانا نے جس طرح ناصبیت کی جڑ پر کلہاڑا چلایا ہے۔ امید ہے کہ معصوم اور سادہ لوح لوگ اس ناپاک درخت کی حرام چھاؤں میں نہیں بیٹھیں گے۔ کتاب کیا

ہے۔ زہرِ ناصبیت کے لیے تریاق ہے۔ ہر صفحہ پر مولانا کا خلوصِ قلب اور جذبہ صادق محسوس کیا جاسکتا ہے۔اور یہ محبت لگن اور ٹرپ مولانا کی اہلِ بیت سے نسبت کے سبب ہے۔

کتابِ ھذا "دفاعِ امامِ حسین " کا اسلوب نہایت اعلیٰ زبان سادہ مگر دلائل کا عصا ساتھ لیے ہوئے ہے۔ اور مباحث نہایت عمدہ ہیں۔ فاضل مصنف نے جس طرح کتاب کو ابواب میں تقسیم کر کے قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ عالم سے لیکر طالب علم کے لیے اس سے مستفید ہونے میں جو آسانی مہیا کی گئی ہے۔ وہ بہت کم کتابوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مولانا نے ناصبی دجل وفریب سے جس طرح پردہ اٹھایا ہے۔ تحقیق و تحریر میں جو اعتدال روا رکھا ہے لاجواب ہے۔ کتابِ ہذا ایک محبِ اہل بیت کی نہ صرف حسینی للکار ہے۔ بلکہ ناصبیت پہ بھرپور کاری وار ہے۔ مرضِ محبِ یزید کی علامات پر مفصل روشنی ڈال کر الشیخ مصحفی نے عصر حاضر کے نہ صرف سادہ مسلمان جو کہ وکلائے یزید کی عربی دانی اور چرب زبانی سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ بلکہ عالمانہ سطح رکھنے والے زبان و ادب کی باریکیوں کو سمجھنے والے قاری کو بھی جگانے کی بھر پور کوشش کی ہے۔ تاکہ وہ اس مرض سے بچ جائے۔ اور اگر بد قسمتی سے اس مرض کا شکار ہے۔ تو حسینی علاج سے جو کہ اس کتاب میں موجود ہے۔ مستفید ہو کر مرض سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ سوچنے کی بات ہے، جس دور کی فوج اور ان کے تیر و تلوار امامِ حسین رضی اللہ عنہ جیسے عظیم انسان سے انصاف نہ کر سکیں، اس عہد کی روایات

اور قلم کی ضوافشانیاں کیونکر اور کس طرح امامِ مظلوم کے متعلق انصاف کے تقاضے پورے کر سکتے ہیں۔

دفاعِ امامِ حسین صرف تحقیق، دلائل پہ مبنی چند اوراق کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ادنیٰ سے امتی کی طرف سے نواسہ رسول مکرم کا غلام بن کر رسمِ شبیری ادا کرنے کی ادنیٰ سی کوشش وکاوش ہے جتنا میں مولانا مصطفیٰ المصحفی کو میں جانتا ہوں اور علمی طور پر اُن سے مستفید ہوا ہوں میں اُن کی طرف سے یہ دعویٰ کر سکتا ہوں۔

سدا لکھے گا قلم میرا ردِ یزید میں

میں حسینی مکتبِ فکر کا اہلحدیث ہوں

۔کتابِ ہذا کے لیے مجھ ناچیز کی یہ چند سطریں لکھنا میری خوش نصیبی نہیں تو کیا ہے۔ مجھے علم کا دعویٰ نہیں۔ مگر توفیق حق ہے جس کو ارزانی ہو جائے۔ دعا ہے اللہ کریم مولانا مصطفیٰ مصحفی کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ ہمت و نصرت دے۔ کہ نہ صرف تقریروں میں بلکہ تحریری طور پر بھی فاسد مادہ محبِ یزید کا کامیاب عملِ جراحی جاری رکھ سکیں۔

دعا گو وطالبِ دعا

خاکسار عبدالرؤف حمزہ

تاریخ ۱۰-۰۷-۲۰۱۸

حضرت مولانا قاری اسماعیل عتیق حفظہ اللہ آف سمندری

سیدنا امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا اور ان کا ادب واحترام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جو شخص سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "لایبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار" جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ لہٰذا جو شخص جہنم سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے۔ کہ اپنے دل کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں پاک صاف رکھے۔ شیطان مردود جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا، کہ میں بہت سے لوگوں کو جہنم میں لے جاؤں گا۔ شب و روز لوگوں کو جہنم کی طرف دھکیلنے لگا۔ کسی کو شرک و بدعت پر لگا دیا۔ کسی کو شراب نوشی کا عادی بنا دیا۔ بعض کو صحابہ کرام سے متنفر کر دیا۔ تو بہت سے لوگوں کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بغض میں مبتلا کر دیا۔ بلکہ بعض پڑھے لکھے افراد کے ہاتھوں میں قلم تھما کر انہیں گمراہی پھیلانے پر مامور کر دیا۔ خود تو اہل بیت کے بغض میں مبتلا تھے ہی لوگوں کو بھی اہل بیت سے متنفر کرنے لگے۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ایمان کے تحفظ کے لیے کسی کو توفیق دی، کہ اس نے شرک وبدعت کی تردید شروع کر دی، کسی کو ہمت عطا فرمائی، کہ وہ دفاع صحابہ و دفاع امام حسین کی خاطر قلم لے کر میدانِ تحقیق میں کود پڑا۔ زیر نظر کتاب الشیخ مصطفیٰ المصفی کی نہایت ہی علمی تحقیق ہے۔ شیخ صاحب علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ کمزور دلائل پر بنیا

رکھنے کے عادی نہیں۔ عرصہ دراز سے توحید و سنت کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ ناصبیت و یزیدیت کی تردید میں زیرِ نظر کتاب "دفاع امامِ حسین" ایک بنیادی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ناصبیوں کی طرف سے سیدنا امامِ حسین علیہ السلام پر جو اعتراضات کیے جاتے تھے۔ ان سب کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ ہدایت پر قائم رکھے۔ والسلام،

محمد اسماعیل عتیق

۰۶-۱۰-۲۰۱۷

خطیبِ اسلام مولانا قاری بنیامین عابد حفظہ اللہ آف اوکاڑہ

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور ان سے بغض و عداوت رکھنا حرام ہے۔ جو شخص اسلام کا دعویٰ کرے، لیکن اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس کا ذہن صاف نہ ہو۔ ایسا شخص منافق ہے۔ اور ازروئے شریعت مستحق عذاب بھی۔ الحمدللہ ہم اہلحدیث ہیں۔ اور اہلحدیث حسینی ہوتا ہے نہ کہ یزیدی۔ علمائے اہلِ حدیث نے ہمیشہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار کی چوکھٹ پر ہمیشہ پہرا دیا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا، کہ صحابہ کرام یا اہلِ بیت پر کوئی زبانِ طعن دراز کرے اور اہلِ حدیث ان مقدس شخصیات کے دفاع کے لیے میدان میں نہ آئے۔ زیرِ نظر کتاب دفاعِ امامِ حسین اس کی واضح دلیل ہے۔ ہمارے فاضل برادر الشیخ مصطفیٰ المصطفی نے شبانہ روز کی محنتِ شاقہ کے بعد اہلِ علم کے لیے ایک تحقیقی شاہکار پیش کیا ہے۔ امید ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے ناصبیت کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات ذہنوں سے محو ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ابو مغیث بنیامین عابد

تاریخ: ۲۲-۰۹-۲۰۱۷

مولانا شاہ ولی اللہ حفظہ اللہ

(رئیس مرکز شاہ ولی اللہ خطیب مسجد حسان شاہ راجہ جنگ لاہور)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کا تہہ دل سے ادب و احترام کرے اور آپ ﷺ کے حقیقی ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ انسان ہر اس مقام و شخصیت کا بھی احترام کرے جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف ہو۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام بھی ان مقدس شخصیات میں سے ہیں۔ جن کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہے۔ اس لحاظ سے سیدنا امام حسین علیہ السلام کا ادب، نبی کریم ﷺ کا ادب ہے۔ اگر انسان نبی علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرے لیکن سیدنا حسین علیہ السلام سے بغض رکھے ایسا شخص دولتِ ایمان سے یکسر محروم ہے۔ یہ دور چونکہ پر از فتن دور ہے ایمان کا تحفظ مشکل ہو چکا ہے۔ لوگ مختلف انداز سے ایمان لوٹ رہے ہیں کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بغض دل میں پیدا کر کے ایمان برباد کرنا چاہتا ہے۔ کوئی اہلِ بیت کا گستاخ بنا کر ایمان لوٹنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ عوام کے ایمان کا تحفظ کیا جائے۔ ناصبی لوگ چونکہ سالہا سال سے سیدنا حسین علیہ السلام کے بارے زہریلا پروپگنڈا کر رہے ہیں عوام کے گمراہ ہونے کا خدشہ تھا۔ ان خدشات کے پیشِ نظر شیخ الحدیث والتفسیر مصطفیٰ المصطفی صاحب نے قلم اٹھایا اور دفاعِ امامِ حسین علیہ السلام جیسے مقدس عنوان پر مدلل کتاب مرتب کی۔ کتاب میں الحمد للہ ناصبیوں کے معاشرے میں چھوڑے ہوئے زہر کا

تریاق موجود ہے۔ احباب سے گزارش ہے کہ کتاب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور آگے بھی پھیلائیں والسلام

شاہ ولی اللہ خطیب مسجد حسان شاہ

(راجہ جنگ لاہور)07-10-2017

محبانِ اہلِ بیت کی خدمت میں

عرصہ دراز سے نواصب کی طرف سے اہلِ بیتِ اطہار پر کیچڑ اچھالنے کی کوششیں جاری تھیں۔ لیکن اب یہ مکروہ دہندہ زوروں پر ہے۔ سادہ لوح مسلمان خاص طور پر کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں محبانِ اہلِ بیت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کے لیے خود کو تیار کریں۔ دفاعِ اہلِ بیت سے متعلقہ لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ حامیانِ یزید علمبردارانِ ناصبیت کی طرف سے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ اُن سے بھی آگاہی حاصل کریں۔ اس کے بغیر اُن معصوم ذہنوں کی صفائی ممکن نہیں۔ جو ناصبیت کے پُر از فریب شبہات و اعتراضات سے آلودہ ہو چکے ہیں۔ جہاں دقت محسوس کریں، فی الفور مرکز الحسین کی طرف رجوع کریں۔

نوٹ: ناصبیوں کے پُر از فریب شبہات و اعتراضات نیز انکی تاویلاتِ فاسدہ کے مدلل حل کے لیے ہمارا یوٹیوب چینل "الوحدة الاسلامیہ" ملاحظہ فرمائیں۔

جملہ حقوق بحق مصنف و(ادارہ) مرکز الحسین محفوظ ہیں۔

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی سکینگ یا کسی بھی قسم کی اشاعت کاپی رائٹ قانون کی خلاف ورزی تصور کی جائے گی۔ خلاف ورزی کی صورت میں تادیبی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

1۔ مطب الحسین: حکیم بختیار احمد مکان نمبر 5۔ گلی نمبر 5۔ میاں کالونی، بیگم کوٹ شاہدرہ لاہور

0306-4756536

2۔ سید یعقوب شاہ گیلانی، مرکز حسین بن علی اڈا مسافر خانہ امیں پور بنگلہ روڈ فیصل آباد۔

0304-6119114

3۔ دفتر مسنون نکاح فاؤنڈیشن مین عیدگاہ روڈ نزد راجہ پارک والا پھاٹک

4۔ مرکز الحسین جھمبرہ روڈ فیصل آباد، 0300-7099897،0300-8839749،0300-

0302-7450691

مصنف کی دیگر تصانیف

مقاصد القرآن

اردو سلیس ترجمہ قرآن کریم کے مفاہیم و مطالب، سینکڑوں تفاسیر سے منتخب کردہ اہم نکات کا مجموعہ

مناقبِ علی رضی اللہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و خصائص کا تذکرہ نیز ناصبیوں کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت و خلافت پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت و مدلل جائزہ

حامیانِ یزید اور ان کے دلائل کا علمی محاسبہ

حامیانِ یزید و پیشوایانِ ناصبیت کے لٹریچر کا مدلل جائزہ

شعبہ نشرو اشاعت: مرکز الحسین رضی اللہ عنہ جھمرہ روڈ فیصل آباد 0300-8839749